وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

اسلامی باپ

حمیدی

محمد الیاس عادل

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط

اسلامی باپ

تالیف

محمد الیاس عادل

مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	اسلامی باپ
تالیف	محمد الیاس عادل
ناشر	مشتاق احمد
اہتمام	سلمان خالد
پروف خوانی	قاری نجم الصبیح
کمپوزنگ	گل گرافکس
پرنٹرز	اسلم عصمت پرنٹرز، لاہور
قیمت	130 روپے

فہرست

۞۞۞

ابتدائیہ

اللہ رب العزت اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو اپنے اہل وعیال کا خیال رکھتے ہوئے ان کی تمام ضروریات کو رزق حلال کما کر پوری کرتا ہے اور اولاد کی تعلیم وتربیت کے ضمن میں اسلامی احکامات کے مطابق اپنی ذمہ داریاں نبھاتا ہے ایک مسلمان باپ کی حیثیت سے وہ اولاد کی اخلاقی تربیت کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتا۔ حقیقت میں باپ کا کام صرف اتنا نہیں کہ اپنے اہل وعیال کو ایک گھر مہیا کر دے ان کے اخراجات پورے کرے اور گھر کے دیگر کاموں کا دھیان رکھے یہ سارے کام اہم ضرور ہیں لیکن اس کے علاوہ بھی باپ کی بہت سی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اولاد کی شخصیت کی تعمیر اور ان کی کردار سازی کے ضمن میں بھی باپ کو اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ باپ کا اپنے بچوں سے تعلق محبت و پیار کا ہونا چاہیے اس لیے کہ بچے نرمی اور پیار کرنے والے شخصیت سے زیادہ لگاؤ رکھتے ہیں اس طرح کے مثبت رویے سے باپ کو اپنی بات بچوں کو سمجھانے میں دشواری پیش نہیں آتی۔

گھر میں جابرانہ اور حاکمانہ انداز کا رویہ اختیار کرنا گھر کے ماحول پر برا اثر ڈالتا ہے بچے بھی باپ سے سہمے سہمے سے رہتے ہیں جس سے بچوں کی شخصیت میں بزدلی اور خوف کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور ان میں چڑچڑا پن پیدا ہوتا ہے۔ جس سے کوئی بھی باپ اپنے بچوں سے وہ مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکتا جن کی کہ وہ بچوں سے توقع رکھتا ہے۔ باپ کی شخصیت بچوں کے لیے آئیڈیل ہونی چاہیے ایسی شخصیت کہ جس سے بچے خوشدلی کے ساتھ مثبت اثرت قبول کریں اور بچوں کی شخصیت میں نکھار پیدا ہو' ان کے

کردار کی تعلیم میں باپ کی شخصیت بہترین مدد و معاون ہونی چاہیے۔اگر بچوں کی کردار سازی میں باپ اپنی ذمہ داریوں کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں ادا کرے گا تو پھر بفضل باری تعالیٰ اولاد سے بھی صحیح معنی میں باپ کی توقعات اور معیار پر پورا اُترے گی۔

گھر میں باپ کا کردار اس نوعیت کا ہوتا ہے کہ وہ اپنے رویے سے گھر کے ماحول کو جس طرح چاہے رکھ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ گھر میں پیار و محبت اور اُنس کی فضا قائم رکھنا اور اپنے گھر والوں کو بہتر ماحول فراہم کرنا بھی باپ کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

اپنے اہل وعیال کی کفالت کے ضمن میں اسلامی باپ کو اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہونا چاہیے اُسے پتہ ہونا چاہیے کہ وہ کس طرح اپنے گھر کو ایک مثالی گھر کے سانچے میں ڈھال سکتا ہے ہر اس مسلمان کو جسے اللہ تعالیٰ نے باپ کے رتبہ سے نوازا ہے اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ صحیح معنوں میں ایک اسلامی باپ میں کن خوبیوں کا ہونا ضروری ہے۔

ایک مسلمان باپ جس قدر اپنے فرائض و ذمہ داریوں سے آگاہ ہوگا اسی قدر اس کو اپنے اہل وعیال کے ساتھ معاملات کرنے میں آسانی ہوگی اسے علم ہوگا کہ ہمارا دین اسلام اولاد کے حقوق ادا کرنے میں کن باتوں کا تقاضا کرتا ہے جب وہ اپنے اولاد کی تربیت اسلامی اصولوں اور ضابطوں کے مطابق کرنے کے لیے کوشاں ہوگا تو اللہ رب العزت کی مدد بھی اس کے شامل حال ہوگی۔ بلاشبہ دین و دنیا کی بہتری اسی میں ہے کہ اسلامی باپ اپنی اولاد کو ہمیشہ نیکی اور بھلائی کا رستہ دکھائے اور صراط مستقیم پر چلنے کی ترغیب دے۔

موجودہ دور میں بہت سے مسلمان اپنی اولاد کی نافرمانی کی شکائیت کرتے نظر آتے ہیں اور اپنی اولاد کے رویے سے نالاں رہتے ہیں ان کا دعویٰ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی ان کے روزگار کا بندوبست کیا ان کی شادی کی ان کی پڑھائی لکھائی پر بہت سارو پیہ صرف کیا مگر جب اولاد اس قابل ہوئی کہ ماں باپ کی خدمت کرے تو انہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں پس وپیش کیا اور والدین کی خدمت کرنے میں کوتاہی کے ساتھ ساتھ نافرمانی سے بھی پیش آتی ہے۔اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ

اس میں بہت مرتبہ باپ کا اپنا قصور بھی ہوتا ہے کہ اولاد کو دنیاوی لحاظ سے تو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل بنا دیا مگر ان کی اخلاقی و دینی تربیت کے ضمن میں چشم پوشی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اولاد اسلامی تعلیمات سے دور ہوتی گئی اگر بچپن میں ہی بچوں کو گھر کا اسلامی ماحول دیا جاتا دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں والدین کے حقوق کی اہمیت ان پر اجاگر کی جاتی اور اولاد کو پکا اور سچا مسلمان بنانے کی صحیح معنوں میں کوشش کی جاتی تو پھر۔ بہت کم ایسا ہوتا کہ کوئی بچہ اپنے والدین کا نافرمان ہوتا لہٰذا باپ کو اس حوالے سے بھی آج اپنی سوچ میں مثبت تبدیلی لانے کی ضرورت ہے تاکہ اولاد اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اس کی تابعدار اور فرمانبردار رہے۔

زیر نظر کتاب اسلامی باپ کی ذمہ داریوں اور فرائض کے ضمن میں نہائیت جامعیت کے ساتھ ترتیب دی گئی ہے اور ایک مسلمان باپ میں جن خوبیوں کا ہونا ضروری ہے ان کا تذکرہ احسن انداز میں کیا گیا ہے۔ کتاب ھذا ہر مسلمان باپ کو ایک مثالی اسلامی باپ کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے بہت خوب ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے ہر مسلمان باپ کو اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے بخوبی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ کتاب کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر یہ کتاب ہر مسلمان باپ کے زیر مطالعہ رہنی چاہیے تاکہ وہ اس سے استفادہ کرتے ہوئے فوائد حاصل کر سکے۔

محمد الیاس عادل

اولاد کی خواہش

جس طرح ہر شادی شدہ عورت کی یہ خواہش وتمنا ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت اسے اولاد کی نعمت سے سرفراز فرمائے اسی طرح ہر شادی شدہ مرد بھی اولاد کی خواہش وآرزو رکھتا ہے شادی کے بعد ابتدائی چند سالوں میں یہ خواہش پوری نہ ہو تو پھر بارگاہِ الٰہی میں اس مقصد کے حصول کے لیے دعاؤں کے نذرانے عاجزی وانکساری سے پیش کیے جاتے ہیں بعض اوقات دواؤں اور غذاؤں کا سہارا بھی لیا جاتا ہے لیکن چونکہ اللہ رب العزت ہی ہر ایک مرادیں پوری فرماتا ہے اس لیے جسے وہ چاہتا ہے اولاد کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ ہی کی ہے سلطنت آسمان اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہیے بے اولاد رکھتا ہے بے شک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔“ (سورۃ الشوریٰ)

اولاد اللہ تعالیٰ کی عنایت وعطا ہوتی ہے یہ ایک ایسا میوہ ہے جس کے پالینے کی خواہش ہر ایک کے دل میں شدید تر ہوتی ہے اس لیے جو کوئی بھی یہ چاہے کہ اس کے ہاں نیک اور صالح اولاد کی ولادت ہو اور وہ صاحب اولاد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی وانکساری کے ساتھ دعائیں مانگا کرے۔ اولاد کی خواہش انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی کی ہے اس ضمن میں بارگاہ الٰہی میں دعائیں بھی مانگی ہیں چنانچہ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا مذکور ہوئی جو آپ نے اولاد

کے حصول کے لیے کی تھی۔

رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت ۱۰۰)

ترجمہ: ”پروردگار! مجھے صالح اولاد عطا فرما۔“

اس دعا کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر مفسرین کرام کا فرمان ہے کہ (اس دعا کے بعد) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حضرت اسماعیل کی ولادت باسعادت ہوئی۔

اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی بارگاہ الٰہی میں صالح اولاد کے حصول کے لیے دعا کی۔

رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○

(سورۃ آل عمران آیت 38)

ترجمہ: ”پروردگار اپنی قدرت سے مجھے صالح اولاد عطا فرما بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے۔“

قرآن حکیم میں ہی حضرت زکریا علیہ السلام کی ایک اور دعا مذکور ہوئی ہے۔

رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ○

(سورۃ الانبیاء آیت 89)

ترجمہ: ”پروردگار! مجھے تنہا نہ چھوڑ اور بہترین وارث تو تو ہی ہے۔“

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے ضمن میں علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ مجھے اولاد عطا فرما جو میرے بعد نبی بنے آپ نے یہ دعا لوگوں کی پوشیدگی میں کی تھی۔ مجھے تنہا نہ چھوڑ یعنی بے اولاد۔ دعا کے بعد اللہ تعالیٰ کی ثناء کی جیسے کہ اس دعا کے لائق تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی زوجہ مطہرہ کو جنہیں بڑھاپے تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اولاد کے

قابل بنادیا۔

نیک اولاد کا حصول

ہر ایک کی یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک اور صالح اولاد عطا فرمائے ایسی نیک اولاد جو بڑے ہو کر اس کی تابعدار اور خدمت گزار ہو شریعت مطہرہ پر چلے دین کے احکامات کی پوری طرح پیروی کرے اور مکمل طور پر اسلام کے اصولوں اور ضابطوں کی پاسداری کرنے کی کوشش کرے دین و دنیا کی بھلائیاں سمیٹے معاشرے میں عزت و مقام حاصل کرے جو کوئی نیک اور صالح اولاد کے حصول کا خواہاں ہو اور چاہتا ہو کہ اس کی اولاد شیطان کے شر سے محفوظ رہے تو اسے چاہیے کہ وہ جب بھی اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرے تو پہلے ذیل میں دی ہوئی دعا پڑھ لیا کرے اس ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنا چاہے تو پہلے یہ دعا پڑھے پھر اگر عورت مرد کے درمیان اسی صحبت میں بچہ پیدا ہونا مقدر ہو گیا (یعنی حمل قرار پا گیا) تو شیطان اس بچے کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (دعا یہ ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا ۔

ترجمہ: ”اے اللہ! تو ہم کو شیطان سے بچا اور جو اولاد ہمیں عطا ہو اُسے بھی شیطان سے بچا۔“ (مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا مانگنے کا فائدہ ضرور ہوتا ہے اس لیے ہر اچھے اور نیک کام میں حسب منشا کامیابی حاصل کرنے کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا ضرور کرنی چاہیے اللہ رب العزت دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔“

ترجمہ: ”اور جب آپ ﷺ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں۔“ (سورۃ البقرہ آیت 186)

اسلامی باپ اچھا خاوند بھی ہوتا ہے

اچھا باپ پہلے ایک اچھا شوہر ہوتا ہے کسی شخص اور اس کی بیوی کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے وہ اس کے فرائض پدری کا ایک اہم جزو ہوتا ہے۔ صحت مند، مسرور متاہلانہ تعلق ہی وہ بنیاد ہوتی ہے جس پر خاندان باہمی محبت ہمدردی اور اطمینان کی عمارت تعمیر کرتا ہے۔

ڈاکٹروں نے تحقیق کی ہے کہ حمل کے زمانے میں شوہر اپنی بیوی سے جس دلچسپی اور التفات کا اظہار کرتا ہے اس سے نہ صرف پیدا ہونے والے بچے ہی کو بلکہ بعد میں پورے گھر کو فائدہ پہنچتا ہے ہونے والی ماں اگر ذہنی طور پر صحت مند ہو تو وہ غیر ضروری محبت اور لاڈ کی متوقع نہیں ہوتی لیکن اسے اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ میرے جسم کی تبدیلیوں کے باوجود میرا شوہر میرے ساتھ رہنے سے گریز نہیں کر رہا ہے۔ اگرچہ وہ یہ بھی نہیں چاہتی کہ اس کا شوہر ضرورت سے زیادہ خدمت گزاری کرے اور اس کے گرد اس طرح منڈلاتا رہے۔ جیسے وہ ایک دم سے نہایت نحیف و نازک ہو گئی ہے۔ تاہم وہ اس طرز عمل کو بھی پسند نہیں کرتی کہ اسے ایک ایسی شہ زور عورت سمجھ لیا جائے جس پر جتنا بھی بار ڈالا جائے کم ہوگا۔

پر اطمینان ایام حمل سے زچگی بھی اطمینان سے ہوتی ہے اور نوزائیدہ بچے کی دیکھ بھال کے لیے ماں بھی طمانیت سے تیار ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں بچہ بھی روزمرہ کی دیکھ بھال کے انداز کا نسبتاً آسانی سے عادی ہو جاتا ہے۔

ایام حمل اور اس کے بعد کے زمانے میں۔ ان کی طمانیت کا اثر اس کے دودھ پر

بھی پڑتا ہے۔ بے اطمینانی کا یہ اثر ہوسکتا ہے کہ بچے کے پیٹ میں تکلیف رہے۔ اس سے ماں کی زندگی میں اور ساتھ ہی باپ کی زندگی میں بھی اور زیادہ بے اطمینانی پیدا ہو سکتی ہے۔

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے اور اس کا لحاظ یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ اس کے بھی اپنے کچھ حقوق ہیں' جب وہ اس کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے اور جب وہ گھر میں بیوی کے کردار کو اپنے کردار کے برابر اہم سمجھتا ہے تو لازمی طور پر گھر میں دوستی اور یگانگی کی فضا پیدا ہو جاتی ہے اور کشمکش اور بے اطمینانی کا قریباً خاتمہ ہو جاتا ہے' ایسے ماحول میں کمسن شخصیتیں خوب پھلتی پھولتی ہیں۔

اولاد کی ولادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے

اللہ تعالیٰ جب آپ کی دلی خواہش کو پورا فرمادے آپ کو اولاد کی نعمت سے سرفراز کردے تو خلوص دل سے اللہ رب العزت کا شکر ادا کیجیے اس نے آپ کو بیٹی یا بیٹا عطا کرکے آپ کو باپ کے اعزاز سے نوازا ہے آپ کو خوشی و مسرت کا بہترین موقع فراہم کیا ہے اس لیے لازم ہے کہ کوئی نعمت و راحت ملے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔ شکر ادا کرنے کی بڑی فضیلت ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کا اجر بھی عطا فرماتا ہے چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور ہم بہت جلد شکر کرنے والوں کو اجر دیں گے۔"

(آل عمران 145)

اسی طرح ایک اور مقام پر شکر کی فضیلت کے ضمن میں قرآن حکیم میں آتا ہے۔

ترجمہ: "اگر تم شکر کرو گے تو میں نعمتیں زیادہ کردوں گا۔"

(سورۂ ابراہیم آیت 7)

اولاد کی ولادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے اللہ رب العزت شکر گزار بندے سے خوش ہو جاتا ہے اور جس سے اللہ پاک جل جلال خوش اور راضی

ہو جائے اس کو اللہ تعالیٰ نیکی اور بھلائی کے کاموں کے کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اس پر اپنا خصوصی فضل و کرم نازل فرماتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے ہر نعمت کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے قرآن حکیم میں ہی حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحیٰی علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو حضرت زکریا علیہ السلام نے حیرت سے کہا۔

ترجمہ: "پروردگار! میرے ہاں کس طرح لڑکا ہوگا میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ گیا ہوں۔" (سورۂ مریم: 8)

اس پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

ترجمہ: "اسی طرح (ہوگا) تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور میں پہلے تم کو بھی تو پیدا کر چکا ہوں اور تم کچھ چیز نہ تھے۔" (سورۂ مریم: 9)

حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ بھی یہ بشارت سن کر اپنے خاوند سے کہیں زیادہ خوشی محسوس کر رہی تھیں حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کی زوجہ مطہرہؑ کے دل میں حیرت اور تعجب کے جذبات کے ساتھ اللہ رب العزت کے شکر و حمد کے جذبات بھی امنڈے چلے آرہے تھے اس لیے فوراً ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بے شک یہ بات بڑی آسان اور سہل ہے اور کسی چیز کو پیدا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل یا آسان جیسے الفاظ بے معنی ہیں۔

ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کیا کرتے تھے اس ضمن میں حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی حیران کن بات بتایئے۔ آپ رو پڑیں اور فرمایا' ان کا کون سا حال عجیب اور قابل رشک نہ تھا ایک شب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور

میرے بستر میں داخل ہوئے' میرے لحاف میں' یہاں تک کہ آپ کا جسم اطہر میرے جسم سے مس ہوا' پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا' اے ابوبکر کی بیٹی! مجھے جانے دو تا کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا' اگرچہ میں آپ کا قرب چاہتی ہوں مگر آپ کی آرزو کو ترجیح دیتی ہوں۔ میں نے آپ کو جانے دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پانی کے مشکیزے کے پاس گئے وضو کیا اور زیادہ پانی نہیں۔ بہایا پھر اُٹھے اور نماز شروع کی اور اس قدر روئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر آنسو گرے' پھر رکوع کیا اور روئے' پھر سر مبارک اُٹھایا اور روئے اسی طرح رات بھر روتے رہے۔ بالآخر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور نماز کی اطلاع دی۔ میں نے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کیوں روتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح سے گناہوں سے پاک بنا دیا ہے۔ فرمایا' کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ میں یہ کیوں نہ کروں۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن کہا جائے گا حمد کرنے والے کھڑے ہو جائیں۔ لوگوں کا ایک گروہ اس پر کھڑا ہو جائے گا ان کے لیے ایک جھنڈا ہوگا وہ اس کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! حمد کرنے والے کون ہیں؟ فرمایا' جو لوگ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح کی دوسری روائیت ہے کہ جو ہر دکھ اور سکھ میں اپنے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ شکر اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں بھی انعام عطا فرمائے گا لہٰذا بندے کو بہرحال میں شکرگزار بندہ بننا چاہیے اس کی رحمت اور نعمت کے حصول پر خوش ہو کر بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہو کر شکر ادا کرنے کی عادت ڈالیں بچی یا بچے کی ولادت پر خوش ہو کر جہاں آپ مٹھائی تقسیم کرتے ہیں وہاں اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا کبھی نہ بھولیں کہ جس نے خوشی عطا کی ہے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

بیٹی کی پیدائش پر بھی خوش ہوں

نیک اور صالح اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتی ہے ان کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کیا جانا چاہیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے بچے کی صحت اور درازی عمر کی دعائیں مانگی جائیں ایمان کی سلامتی اور دین اسلام پر ثابت قدم رہنے کی دعائیں کی جائیں اور خوشی کا بھرپور انداز میں اظہار کیا جائے۔

اولاد چاہے لڑکا ہو یا لڑکی یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتی ہے لڑکی کی پیدائش پر مغموم ہونا اس کی اسلام میں سختی سے ممانعت ہے اولاد کی پیدائش پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیے کہ وہ نومولود کو صحت اور ایمان کی دولت سے سرفراز کرے لڑکیوں کو زحمت نہیں بلکہ رحمت سمجھنا چاہیے اس لیے کہ ایک حدیث پاک میں لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کے لیے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

''جس نے دو لڑکیوں کو پالا یہاں تک کہ وہ جوان ہو گئیں تو وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ساتھ ساتھ آئیں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کو اُٹھا کر ساتھ ملایا۔'' (بخاری۔ مسلم)

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کسی کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں فرشتوں کو بھیجتا ہے جو آ کر کہتے' اے گھر والو! تم پر سلامتی' وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں' یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا اللہ تعالیٰ کی مدد قیامت تک اس کے ساتھ رہے گی۔'' (طبرانی)

بیٹی کی پرورش پر جنت کا حصول

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں کو یا دو بہنوں یا دو بیٹیوں کی پرورش کی اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کیا اس شخص کے لیے جنت ہے۔" (ترمذی شریف)

جو شخص تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے اور پھر ان کو ادب سکھائے اور ان کے ساتھ مہربانی کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو مستغنی کر دے (یعنی وہ بالغ ہو جائیں اور ان کا نکاح ہو جائے) تو پرورش کرنے والے پر اللہ تعالیٰ جنت کو واجب کر دے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دو پر (کیا ثواب ملے گا) فرمایا۔ دو (پر بھی ثواب ہے) (راوی بیان فرماتے ہیں کہ) اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک بیٹی یا ایک بہن کے بارے میں پوچھتے تو ایک کی نسبت بھی آپ بھی فرما دیتے۔" (مشکوٰۃ شریف)

بچیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ سے بچا لیتا ہے اور اپنے فضل و کرم سے اسے جنت کی راحتیں عطا فرماتا ہے اس ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بچیاں لے کر میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے کچھ مانگا میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ میں نے وہی دے دی عورت نے کھجور تقسیم کر کے دونوں لڑکیوں کو دے دی اور خود نہیں کھائی۔ جب وہ چلی گئی تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے اس واقعہ کو بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس کو اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں عطا کی ہوں اگر وہ ان کے ساتھ

احسان کرے تو وہ دوزخ کی آگ سے اس کے لیے روک ہو جائیں گی۔" (مسلم شریف)

اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

معلوم ہوا کہ بچیوں کی اچھی پرورش کرنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے اس لیے بچہ ہو یا بچی دونوں کی پیدائش پر یکساں خوشی کا اظہار کرنا چاہئے اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور اپنے فضل و کرم سے نوازتا ہے۔ اولاد یقیناً اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے مگر افسوس کہ انسانوں میں آج بھی بعض لوگ ایسے ہیں جو اولاد کی نعمت کو حاصل نہیں کرنا چاہتے اور اس کے لیے نت نئے حربوں سے کام لیتے ہیں خاندانی منصوبہ بندی کا سہارا لیتے ہیں اولاد کو پیدا ہونے سے پہلے ہی ضائع کر دینے کے درپے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ عذاب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں بعض ناعاقبت اندیش لوگ اس کا یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ کم بچے خوشحال گھرانہ۔ حالانکہ خوشحالی اور بدحالی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے وہ ہر ایک کا روزی رساں ہے ہر ایک سے اس نے روزی کا وعدہ کر رکھا ہے جو اس دنیا میں آتا ہے وہ اپنا رزق ساتھ لے کر آتا ہے اس کا رزق جہاں پر بھی ہوگا اسے پہنچ کر رہے گا انسان کا اس ڈر سے اپنی اولاد کو پیدائش سے پہلی ہی ضائع کر دینا کہ اگر یہ دنیا میں آ گیا تو اس کی روزی کا سامان اسے کرنا پڑے گا نہایت بے وقوفی اور نا سمجھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اور اپنی اولاد کو فقر و فاقے کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور ہم ہی تمہیں بھی رزق دے رہے ہیں بے شک اولاد کا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔" (بنی اسرائیل)

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"وہ لوگ بڑے ہی خسارے میں ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو نا سمجھی میں اپنی حماقت سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔" (الانعام)

قرآن پاک ہی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اے پیغمبر فرما دیجئے ! آؤ میں تم کو پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے تم پر کیا حرام کیا ہے' اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا' اور مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو نہ مار ڈالو ہم تم کو اور ان کو دونوں کو روزی دیتے ہیں۔" (الانعام۔19)

ان آیات مبارکہ سے بخوبی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ اولاد تھوڑی ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کے اور ہم سب کے روزی کے اسباب پیدا فرماتا ہے وہی ہر ایک کا روزی رساں ہے اس لئے اس ڈر سے اپنی اولاد کو پیدائش سے پہلے ہی مار ڈالنا کہ وہ ہمارے رزق میں سے کھائے گی بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی سخت وعید ہے۔

اسلام سے قبل عربوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی خاص طور پر بچیوں کی پیدائش کو وہ اپنے لئے بہت بڑی ذلت خیال کرتے تھے اور آگ بگولا ہو جاتے تھے جس شخص کے ہاں بچی کی پیدائش ہو جاتی تھی وہ اپنے آپ کو شرمسار محسوس کرتا تھا اور یہ بات اس کے لیے شرم و عار کا باعث ہوتی تھی کہ کوئی اسے اس کی بیٹی کی پیدائش کی خوشخبری دے قرآن پاک میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ:

"اور جب ان میں سے کسی کی بیٹی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے اس خوشخبری کے رنج سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ آیا ذلت اٹھا کر اس کو اپنے پاس رہنے دے یا اس کو مٹی میں چھپا دے (یعنی زندہ دفن کر دے)" (سورۂ نحل۔ 7)

معلوم ہوا کہ بچی کی پیدائش کی خوشخبری کو خوشدلی کے ساتھ قبول کرنا چاہئے اور خود بھی خوشی و مسرت کا اظہار کرنے میں شرم محسوس نہ کرنی چاہیے لڑکوں کو لڑکیوں پر فضیلت نہیں دینی چاہئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اپنی اولاد کو برابر دو اگر میں کسی کو فضیلت دیتا تو لڑکیوں کو دیتا۔"

(طبرانی)

ایک اور حدیث مبارکہ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور بیٹوں کو اس پر ترجیح نہ دے (تو) اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔" (ابوداؤد)

بچے کے کان میں اذان دینا

بیٹا ہو یا بیٹی دونوں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں ان کی پیدائش پر سب سے پہلے بچے کو جب دایہ یا لیڈی ڈاکٹر نہلا دھلا کر صاف اور پاک کرلے اور بچہ اچھی طرح پاک صاف ہو جائے تو باوضو حالت میں بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے طبرانی کی روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان و قامت فرمائی۔

بچے کی پیدائش کے فوری بعد اس کے کان میں اذان دینے کی بڑی حکمت ہے چونکہ شیطان لعین انسان کا ازلی دشمن ہے اور ہمہ وقت اس کوشش میں رہتا ہے کہ انسان کے قلب و دماغ پر قبضہ جمائے چنانچہ جب بچے کے کان میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پیغام پہنچایا جاتا ہے تو اس کو سنتے ہی وہاں سے راہ فرار اختیار کر جاتا ہے اس کے علاوہ یہ حکمت بھی ہے کہ ایک مسلمان بچے کے کان میں سب سے پہلے جو پیغام پہنچے وہ توحید' رسالت' عبادت الٰہی اور صراط مستقیم کا پیغام ہو۔

ایک اور حدیث پاک میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان مبارک میں وہی اذان کہی جو نماز کے لیے کہی جاتی ہے۔ (ترمذی و ابوداؤد شریف)

بچے کو گھٹی دینا

جب بچے کے کان میں اذان و اقامت کہہ دی جائے تو پھر بچے کو کسی نیک اور صالح مرد یا خاتون سے گھٹی دلوانی چاہئے احادیث مبارکہ میں اس کا ذکر بھی خصوصیت کے ساتھ آیا ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ:

"میرے گھر بیٹا پیدا ہوا تو میں اس کو لے کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب دہن مبارک میں کھجور چبا کر بھگوئی اور بچہ کے تالو پر لگائی اور ابراہیم نام رکھا۔" (مسلم شریف)

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ:

"حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں ہی ہجرت سے قبل میرے پیٹ میں تھے ہجرت کے بعد آپ کی ولادت ہوئی (ہجرت کے بعد آپ ہی پہلے نومولود ہیں آپ کی پیدائش پر مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ یہودیوں نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اور اب مدینہ طیبہ میں ان کے یہاں اولاد نہیں ہوگی) آپ کی ولادت کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئے اور آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں رکھ دیا۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ایک کھجور منگوائی اور چبا کر ان کے منہ میں ڈال دی آپ کا نام عبداللہ رکھا اور آپ کے نانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر آپ کی کنیت بھی ابوبکر تجویز فرمائی اور پھر ان کے لیے دعائے برکت کی۔" (بخاری و مسلم شریف)

بچے کے لیے خوراک کا انتظام کرنا

بچے کے پیدائش کے بعد اس کی خوراک کا انتظام اللہ تعالیٰ نے ایسا فرما دیا ہوا ہے کہ جس کی کوئی مثال نہیں ماں کا دودھ بچے کی بہترین غذا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے بھی ماں کا دودھ بچے کو پلانے کا حکم قرآن پاک میں فرمایا ہے چاہئے کہ ماں بچے کو ایک مقررہ مدت تک اپنا دودھ پلائے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

"اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں' یہ مدت اس کے لیے ہے جو چاہے کہ رضاعت کی مدت پوری کرے اور لڑکے والے (باپ) پر ان دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق واجب ہے۔" (البقرہ 30)

ماں باپ کا یہ فرض ہے کہ وہ بچے کو دو برس دودھ پلانے کا فریضہ احسن طریقہ سے نبھائیں اگر کسی وجہ سے ماں بچے کو اپنا دودھ نہ پلا سکتی ہو تو کسی نیک اور صالح خاتون کی اس سلسلہ میں مدد لی جاسکتی ہے یا اجرت پر کسی شریف عورت کے ذمہ بچے کا دودھ پلانا لگایا جاسکتا ہے۔ اور اس کی اجرت باپ ادا کرے۔

بچے کا نام رکھنا

بچے کی پیدائش کے بعد بچے کا نام رکھنے کا مرحلہ آتا ہے والدین کی یہ ذمہ داری

ہے کہ وہ اپنے بچے کا خوبصورت اور اسلامی نام رکھیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جو کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

"میرے نام پر نام رکھو۔" (بخاری و مسلم شریف)

ایک اور حدیث مبارکہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے ناموں میں بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔" (مسلم شریف)

حضرت ابووہب جشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"انبیاء کے ناموں پر نام رکھو۔" (ابوداؤد شریف)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"قیامت کے دن تم کو تمہارے نام اور تمہارے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا لہٰذا اپنے نام اچھے رکھو۔" (احمد' ابوداؤد شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"جس شخص کے تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام بھی محمد نہ رکھے تو وہ بالیقین (ایمان و عشق) کے تقاضے سے جاہل ہے۔"

(طبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین ناموں میں سے اس

شخص کا نام ہوگا جس کو شہنشاہ کہتے ہوں گے۔"

حضرت ابووہب جشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن اور زیادہ سچے نام حارثہ اور ہمام ہیں اور بدترین نام حرب اور مرہ ہیں۔"

(ابوداؤد شریف)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالحکم کہلوانے کو سخت ناپسند فرمایا ہے اور اس کی ممانعت کی ہے ایک حدیث پاک میں حضرت شریح بن حانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ان کی قوم ان کو ابوالحکم کہہ کر پکارتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ:

"حکم خدا اور حکم اسی کے قبضہ واختیار میں ہے پھر تم نے ابوالحکم کنیت کیوں مقرر کی ہے۔"

انہوں نے کہا کہ میری قوم میں جب کسی معاملہ پر اختلاف ہوتا ہے تو فریقین میرے پاس آتے ہیں اور میں ان کے مابین ایسا فیصلہ کر دیتا ہوں کہ وہ تمام راضی ہو جاتے ہیں اور میرے حکم کو تسلیم کرتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لوگوں کے درمیان فیصلہ اور حکم کرنا بہت اچھی بات ہے۔ تمہارے کتنے بچے ہیں؟

میں نے کہا' تین بیٹے' شریح' مسلم' عبداللہ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں بڑا کون ہے میں نے عرض کیا شریح۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بس تمہاری کنیت ابوشریح ہے۔" (ابوداؤد' نسائی)

اپنے بیٹے یا بیٹی کا نام رکھنے کے ضمن میں باپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کو پیش نظر رکھنا چاہئے جو کہ اس حوالے سے بہترین رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

عقیقہ کرنا

اچھا اور پیارا سا اسلامی نام رکھنے کے بعد بچے کے عقیقہ کی طرف توجہ کرنی چاہیے مسنون طریقہ یہ ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کر دینا چاہئے اگر لڑکا ہے تو اس کی طرف سے دو بکرے اگر لڑکی ہے تو پھر اس کی طرف سے ایک بکرا ذبح کیجئے اس کے ساتھ ہی بچے کا سر بھی منڈا دیا جائے اگر کسی وجہ سے لڑکے کی طرف دو بکرے ذبح کر سکنے کی استطاعت نہ ہو تو پھر ایک ہی بکرا بھی ذبح کیا جا سکتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضہ اللہ تعالیٰ کا عقیقہ ایک ایک مینڈھے سے کیا۔ (ابو داؤد شریف)

عقیقہ کے ضمن میں حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہر بچہ اپنے عقیقہ میں گروی ہے ساتویں دن اس کی جانب سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور سر مونڈا جائے۔''

(احمد' ابو داؤد' ترمذی' نسائی)

حضرت ام کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک۔ اس میں حرج نہیں کہ نر ہوں یا مادہ۔'' (ابو داؤد' ترمذی' نسائی شریف)

روایات میں آتا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عقیقہ میں بکری ذبح کی اور یہ فرمایا کہ اسے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ

عنہا) اس کا سر منڈوا دو اور بالوں کے برابر وزن کی چاندی صدقہ کر دینا چنانچہ ہم نے بالوں کا وزن کیا تو ایک درہم یا کچھ کم تھے۔ عقیقہ کا گوشت کچا بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ اس کو پکا کر کھلایا جائے ابو داؤد شریف میں آتا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیقہ کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ جانور کی ایک ٹانگ دایہ کو بھیج دو اور باقی تم خود کھاؤ اور کھلاؤ۔

عقیقہ کا جانور ذبح کرتے ہوئے عقیقہ کی دعا بھی پڑھیے اس کا طریقہ یہ ہے کہ سب پہلے جانور کو قبلہ رخ لٹایا جائے پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر تیز چھری سے جانور کو ذبح کیا جائے ذبح کرتے ہوئے یہ دعا بھی پڑھی جائے۔

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ .... (یہاں پر جس بچہ کا عقیقہ ہے اس کا نام لے)

تَقَبَّلْهُ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَ خَلِيْلُكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ دَمُهَا بِدَمِهٖ لَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ شَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ عَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ۔

ترجمہ: اے اللہ! یہ عقیقہ ہے (فلاں بن فلاں کا) اس کو قبول فرما جس طرح تو نے اپنے حبیب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اپنے دوست ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے قبول کیا اس کا خون بچے کے خون کا فدیہ ہے اس کا گوشت بچے کے گوشت کا فدیہ ہے اس کے بال بچے کے بال کا فدیہ ہیں اور اس کی ہڈیاں بچے کی ہڈیوں کا فدیہ ہیں۔'' (اے اللہ اس کو قبول فرما)

عقیقہ کے لیے ساتواں دن بہتر ہے اور ساتویں دن نہ کر سکیں تو جب چاہیں کر سکتے ہیں سنت ادا ہو جائے گی۔ یعنی علماء کرام کا کہنا ہے کہ ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں دن یعنی سات دن کا لحاظ رکھا جائے یہ بہتر ہے اور یاد نہ رہے تو یہ کرے کہ جس دن بچے پیدا ہو اس دن کو یاد رکھیں اس سے ایک دن پہلے والا دن جب آئے وہ ساتواں ہو گا مثلاً جمعہ کو

پیدا ہوا تو جمعرات ساتواں دن ہے اگر ہفتہ کو پیدا ہوا تو ساتواں دن جمعہ ہے۔

عقیقہ میں جانور ذبح کرتے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے اگر یاد نہ ہو تو بغیر دعا پڑھے بھی ذبح کرنے سے عقیقہ ہو جائے گا۔ (بہار شریعت)

عقیقہ کا جانور انہیں شرائط کے ساتھ ہونا چاہئے جیسا قربانی کے لیے ہوتا ہے اس کا گوشت فقراء اور عزیز و اقارب، دوست و احباب کو کچا تقسیم کر دیا جائے یا پکا کر دیا جائے یا ان کو بطور ضیافت و دعوت کھلایا جائے یہ تمام صورتیں جائز ہیں۔

بہتر یہ ہے کہ گوشت میں سے ہڈی نہ توڑی جائے بلکہ ہڈیوں سے گوشت اتار لیا جائے یہ بچہ کی سلامتی کی نیک فال ہے اور ہڈی توڑ کر گوشت بنایا جائے اس میں بھی حرج نہیں گوشت کی جس طرح چاہیں پکا سکتے مگر میٹھا پکایا جائے تو بچہ کے اخلاق اچھے ہونے کی فال ہے۔

عوام میں یہ بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچے کے ماں باپ اور دادی دادا نانی نانا نہ کھائیں یہ غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ (بہار شریعت)

بچے کا ختنہ کرانا

ختنہ کرانا بھی اسلامی شعار اور سنت ہے مستحب یہ ہے کہ لڑکے کا ختنہ ساتویں روز کرا دیا جائے اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے تو پھر سات سال کی عمر کے اندر اندر ضرور کرا دینا چاہئے بعض علماء کرام کا کہنا ہے کہ زیادہ سے زیادہ بارہ برس کی عمر سے پہلے پہلے ضرور ختنہ کروا دیا جائے۔

ختنہ کے ضمن میں ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا،

"پانچ چیزیں فطرت سے ہیں یعنی انبیاء سابقین علیہم السلام کی سنت سے ہیں

ختنہ کرنا، زیر ناف بال مونڈنا، مونچھیں کم کرنا، ناخن ترشوانا اور بغل کے بال اکھیڑنا۔"
(صحیح بخاری و مسلم)

ختنہ کی اہمیت کے ضمن میں ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ کیا اُس وقت اُن کی عمر مبارک اسی 80 برس کی تھی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام سے سنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے "بچے کی پیدائش کے ساتھ عقیقہ ہے پس اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی وغیرہ دور کرو۔" (ترمذی شریف)

علماء کرام کا کہنا ہے کہ گندگی وغیرہ دور کرنے کا مفہوم بال اتروانا اور نہلانا وغیرہ ہے اور ختنہ بھی اسی حکم میں داخل ہے کیونکہ ختنہ بھی گندگی دور کرنے اور پاکی حاصل کرنے کے لیے ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اس سنت کی ادائیگی کی خوشی میں سادگی کے ساتھ عزیز و اقارب کو بھی اپنی خوشی میں شریک کرتے ہوئے کچھ کھلا پلا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں اس ضمن میں حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہماری اور نعیم کی ختنہ کرائی تو اس خوشی میں انہوں نے ایک مینڈھا ذبح کیا تو میں نے دیکھا کہ ہم اپنے ساتھ کے بچوں میں فخر اور خوشی کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہماری طرف سے تو مینڈھا ذبح کیا گیا۔ (ادب المفرد ص 182)

بچے کا ختنہ کرانا باپ کا کام ہے وہ نہ ہو تو اس کا وصی اس کے بعد دادا پھر اس کے وصی کا مرتبہ ہے، ماموں اور چچا یا ان کے وصی کا یہ کام نہیں البتہ بچہ اگر ان کی تربیت و عیال میں ہو تو کر سکتے ہیں۔ (بہار شریعت)

بچے کو پہلے لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہ سکھایا جائے

جب بچہ اس عمر کو پہنچ جائے کہ وہ اپنے منہ سے کوئی بات کرنے کے قابل ہوجائے تو چاہیے کہ بچے کو سب سے پہلے کلمہ لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا سکھایا جائے تاکہ بچے کے قلب و دماغ میں کلمہ توحید چھا جائے اور اسے بچپن سے ہی اس بات کی سمجھ آنا شروع ہوجائے کہ اللہ ہی معبود حقیقی ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں عام طور پر گھروں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جب بچہ کوئی بات کرنے کے قابل ہوتا ہے تو وہ اماں یا ابا کہہ کر گھر والوں کی توجہ حاصل کرتا ہے اور ماں باپ جب اپنے بچے کو اماں یا ابا کہتا ہوا سنتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں۔ غور کیجئے اگر آپ کا بچہ چھوٹی سی عمر میں جب لا اِلٰـہ اِلا اللّٰـہ کہنا شروع کردے تو کیا آپ کی خوشی دوگنی نہ ہوجائے گی اور پھر اللہ رب العزت بھی خوش ہوگا کہ میرے بندے نے اپنے بیٹے یا بیٹی کو کلمہ توحید سکھایا ہے جب اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوجائے تو اس کا فضل و کرم بندے کے شامل حال ہوجاتا ہے ایک حدیث پاک میں آتا ہے سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ”اپنے بچوں کو زبان کھولنے کے بعد سب سے پہلا کلمہ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہ “ کہلواؤ۔ (کنز العمال)

کلمہ لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی توحید و وحدانیت کا اقرار کیا جاتا ہے اور کفر کا رد کیا جاتا ہے یعنی اس حقیقت کا اقرار کیا جاتا ہے کلمہ توحید کی فضیلت کے ضمن میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا،

”حضرت نوح علیہ السلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں بیٹوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن سے روکتا ہوں ایک شرک اور دوسرا تکبر اور جن چیزوں کا حکم دیتا ہوں ایک لا

اِلٰہَ اِلا اللّٰہ ہے کہ تمام زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جائے تو وہ وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انہیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا کیا جاتا ہے۔“

(مستدرک حاکم)

ایمان کی مضبوطی اور عقیدہ توحید پر ثابت قدمی سے قائم رہنے کے لیے بچے کو بچپن سے ہی اس بات کی تعلیم دینی چاہیے اور اس کا پہلا سبق لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہ ہی ہونا چاہیے بچے کو اللہ تعالیٰ کے نام کے بارے میں بتایا جائے یعنی اسے ابتداء میں ہی اللہ تعالیٰ کے بارے میں آگاہی کی تعلیم مل جائے اور اللہ تعالیٰ کے نام کے بارے میں وہ جان جائے اس نام کا فائدہ یہ ہے کہ بچہ جب عقل و ہوش کے ناخن لے گا، تو سمجھ لے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا معبود اور آقا ہے۔

بعض علماء کرام کا کہنا ہے کہ جب بچہ بولنے لگے اور چھوٹے چھوٹے جملے ادا کرسکے، تو اس کی زبان کے اوپر شہد اور اندرونی نمک ملا جائے۔ اس سے وہ رطوبت جاتی رہتی ہے جو بول چال میں رکاوٹ بنتی ہے۔ جب وہ بولنا شروع کرے تو اس سے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہلوانا چاہیے۔ بچوں کے کان سب سے پہلے اللہ کی پاک ذات اور اس کی وحدانیت سے آشنا ہوں۔

ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والے بچے کا یہ حق ہے کہ اس کا باپ جب بچہ ہوشیار ہوجائے اور سمجھنے لگے تو اسے توحید کی بنیادی تعلیم سے روشناس کرائے اور نہائیت پیار سے سمجھانے کے انداز میں کہے۔

اے بچے! میں تجھے چند جملوں کی تعلیم دیتا ہوں: اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا! وہ تجھے یاد

رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا' تو اسے اپنے سامنے پائے گا! جب مانگنا' اللہ سے مانگنا' جب مدد طلب کرنا' اللہ سے مدد طلب کرنا۔

اگر تمام جن وانسان اکٹھے ہو کر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں تو' نہیں پہنچا سکیں گے' مگر جتنا اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور (اسی طرح) اگر تمام جن وانسان اکٹھے ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکیں گے مگر جتنا اللہ نے لکھ دیا ہو۔ قلم خشک ہو گئے اور دفتر تہہ (بند) کر دیئے گئے (مستدرک حاکم' ترمذی)

''اس روائیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے پیچھے سوار تھا' آپ نے فرمایا ''اے بچے!......الخ)

معلوم ہوا کہ یہ روایت توحید کی بنیادوں پر اور اللہ کی بندگی کرنے' صرف اللہ پر بھروسہ کرنے اور قضاء وقدر کے عقیدے پر ایمان لانے کی تعلیمات پر مبنی ہے جس سے دل کے اندر عزت' پیش قدمی' کارکردگی' دلیری اور بے خوفی پیدا ہوتی ہے۔

اولاد کی اچھی تربیت کرنا

اولاد کی اچھی تربیت کرنا ماں باپ کی ذمہ داری ہے حضرت ایوب بن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روائیت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا'

''اولاد کے لیے باپ کا کوئی عطیہ اچھی تربیت سے بہتر نہیں ہے۔''

(مشکوٰۃ شریف)

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'

''اپنی اولاد کی عزت کرو اور انہیں اچھے آداب سکھاؤ'' (ابن ماجہ)

اسی ضمن میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے بچہ کو ادب سکھائے تو یہ بلاشبہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ وغیرہ صدقہ کرے۔ (ترمذی)

اولاد کی اچھی تربیت کے بارے میں ایک اور مقام پر آتا ہے۔

حضرت عمرو بن سعید سے روایت ہے کہ حضور فخر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی ایسی بخشش نہیں دی جو اچھے ادب سے بڑھ کر ہو (ترمذی و بیہقی)

توجہ طلب بات

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں بخوبی طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اولاد کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے' بات یہ ہے کہ بچے بالکل سادہ لوح ہوتے ہیں' اگر ان کی تربیت نہ کی جائے اور علم وعمل سے آراستہ نہ کیا جائے تو صرف دیکھنے میں وہ انسان نظر آتے ہیں اور ان کے اخلاق وعادات وحشیانہ اور طور طریق بہیمانہ ہو جاتے ہیں۔

غلہ صدقہ کرنے سے اولاد کو ادب سکھانا بہتر ہے

حدیث میں جو فرمایا کہ انسان اپنے بچہ کو ادب سکھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ وغیرہ صدقہ کرے' اس میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ کہ صدقہ وخیرات اگرچہ فی نفسہ بہت بڑی عبادت ہے (اگر اللہ کی رضا کے لیے ہو) لیکن اس کا مرتبہ اپنی اولاد کی اصلاح پر توجہ دینے سے زیادہ نہیں ہے بہت سے لوگوں کو اللہ جل شانہٗ نے مال دیا ہے' اس میں سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور اولاد کی طرف سے پوری غفلت برتتے ہیں' مسکین آرہے ہیں گھر پر کھا رہے ہیں غریبوں کی روٹی بندھی ہوئی ہے'

مدرسہ اور مسجدوں میں چندہ جا رہا ہے' لیکن اولاد بے ادب بداخلاق' بے دین بلکہ بد دین بنتی چلی جا رہی ہے' صدقہ خیرات کرنے پر خوش ہیں' اور خوش ہونا بھی چاہیے' لیکن اس سے بڑھ کر عمل جو ہے جس کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے وہ اپنی اولاد کو ادب سکھانا ہے یعنی اللہ کے راستہ پر ڈالنا ہے' اس کے لیے فکر مند ہونا لازمی امر ہے' اس غفلت سے نسلیں کی نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

اولاد کے لیے بہترین عطیہ

حدیث میں اچھے ادب کو اولاد کے حق میں سب سے بڑی بخشش قرار دیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ادب کی وجہ سے انسان میں انسانیت جلوہ گر ہوتی ہے اللہ کے حقوق کو پہچانتا ہے اور بندوں کے حقوق بھی سمجھتا ہے اور اس کی وجہ سے حقیقی انسان بنتا ہے اگر اولاد کو مال دے دیا' بنگلہ بنا کر ہبہ کر دیا۔ دھن دولت سے نواز دیا اور زندگی گزارنے کے وہ طریقے نہ بتائے جس سے اللہ راضی ہو اور مخلوق کو راحت پہنچے تو جو کچھ مال و دولت اولاد کو دیا جائے گا یہ سب گناہوں اور اللہ کی نافرمانیوں میں اور ماں باپ کو ایذا رسانیوں میں خرچ ہوگا' ادب سے خالی اولاد ماں باپ کو دکھ دے گی خود ان کے سینہ پر مونگ دلے گی' جیسا کہ یہ سب چیزیں روز روشن کی طرح واضح ہیں آئے دن ان کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

ادب کا مفہوم

ادب بہت جامع کلمہ ہے' انسانی زندگی کے طور طریق کو ادب کہا جاتا ہے' زندگی گزارنے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں آتے ہیں' بندہ اللہ جل شانہٗ کے بارے میں جو عقائد رکھنے پر مامور ہے اور اللہ کے احکام پر چلنے کا جو ذمہ دار بنایا گیا ہے یہ وہ آداب ہیں جو بندے کو اللہ کے اور اپنے درمیان صحیح تعلق رکھنے کے لیے ضروری ہیں' فرائض اور

واجبات' سنن اور مستحبات وہ امور ہیں جن کے انجام دینے سے حقوق اللہ کی ادائیگی ہوتی ہے اور مخلوق کے ساتھ جو انسان کے تعلقات ہوتے ہیں ان میں ان احکام کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے جو مخلوق کی راحت رسانی سے متعلق ہیں ان میں بھی واجبات ہیں اور مستحبات ہیں اور ان کی تفصیل و تشریح بھی شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہے یہ وہ آداب ہیں جن کا برتنا مخلوق کے لیے باعث راحت و رحمت ہے۔ خلاصہ یہ کہ لفظ ادب کی جامعیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو شامل ہے' یہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے ادب سے بڑھ کر کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی بخشش نہیں دی' اس میں پورے دین کی تعلیم آ جاتی ہے کیونکہ دین اسلام اچھے ادب کی مکمل تشریح ہے بہت سے لوگ لفظ ادب کے معروف معنی لے کر اس کا رواجی مطلب لے لیتے ہیں اور انہوں نے اٹھنے بیٹھنے کے طریقوں تک ہی ادب کا انحصار سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ادب کا لفظ اپنے اندر وسیع مفہوم پوشیدہ کیے ہوئے ہے اور اولاد کی تربیت کے حوالے سے ایک جامع ترین لفظ ہے۔

اولاد کو اسلامی آداب سے روشناس کرائیں

باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت کے ضمن میں صرف اور صرف اسلامی آداب سے روشناس کرائے کیونکہ اسی میں اس کی اور اولاد کی فلاح ہے اسلامی اصولوں کے مطابق بچے کو آداب سکھانے سے ہی بچے کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے اور وہ ایک اچھا مسلمان اور معاشرے کا مفید رکن بنتا ہے۔ دین و دنیا میں کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔

بہت سے لوگ اولاد کو ادب سکھاتے ہیں لیکن دشمنان اسلام نے جو زندگی کے آداب بتا رکھے ہیں انہی کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں' اسلام کے خلاف جو چیزیں ہیں وہ آداب نہیں ہیں وہ تو انسانیت کا خون کرنے والی چیزیں ہیں' آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے معاشرہ میں اسلامی آداب ختم ہو چکے ہیں' شرم و حیا ناپید ہو چکی ہے بڑوں کی

عزت کی کوئی پرواہ نہیں رہی' حلال وحرام کا کوئی دھیان نہیں رہا' ان سب چیزوں کے نتیجے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں' رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں' لڑکیاں اغوا ہو رہی ہیں' بے بیاہی لڑکیاں صاحب اولاد بن رہی ہیں' ماں باپ کو ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی ہے بلکہ مال پر قبضہ کرنے کے لیے باپ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے واقعات سنے گئے ہیں اور طرح طرح کے عیوب جڑ پکڑ چکے ہیں بے شرمی اختیار کر کے پھولے نہیں سماتے خوش ہیں کہ میں ماڈرن ہو گیا' میری اولاد نے یورپ والوں کا لباس پہن لیا' امریکہ والوں کی نقل اتار لی' ایسے لوگ برائی کو برائی تک نہیں سمجھتے ان کو چھوڑنے اور چھڑانے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

اللہ جل شانہ' امت محمدیہ پر رحم فرمائے اور دینی سمجھ دے اور اسلامی اخلاق و آداب سے آراستہ ہونے کی فکر نصیب کرے۔

اولاد کی دینی تعلیم وتربیت سے غافل لوگ

ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کی بہت بھرمار ہے جو اپنی اولاد کی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے والدین اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور اولاد گلی کوچوں میں بھٹکتی پھرتی ہے۔ بچوں کے لیے پیٹ کی روٹی اور تن کے کپڑوں کا تو انتظام کر دیتے ہیں لیکن ان کی باطنی پرورش یعنی اخلاقی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے' ان میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے اپنے ماں باپ نے ان کا ناس کھویا تھا انہیں پتہ ہی نہیں کہ تربیت کیا چیز ہے اور بچوں کو کیا سکھائیں اور کیا سمجھائیں اور اس عظیم غفلت میں ان لوگوں کا بھی بڑا حصہ ہے جو خود تو نمازی ہیں اور کچھ اخلاق و آداب سے بھی واقف ہے' لیکن ملازمت یا تجارت میں کچھ اس طرح اپنے آپ کو پھنسا دیا ہے کہ بچوں کی طرف توجہ کرنے کے لیے ان کے پاس گویا وقت ہی نہیں حالانکہ زیادہ کمانے کی ضرورت اولاد ہی کے لیے ہوتی ہے۔ جب زیادہ کمانے کی وجہ سے خود اولاد ہی کے اعمال و اخلاق کا خون ہو جائے تو

ایسا کمانا کس کام کا؟

بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جو اچھا خاصا علم بھی رکھتے ہیں مصلح بھی ہیں اور مرشد بھی ہیں' دنیا بھر کے لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں' سفر پر سفر کرتے رہتے ہیں' کبھی یہاں وعظ کہا کبھی وہاں تقریر کی۔ کبھی کوئی رسالہ لکھا' کبھی کتاب تالیف کی لیکن اولاد کی اصلاح سے بالکل غافل رہتے ہیں' حالانکہ اپنے گھر کی خبر لینا سب سے بڑی ذمہ داری ہے' اولاد کی جانب سے چند سال غفلت برت لیتے ہیں اور ان کی عمر دس بارہ سال ہو جاتی ہے تو اب ان کو صحیح راہ پر لگانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں توجہ تو ہے لیکن وہ اولاد کو حقیقی علم اور حقیقی ادب سے بالکل محروم رکھتے ہیں یعنی اولاد کو اسلام نہیں سکھاتے۔ بیس بیس سال کی اولاد ہو جاتی ہے جنہیں کلمہ تک یاد نہیں ہوتا' یہ لوگ نہ نماز جانتے ہیں نہ اس کے فرائض نہ واجبات' نہ اسلام کے عقائد پہچانیں' نہ دین کو جانیں' اس قسم کے لڑکوں اور لڑکیوں کے والدین یورپ کے طور طریق سب کچھ سکھاتے ہیں' کوٹ پتلون پہننا بتاتے ہیں اپنے ہاتھ سے ان کے گلوں میں ٹائی باندھتے ہیں' ناچ رنگ کے طریقے سمجھاتے ہیں عورتیں بیاہ شادی کی رسمیں بتاتی ہیں' غلط باتوں کی تعلیم دیتی ہیں اور اس طرح ماں باپ دونوں مل کر بچوں کا خون کر دیتے ہیں اور طرہ یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ اور بچی ماڈرن ہے' انگریز بن رہے ہیں' ترقی یافتہ لوگوں میں شمار ہونے لگے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان کی آخرت برباد ہو گئی' اعمال صالحہ سے خالی ہیں' اخلاق حسنہ سے کورے ہیں' آداب اسلامیہ سے نابلد ہیں اور عقائد بھی صحیح نہیں حالانکہ سب جانتے ہیں کہ موت کے بعد کی ابدی زندگی کی بہتری اور وہاں کی نجات صحیح عقائد اور صحیح اعمال پر ہی منحصر ہے۔

صحیح عقائد اور صحیح اعمال اور صحیح آداب وہ ہیں جو ابدی عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھائے اور اللہ کی کتاب قرآن حکیم نے بتلائے' جو ان سے خالی ہے اس کے لیے آخرت میں عذاب ہی عذاب ہے' دنیا کی چند دن کی جھوٹی بہار آخرت کے

ابدی عذاب کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتی' بہت سے مدعیان اسلام اس طرف بالکل توجہ نہیں کرتے۔

باپ کو اولاد کی تربیت کا طریقہ آنا چاہیے

بچے کی پیدائش سے پہلے ہی ہونے والے باپ کو بچے کی نشوونما کے متعلق مطالعہ کرلینا چاہیے۔ صاحبِ اولاد ہونے والے لوگوں کے لیے اگر کہیں ایسی معلومات بہم پہنچانے کا کوئی ذریعہ ہو تو اس سے انہیں ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اگر باپ ایسی معلومات سے لیس ہو تو اس کے لیے یہ آسان ہو جائے گا کہ وہ بچے کو اپنی محبت اور خیر خواہی کا یقین دلا سکے۔ باپ کی سب سے پہلی کوششیں یہی ہونی چاہئیں کہ بچے کو دنیا کے پسندیدہ مقام ہونے کا یقین دلا دے۔ اگر پہلے ہی دن سے ماں باپ دونوں بچے کا خیر مقدم کریں اور اس سے محبت کرنے لگیں تو ایک خوش و خرم شخصیت کی نشوونما شروع ہو جائے گی۔ یہ بات اتنی اہم ہے کہ اس کی پوری اہمیت بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں مل سکتے۔

بچے کے اس احساس میں کہ اس کی ضرورتوں کو محسوس کر کے قبول کر لیا گیا ہے' باپ اس طرح اضافہ کر سکتا ہے کہ مناسب وقت صرف کر کے دیکھ لے کہ آیا اس کی ضروریات بلا تاخیر اور بہ رضا و رغبت پوری ہو رہی ہیں؟...... زندگی کے ابتدائی ہفتوں میں اگر بچے کو وافر محبت اور توجہ حاصل ہو یعنی اسے بھوک کے وقت غذا اور ضرورت کے وقت آرام بہ آسانی مل جائے تو بچہ ان دشوار مسائل کے مقابلے کے لیے خوب تیار ہو جائے گا جن سے آئندہ اس کا دوچار ہونا ناگزیر ہے۔ اگر اس کی زندگی کا پہلا سال نا اُمیدیوں کے بغیر بسر ہو جائے تو آگے چل کر پیش آنے والی حوصلہ شکن باتیں اس پر آسانی سے غلبہ نہ پا سکیں گی۔

اگر کوئی شخص اپنے شیر خوار بچے پر خوشی خوشی زیادہ توجہ صرف کرتا ہے تو زمانہ شیر

خوارگی کے گزر جانے کے بعد اُسے بچے کے ساتھ رہنے میں زیادہ لطف آنے لگتا ہے۔
اب بچہ اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ باتیں کرنے لگتا ہے۔ اور باپ اس کے کھیل میں شریک ہو سکتا ہے۔ کبھی گھروندا بنانے میں کبھی کسی چیز کی مرمت کرنے میں۔ یہ ایسی عمر ہوتی ہے۔ جب بچوں پر باپ ہی باپ چھایا ہوتا ہے۔ بچے سمجھتے ہیں کہ کوئی کام ایسا نہیں' جسے باپ نہ کر سکتا ہو۔ چاہے کسی ٹوٹ ہوئے کھلونے کی مرمت ہو' چاہے کسی چوٹ کا علاج باپ سب کچھ کر سکتا ہے۔

بچے کی زندگی کے پہلے پانچ چھ سال ہی اس کی آئندہ شخصیت کا بڑی حد تک تعین کر دیتے ہیں لہٰذا جب بچے کا کردار ڈھل رہا ہو تو باپ کی توجہ اس تشکیل میں نہایت مؤثر جزو ہوتی ہے۔

یہی وقت ہوتا ہے جب بچہ اپنے ماں باپ دونوں کے مشاہدے کی بنا پر دوسرے لوگوں کے متعلق اپنے تصورات قائم کرتا ہے' اور سختی یا مہربانی کے سلوک سے اس کے دل میں مختلف قسم کے ردعمل پیدا ہوتے ہیں۔

بچے کو طہارت و صفائی کی تربیت دینا

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام طہارت و صفائی کو پسند فرماتے ہیں پاک صاف رہنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مبارکہ ہے باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کو طہارت و صفائی کی تربیت کے معاملے میں غفلت نہ کرے اور اس سلسلہ میں اچھا انداز اپنائے کہ بچہ صفائی و طہارت کی اہمیت کو محسوس کرنے لگے اور سمجھنے لگے کہ صفائی ستھرائی اچھی چیز ہے۔

اپنی دو سالہ بچہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک باپ نے کہا کہ ''یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہماری زندگی تو صفیہ کے بٹن لگانے اور بٹن کھولنے ہی سے عبارت ہے۔''

اس حصہ عمر میں طہارت کی تربیت اکثر ایک بڑا مسئلہ ہوتی ہے۔ ڈاکٹروں کی رائے یہ ہے کہ آگے چل کر بچہ جتنے بھی رجحانات پیش کرتا ہے۔ مثلاً بالادستی کے متعلق صفائی ستھرائی کے متعلق یا دیگر معاملات کے متعلق .... ان میں سے بیشتر کا پتہ اس کی ابتدائی طہارتی تربیت میں لگایا جاسکتا ہے۔ اگر بچے کو طہارت کی تربیت دینا زیادہ تر ماں کا کام ہوتا ہے' کیونکہ بچے کے جاگنے کے اوقات میں زیادہ تر ماں ہی اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ پھر بھی باپ اس کام میں ہاتھ بٹا سکتا ہے' اور اسے بٹانا چاہیے۔

اپنی بیٹی یا بیٹے کی تربیت کے بارے میں باپ جو کچھ سوچتا کہتا اور کرتا ہے اس میں یہ بھی دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس معاملے میں اس کی بیوی کے انداز نظر پر اس کا کیا اثر پڑا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ یا تو باپ خود اور یا بچے کی ماں کو متاثر کر کے اس سے بچے کی نشوونما کے کسی ایک رخ پر ایسا زور ڈلوادے جس کا نتیجہ مضر نکلے یا ممکن ہے کہ کسی قسم کی تربیت قبل از وقت ہی شروع ہو جائے۔ باپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ تربیت کے لیے بچے کے اعصاب کو پہلے کافی نشوونما پالینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں شعوری طور پر قبضے میں لانے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے' اس لیے باپ کو کئی سال تک تربیت جاری رکھنے کے لیے آمادہ رہنا چاہیے بڑھوتری اور نشوونما کے تمام معاملات میں ہر بچے کی اپنی ایک جداگانہ رفتار ہوتی ہے تربیت پانے کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اگر کسی بچے کی رفتار سست ہو تو دوسرے بچوں سے اس کا مقابلہ کرنے سے اس میں تیزی ہرگز نہیں آسکتی۔

بچے کو خوفزدہ نہ کیا جائے

بستر پر پیشاب کر دینے پر ایک باپ کے اظہار نفرت اور تین سال کے حماد سے کبھی کبھی کوتاہی ہو جانے پر سخت سزا کے ڈراوے سے یہ نتیجہ نکلا کہ سارا گھر مغموم ہو گیا۔ کمسن بچہ چوکنا اور ڈرا سہما رہنے لگا۔ ماں روز بہ روز زیادہ مضطرب رہنے لگی کہ حماد کی کوتاہی کو فوراً چھپا دے اور باپ کی بار بار پٹائی سے وہ بچ جائے۔ مگر ماں' باپ اور بچہ تینوں

اصلی مقصد یعنی ضبط کی تربیت کو بالکل ہی بھول گئے۔ باپ کو ہر وقت یہ خیال لگا رہتا کہ بچہ گیلا سیلا نہ رہے اور ماں اپنے شوہر کے غصے کو فرو کرنے میں اپنی قوتیں صرف کرتی رہتی۔ اس سخت گیری کا جو اثر بچے کی شخصیت پر پڑ رہا تھا' اس سے باپ بالکل غافل تھا۔ چنانچہ رات کے وقت بستر کو خشک رکھنا تو حماد نے بعد میں سیکھا مگر دھوکا دینے کی قدروقیمت سے وہ پہلے ہی واقف ہو گیا۔

بدقسمتی سے اس بچے نے اس الجھن سے بچنے کے لیے جن سے وہ ڈرتا تھا۔ بدترین راستہ اختیار کیا۔ بچے جان بوجھ کر محض سرکشی کے لیے بستر میں پیشاب نہیں کرتے۔ اس بارے میں ضرورت سے زیادہ سختی مضر ثابت ہوتی ہے۔ اگر والدین کچھ رعایت برتیں تو بہتر نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کوتاہیوں پر سخت سزا کے خوف سے بچہ ڈرپوک ہو جاتا ہے' اور جس خود اعتمادی کی اسے ضرورت ہوتی ہے' اس سے محروم ہو جاتا ہے۔

بچے کی حوصلہ افزائی کریں

بچے کی طہارتی تربیت زیادہ کامیاب اس طرح ہو سکتی ہے کہ جب اس کا بستر گیلا نہ ہو تو اس کی تعریف کی جائے۔ نہ اس طرح کہ ''اتفاقات'' پر اسے ڈانٹا جائے۔ نرمی' دوستی اور پسندیدگی سے بچہ سمجھتا ہے کہ یہ کام ایسا ہے کہ اسے دوبارہ کیا جائے۔ اگر باپ بھی دلچسپی لینے لگے اور پسندیدگی کا اظہار کرنے لگے تو صرف ماں کے کہنے سے وہ جتنا خیال رکھتا ہے اس سے زیادہ خیال رکھنے لگے گا۔

یہ بات اتنی اہم نہیں ہے کہ بچہ طہارت کی عادتیں کتنی جلدی سیکھتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ سکھانے کا عمل اس کی نشوونما پاتی ہوئی شخصیت پر کیسا اثر ڈال رہا ہے۔

ضد کرنے اور باپ کے مشورے کو ٹال جانے کے بیج اسی حصہ عمر میں جڑ پکڑتے ہیں اگر والدین ہر وقت پیچھے پڑے رہیں یا برا بھلا کہتے رہیں تو بچے میں کہنا نہ ماننے کی خو پیدا ہو جاتی ہے' مثلاً سلمیٰ کے والدین اُسے طہارتی تربیت دینے کی کوششوں میں اس قدر سختی

اور تقاضا کرتے کہ اس بچی نے بڑوں کی رائے سے بچے رہنے کے لیے بے پروائی کا ایک خول اپنے اوپر چڑھا لیا۔ اسے جو تکلیف پہنچی تھی یہ گویا اس سے اپنے بچاؤ کا ذریعہ تھا' زاہد نے اس کے برعکس اپنے والدین کے اونچے معیاروں کو حاصل کرنے کے لیے اتنی شدید کوشش کی کہ وہ ضرورت سے زیادہ محتاط بن گیا۔ جو کام بھی اسے کرنا ہوتا وہ اس کی ذرا ذرا سی تفصیلات کو اصل مقصد سے بھی زیادہ اہمیت دینے لگتا۔

تربیت کے زمانے کے کئی سال بعد بعض بچے ایسے دور میں سے گزرتے ہیں جس میں وہ اپنے والدین کو چڑا کر لطف اٹھاتے ہیں۔ مثلاً منہ سے طرح طرح کی ''طہارتی آوازیں'' نکالتے ہیں۔ نامناسب الفاظ بے دھڑک استعمال کرتے ہیں۔ دیواروں پر لکھتے ہیں بے پروائی سے کھانا الٹ دیتے ہیں یا جب اپنے بہترین کپڑے پہنے ہوں تو جان بوجھ کر کیچڑ پانی میں چلتے ہیں۔ ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ بچوں کی طہارتی تربیت میں والدین نے ابتداء میں جو نامہربانی یا سختی کا انداز اختیار کیا تھا اس کے خلاف جو ناراضی بچوں کے دل میں جمع ہوگئی تھی یہ سرکشانہ طرز عمل بالعموم اسی کا مظہر ہوتا ہے۔

چھوٹے بچے کے ساتھ کھیل میں شریک ہونا

بچے کی طہارتی تربیت میں شریک ہونا باپ کے لیے خاصا دشوار کام ہوتا ہے۔ مگر آگے چل کر ان تکلیفوں کا صلہ اُن بہت سے مواقع کی صورت میں مل جاتا ہے جن میں بچے کے ساتھ کھیل اور ہنسی دل لگی کی باتیں ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بچوں کے ساتھ زندگی کا یہی زمانہ ہوتا ہے جس کی آس بیشتر والدین لگائے رہتے ہیں۔

اور یہاں پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ بچوں میں بڑھوتری کیسے ہوتی ہے۔ باپ اپنے نوزائیدہ بیٹے کو تکتے ہوئے اپنے ذہن میں اس چھوٹے سے بلے یا فٹ بال کا تصور کرتا ہے جو اُسے جلد ہی کسی دن خریدنا ہوگا۔ وہ خیالی پلاؤ پکانے لگتا ہے کہ جیسے ہی میرا بیٹا پوتڑوں کی عمر سے نکلے گا۔ میں اُسے کھیل کے میدان میں لے جا کر بلا چلانا اور فٹ بال کھیلنا

سکھاؤں گا۔

مگر باپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بچے کے بڑے پٹھے پہلے بڑھتے ہیں اور وہ چھوٹے پٹھے جن سے نازک حرکی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ بہت بعد میں نشوونما پاتے ہیں۔ باپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ سنجیدہ قواعد وضوابط کے کھیل بہت کم عمر بچے کے بس کے نہیں ہوتے اور یہ بھی کہ کمسن بچہ ٹیم کے کھیلوں کے لائق آٹھ نو برس کی عمر سے پہلے نہیں ہوتا۔ یہ بھی جان لینا چاہیے کہ بچے کی دلچسپیاں دیرپا نہیں ہوتیں اور عنفوان شباب کو پہنچنے تک بدلتی رہتی ہیں۔

عمر کے ابتدائی زمانے میں باپ سیدھی سادھی مہارت حاصل کرنے میں بچے کی مدد کر سکتا ہے۔ وہ اپنے بچے کو گیند پھینکنی اور گیند پر لپکنا سکھا سکتا ہے۔ رنگین پنسلوں اور چکنی مٹی اور رنگوں سے کام کرنا سکھا سکتا ہے اور تین پہیوں کی سائیکل پر سوار ہونا بتا سکتا ہے اور جب امجد اور ثمینہ کو جھولے میں بٹھا کر جھونٹے دے تو انہیں سمجھا سکتا ہے کہ اپنی باری کافی دیر تک لینے کے بعد دوسرے لڑکے لڑکیوں کے لیے انہیں جھولا کیوں چھوڑ دینا چاہیے۔ اور ایک احتیاط یہ ہے کہ بہت چھوٹی عمر کے بچے سے کھیلنے میں باپ کو زیادہ نمو سے کام نہیں لینا چاہیے۔ بچے کو ہوا میں اچھالنے یا اٹھا کے گرانے سے کہ اس کا سانس پھول جائے بچے کے دل میں خوف بیٹھ جاتا ہے۔ اس کی کلکاریاں خوشی کا نہیں خوف کا اظہار کرتی ہیں۔ گھر میں باپ کی حاکمیت بچوں کے لیے زیادہ قابل قبول اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ اس کی حیثیت محض ایک ناظم خاندان اور مادی ضروریات فراہم کرنے والے ہی کی نہ ہو۔ اگر باپ کام اور کھیل دونوں میں گھر کے دوسرے افراد کے ساتھ شریک رہتا ہے تو بچے اس کی پوری شخصیت کو زیادہ اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں یعنی ایک ایسا شخص جو مذاق کی باتوں پر ہنستا ہے مشکل مسائل درپیش ہوں تو پریشان ہوتا ہے' جب کام ٹھیک نہیں ہوتے تو بددل ہوتا ہے اور جب دوسرے اس سے محبت کا اظہار کرتے ہیں' اور اس کی تعریف کرتے ہیں تو خوش ہوتا ہے۔

گھر کے بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں جن میں باپ اگر دلچسپی لے تو بچے تفریح کے طور پر بھی ان میں شریک ہو کر مدد کر سکتے ہیں۔ باپ کی شرکت سے کام میں کھیل کا لطف پیدا ہو جاتا ہے اور ماں کی نگرانی میں جو کام روزانہ کرنے پڑتے ہیں' ان سے یہ کام مختلف نظر آنے لگتے ہیں۔

عبدالرشید صاحب نے اپنے بچوں سے کہا ''سنو بھئی'' کل صبح ناشتا ہم سب مل کر تیار کریں گے چھٹی کا دن ہے' اماں کو کل دیر سے اُٹھنے دو۔ اچھا بتاؤ ناشتے میں کیا کیا ہونا چاہیے؟

چپکے چپکے سازش کے انداز میں سب ناشتے کی چیزیں طے کرتے ہیں اور بڑے شوق سے صبح کے خواب دیکھتے ہیں۔

ایک اور مثال لیجیے۔ مستری غلام رسول سے اس کی بیٹی ایک سنگھار میز لا دینے کی فرمائش کرتی ہے' وہ انکار کر دیتا ہے' کیونکہ بنی بنائی میز خریدنا اس کے بس کی بات نہیں ہے مگر مستری کہتا ہے۔ ''اچھا اگر تم میز کو رنگنے اور اس کا غلاف سینے کا وعدہ کرو تو ہم تمہیں خود میز بنا دیں گے۔''

مستری کا لڑکا کہتا ہے ''ابا جی میز بنانے میں مَیں آپ کا ہاتھ بٹاؤں؟ میز کے ساتھ ہی شاید میری ڈیسک بھی بن جائے۔''

اماں نے کہا۔ ''اچھا تو غلاف سینے میں مَیں ننھی کی مدد کروں گی۔''

جب یہ منصوبہ بروئے کار آیا تو بچوں نے کہا ''یہ کام تو خاصا مزے دار کھیل ہے۔''

کھیل بھی اس وقت زیادہ پر لطف ہوتا جاتا ہے جب اس میں باپ بچوں کے ساتھ شریک ہو جائے .... چاہے یہ کھیل چھوٹے بچے کے لیے گیند لڑھکانا ہو بچے کی بنائی ہوئی کسی چیز کی تعریف ہو' باقر میاں کو کرکٹ کھیلانا ہو' یا سارے خاندان کے ساتھ آنکھ مچولی۔

بچے کا پاؤں پر کھڑا ہونا

چھوٹا بچہ جب اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر چلنا سیکھتا ہے تو ماں باپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی ماں اور باپ دونوں ہی بچے کو خوب چاہتے ہیں باپ خیالوں ہی خیالوں میں اپنے بچے کو ہر میدان میں کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہوا دیکھتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بچہ ایک بہادر انسان بنے بزدلی اور پست ہمتی کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دے اس لیے وہ بچے کو بچپن ہی سے دلیر اور سخت جان بنانے کا خواہاں ہوتا ہے مقبول احمد اپنے ہمسائے تنویر احمد سے بہت متاثر ہیں کیونکہ تنویر احمد اپنے بچے کی تربیت جس انداز سے کر رہے ہیں اس انداز کو مقبول احمد بہت پسند کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں ایک دن مقبول احمد نے دیکھا کہ تنویر احمد کا بیٹا نوید بڑھک کر گرتا ہے اور غصے اور تکلیف کے مارے چیخنے لگتا ہے۔ ویسے تو ہے یہ میرے خوش دن گھٹنوں سینے والا بچہ ہے جو بہت کم روتا ہے اور اس کا باپ اپنے بچے کی ''مردانگی'' پر ناز کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کا بچہ کمسنی ہی میں جان جائے کہ دنیا ایک سخت مقام ہے۔ جہاں بہت کم کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ نوید کی ماں لپک کر اُسے گود میں اٹھا لیتی ہے اور جب تک وہ رونا بند نہیں کرتا وہ اسے چمکارتی پچکارتی رہتی ہے۔ حالانکہ نوید کے زیادہ چوٹ نہیں لگی تھی۔ شوہر اپنی بیوی کی اس بات سے ناراض ہو جاتا ہے۔

لیکن جسمانی اعتبار سے نوید نے ابھی پوری طرح اپنی پیروں پر کھڑا ہونا نہیں سیکھا ہے۔ اسے ابھی اپنی بہت سی جسمانی۔ معاشرتی اور جذباتی نشوونما کرنی ہے...... اس سے پہلے کہ وہ پوری طرح اپنے پیروں پر آپ کھڑا ہو جائے۔

یہ تو یقینی امر ہے کہ صحت مند معاشرتی نشوونما کے لیے باپ کا ضرورت سے زیادہ تحفظی رجحان مفید نہیں ہوتا لیکن ایسے وقت بھی آتے ہیں جب تندرست و توانا بڑی عمر والوں کو بھی نسبتاً زیادہ توجہ کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ اور جب یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو وہ اپنے کو زیادہ قوی اور پر اعتماد محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بچہ جس کی ہر طرح کی

نشوونما پوری کامیابی کے ساتھ ہوئی ہو اگر اُسے بھی وقت ضرورت تھوڑی سی زیادہ توجہ مل جائے تو اسے اس سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کے برعکس اگر بچہ یہ محسوس کرے کہ اس کے والدین محبت میں کمی کر رہے ہیں تو امکان یہ ہے کہ وہ زیادہ دنوں تک والدین سے چمٹا رہے گا۔ اور جیسا کہ ہر بات میں ہوتا ہے اگر باپ بچے سے کمال کا طالب نہ ہو تو بچہ زیادہ رضامندی سے سیکھتا ہے۔ اس کے ساتھ اگر باپ بجائے اعتراض کرنے کے تحمل اور حوصلہ افزائی سے کام لے تو اور بھی اچھی طرح اپنا مقصد حاصل کر سکتا ہے۔

بچے کی نشوونما میں کھیل کی اہمیت

اپنے بچے کی تربیت کے حوالے سے جہاں باپ بہت سی باتوں کا خیال رکھتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اس کا بچہ معاشرے کا مفید اور صحت مند فرد بنے تو وہ اس بات سے بھی بخوبی طور پر آگاہ ہوتا ہے کہ کھیل کی بچے کی نشوونما میں کس قدر اہمیت ہے اس سے بچے کی ذہنی اور جسمانی نشوونما میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ ایسے کھیل جن کی شریعت مطہرہ نے اجازت دی ہے اور جو صحت پر اچھے اثرات مرتب کرتے ہیں ان کھیلوں کی بچے کو اجازت دینی چاہیے تاکہ آپ کا بچہ تندرست و توانا اور صحت مند رہے اس طرح کے اچھے کھیلوں سے صحت اچھی رہتی ہے کوئی مرض نہیں ہونے پاتا بچہ ہر وقت خوش و خرم اور چست و چالاک رہتا ہے اور اس میں ہمت دلیری اور بڑے بڑے کاموں کے کرنے کا حوصلہ و جذبہ پیدا ہوتا ہے اس کا ذہن پاکیزہ ہو جاتا ہے صحت مند جذبات فروغ پاتے ہیں۔

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اچھے کھیلوں کو ناپسند نہیں فرمایا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو ورزش کا شوق بھی بہت دلاتے رہتے تھے خود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت طاقتور تھے۔ عرب کا مشہور پہلوان رکانہ جسے اپنی طاقت پر بڑا زعم تھا اور اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرط لگائی تھی کہ اگر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے پچھاڑ دیں گے تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تین مرتبہ

پچھاڑا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نشانہ بازی کی مشق بھی کراتے تھے اس کے لیے لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرایا جاتا تھا۔ گھوڑے کی سواری آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاص طور پر پسند تھی مدینہ طیبہ سے باہر ایک میدان تھا وہاں گھوڑ دوڑ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گھوڑا بھی دوڑتا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت خوشی ہوتی کبھی اونٹوں کی دوڑ کا مقابلہ بھی ہوتا تھا۔

بچے کو اچھی کھیلوں میں حصہ لینے سے روکنا نہیں چاہیے کھیلوں میں حصہ لینے سے بچے کی ذہنی و جسمانی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے بہت سی معلومات سے آگاہی بھی ہوتی ہے اور علمی استعداد بڑھ جاتی ہے باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی صحت و تندرستی اور ان کے خیالات میں صحت مندانہ رجحانات پیدا کرنے کی غرض سے بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی ایسے کھیل کھیلنے میں معاونت و رہنمائی کرے جس میں بچوں کی دلچسپی ہو اور کچھ سیکھنے کی جستجو پائی جائے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے نظیر ذہانت خداداد کی بدولت چودہ برس کی عمر میں ہی تمام علوم دینی سے فارغ التحصیل ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا چنانچہ آپ کے درس میں مقامی طالبان علم کے علاوہ دور دور سے معمر علمائے کرام بھی آپ کی قابلیت علمی سے فائدہ اُٹھانے کی غرض سے درس میں شمولیت اختیار کرتے تھے ایک روز درس کے دوران دو چڑیاں لڑتی لڑتی آپ کے سامنے گریں۔ آپ نے جھٹ اپنا عمامہ اتار کر ان پر پھینک دیا آپ کی اس طفلانہ حرکت سے متاثر ہو کر بعض معمر اور ثقہ بزرگ اور علمائے کرام کچھ چیں بہ چیں ہو گئے آپ نے ان کے چہرے پر ملال کے آثار دیکھتے ہوئے یہ کہہ کر سب کو خاموش کر دیا۔ اَلصَّبِیُّ صَبِیٌّ وَّ لَوْ کَانَ اِبْنُ نَبِیٍّ یعنی لڑکا لڑکا ہی ہے خواہ نبی ہی کا لڑکا کیوں نہ ہو۔

لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو علاوہ تعلیم کے فارغ اور مناسب اوقات میں کھیلنے کودنے سے بالکل منع نہ کریں کیونکہ وہ بچپن میں فطرتاً کھیل کود کی طرف زیادہ راغب

ہوتے ہیں نہ صرف انسان بلکہ حیوانات کے بچے بھی اس خاصہ فطرت سے مبرا نہیں۔

ایک بوڑھا شخص اپنے گھر میں پڑھنے لکھنے میں مصروف تھا۔ محلے کے لڑکے کھیلتے اور شور مچاتے تھے۔ بوڑھے نے شور وغل سے تنگ آ کر کہا لڑکو! تم کیا کر رہے ہو؟ ایک حاضر جواب لڑکے نے جواب دیا۔ حضرت ہم وہی کچھ کر رہے ہیں جو آپ اس عمر میں کیا کرتے تھے۔

بچوں کی اچھی تربیت کا فائدہ

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اور جو اعمال وہ آگے بھیج چکے اور جو نشانات پیچھے چھوڑ گئے سب کو ہم لکھتے ہیں۔ (یٰسین 10)

آیت کریمہ سے اشارۃ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ آدمی کے صرف اعمال لکھنے پر اکتفاء نہیں کرتا۔ بلکہ آدمی کے مرجانے کے بعد بھی وہ ان کے نیک اعمال کا بھلائی سے اور برے اعمال کا بدی کے ساتھ بدلہ دیتا ہے اور چونکہ اولاد آدمی کی سب سے بڑی نشانی اور اس کے بعد باقی رہنے والے آثار ہیں' اس لیے وہ جو نیک کام کریں گے' باری تعالیٰ اس کا اجر ان کے والدین کے نامہ اعمال میں درج کرے گا اور اولاد کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

اولاد کی اچھی تربیت کرنے کا فائدہ نہ صرف اس دنیا میں ہوتا ہے بلکہ آخرت میں بھی بندے کو اس کا فائدہ ملتا ہے بہت سی احادیث مبارکہ اس ضمن میں وارد ہوئی ہیں کہ جن سے بخوبی طور پر پتہ چلتا ہے کہ اولاد کی اچھی تربیت بندے کو مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچاتی ہے چنانچہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے' سوائے تین

کاموں کے کہ ان کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ 1 صدقہ جاریہ 2 وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ 3 صالح اولاد' جو اس کے حق میں دعاء خیر کرے۔ (مسلم)

اگر بندے نے اپنی اولاد کو نیکی کی تلقین کی ہوگی اچھے انداز سے اس کی تربیت کی ہوگی اور اولاد نیک اعمال کرتی ہوگی تو نہ صرف اولاد فائدے میں رہے گی بلکہ وہ بندہ بھی فائدے میں رہے گا۔

اوپر دی گئی حدیث مبارکہ میں صدقہ جاریہ سے مراد وہ صدقہ ہے جس کا فیض عرصہ تک جاری رہے۔

جب تک آدمی زندہ رہتا ہے خود نیکیاں کماتا ہے اور اپنے لئے آخرت میں ذخیرہ جمع کرتا رہتا ہے' لیکن جب موت آجاتی ہے تو اعمال ختم ہو جاتے ہیں اور ثواب جاری رہنے کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے' البتہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اس کے عمل کا نتیجہ ہیں اور ان کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

صدقہ جاریہ کا ثواب برابر جاری رہتا ہے' صدقہ جاریہ اس کو کہتے ہیں جس کا نفع وقتی طور پر ختم نہ ہو جائے بلکہ اس سے لوگ متمتع ہوتے رہیں اور صدقہ کرنے والے کو ثواب ملتا رہے' مثلاً کوئی مسجد بنوادی' دینی مدرسہ کی تعمیر میں حصہ لیا' کسی دار العلوم میں تفسیر و حدیث اور فقہ و فتاویٰ کی کتابیں وقف کر دیں۔ کہیں کنواں کھدوادیا' مسافر خانہ بنوادیا' یا کوئی ایسا کام کر دیا جس سے عوام وخواص کو نفع ہوتا ہے' ایک آدمی اس طرح کے کسی کام پر پیسہ خرچ کر کے جن کا ذکر اوپر ہوا قبر میں چلا گیا' لوگ اس کے صدقہ وخیرات سے متمتع ہو رہے ہیں اور اس کے نامہ اعمال میں برابر ثواب لکھا جارہا ہے اور درجات بلند ہو رہے ہیں جہاں تک ہو زندگی میں ایسا کام ضرور کر دینا چاہیے۔

وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہو' یہ بھی وہ چیز ہے جس کا ثواب موت کے بعد جاری رہتا ہے' کسی کو قرآن مجید حفظ یا ناظرہ پڑھا دیا' کسی کو نماز سکھا دی' کسی کو مولوی بنا دیا یا کوئی دینی کتاب لکھ دی' یا اپنے پیسے سے شائع کر دی' یہ علمی صدقہ جاریہ ہے قرآن پڑھنے

والا جب تک قرآن مجید پڑھے یا پڑھائے گا پھر اس کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد پڑھائیں گے' مولوی صاحب تفسیر و حدیث پڑھائیں گے مسئلہ بتائیں گے' لوگ ان سے مستفید ہوں گے اور آگے ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد علم پھیلائیں گے' جس کو نماز سکھا دی وہ نماز پڑھتا رہے گا اور دوسروں کو سکھائے گا تو اس کا ثواب صدیوں تک اس شخص کو ملتا رہے گا جس نے دینی علم کو آگے بڑھایا یا آگے بڑھانے کا ذریعہ بن گیا اور جتنے لوگ اس کا ذریعہ اور واسطہ بنتے جائیں گے ان سب کو ثواب ملتا رہے گا اور کسی کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

نیک اولاد جو دعا کرتی ہو اس کی دعا کا فائدہ بھی والدین کو پہنچتا رہتا ہے دعا میں تو کچھ جان مال خرچ نہیں ہوتا' وقتاً فوقتاً اگر والدین کے لیے دعا مغفرت اور دعا رفع درجات کر دی جائے تو والدین کو بہت نفع پہنچتا رہے گا اور اولاد کا کچھ بھی خرچ نہ ہوگا' اولاد کی پیدائش کا ذریعہ بننا اور اس کو پالنا پوسنا چونکہ والدین کا عمل ہے اور والدین کی پرورش کے بعد اولاد دعا کے قابل ہوئی ہے' اس لئے اولاد کی دعا کو والدین کا عمل شمار کر لیا گیا' بلکہ اگر اولاد کو علم دین سکھایا اور دینی اعمال پر ڈالا' اس کی زندگی اسلامی زندگی بنائی تو جو عمل صالح کرے گا' ماں باپ کو بھی اس کا ثواب ملے گا' کیونکہ وہ اس کی نیکیوں کا ذریعہ بنے' پھر اولاد اپنی اولاد کو نیک بنائے گی تو اس میں بھی دادا دادی اور نانا نانی کی شرکت ہوگی۔

نیک اور صالح اولاد کی دعا مانگنا

جب کوئی صاحبِ اولاد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اولاد کے نیک اور صالح ہونے کی دعا مانگتا رہا کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کی اچھی تربیت سے کسی بھی صورت غافل نہ رہے اولاد کی اچھی تربیت سے ہی مطلوبہ نتائج برآمد ہوتے ہیں جس کے لیے ایک باپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعائیں کرتا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے'

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے ان کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا!'' (فرقان 74)

قرآن حکیم کی یہ آیت بتاتی ہے کہ باشعور اور باغیرت مسلمان اس کی حرص رکھتے ہیں کہ ان کی اولاد صالح ہو تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کے مرنے کے بعد یہ اولاد ان کے لیے توشہ آخرت ہوں۔ اب جو لوگ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم و تربیت سے غفلت برتتے ہیں ان کی بدبختی کا بھلا کیا ٹھکانہ ہوگا؟ مشہور یونانی فلسفی سقراط کہتا ہے:

''ہم وطن بھائیو! چوٹی سے ایڑی تک پسینہ بہا کر ڈھیروں دولت جمع کر کے آخر تم کیا کرو گے؟ جبکہ تم اپنی اولاد کی صحیح کفالت بھی نہیں کرتے ہو اور دولت ایک نہ ایک دن بہر حال ان کے ہاتھ میں آنے والی ہے۔''

جو لوگ اپنی اولاد کے نیک اور صالح بننے کی تمنا رکھتے ہیں اور اس بات کے خواہاں ہوتے ہیں کہ ان کے بچے صحیح معنوں میں مسلمان بن جائیں تا کہ ان کی دنیا و آخرت سنور جائے وہ اکثر اپنی دعاؤں میں اپنی اس خواہش میں کامیابی کے لیے بارگاہ الٰہی میں التجائیں کرتے رہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو جہنم سے بچانے کی کوشش کی جائے چنانچہ اس ضمن میں قرآن حکیم میں آتا ہے۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ' جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے' جس پر تند خو سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں' اللہ نے ان کو جو حکم دیا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔ (تحریم 6)

اہل کو بچانے کا مطلب یہ ہے کہ اہلیہ اور بال بچوں کو صحیح اور پاکیزہ تعلیم و تربیت دے کر انہیں دوزخ کی آگ سے بچایا جائے۔

مروی ہے فرمایا ''تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر کوئی اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے' امام ذمہ دار ہے اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔ آدمی ذمہ دار ہے اور اپنے گھر والوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔ عورت ذمہ دار ہے اور اپنے شوہر کے گھر والوں' بال بچوں اور ماتحتوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔ خادم اپنے آقا کے مال سے متعلق ذمہ دار ہے اور وہ اپنے آقا کے مال کے بارے میں جوابدہ ہے۔ خبردار پس تم تمام کے تمام ذمہ دار ہو اور تم میں سے ہر کوئی اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔

اولاد کی تربیت کا صحیح طریقہ اپنایئے

اولاد کی تربیت کرنا اور ایسے انداز سے تربیت کرنا کہ وہ راہ راست پر گامزن رہے بڑا اہم اور نازک کام ہے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کثرت سے ڈانٹ ڈپٹ' طعن تشنیع اور جسمانی اذیت پہنچانے سے ہی تربیت کا کام انجام پا جاتا ہے۔ یہ ان کی زبردست بھول ہے کبھی کبھار کی ڈانٹ ڈپٹ تو اچھی بات ہے مگر اس کی زیادتی کسی بھی طرح سودمند نہیں ہوتی بچوں کو ہمیشہ پیار اور تحمل سے سمجھانا چاہیے اگر کسی بات سے منع کرنا مقصود ہو تو نرمی سے کام لیتے ہوئے اچھے انداز سے بات کی جائے جس سے بچہ سمجھ جائے کہ یہ کام جو وہ کرنے لگا ہے یا کر رہا ہے درست نہیں ہے اور اس سے رک جانا چاہیے نرمی اور پیار سے کی ہوئی بات جلد اثر کرتی ہے۔

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے نرم مزاج اور نرم دل اور نرم گفتار' حلیم اور بردبار تھے قرآن حکیم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس خوبی کا ذکر بڑے واضح الفاظ میں آیا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْ

هُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔

سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے کہ آپ ﷺ ان کو نرم دل مل گئے اور اگر آپ ﷺ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے' سو آپ ان کو معاف فرما دیجئے اور ان کے لیے استغفار کیجئے اور ان سے کاموں میں مشورہ لیجئے پھر جب آپ ﷺ رائے پختہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے' بے شک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نرم مزاجی اور نرم دلی' محبت اور الفت لانے والی ہے اور سخت مزاجی اکھڑ پنا اپنے متعلق والوں کو بھی دور کرنے والا ہوتا ہے' مومن کو نرم مزاج رحم دل ہونا چاہیے فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مومن الفت والا ہوتا ہے اور اس میں کوئی خیر نہیں جو الفت نہیں رکھتا' اور جس سے الفت نہیں رکھی جاتی (مشکوٰۃ)

ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ مہربان ہے اور مہربانی کو پسند فرماتا ہے اور وہ مہربانی پر وہ (نعمتیں) عطا فرماتا ہے جو سختی پر اور اس کے علاوہ کسی چیز پر عطا نہیں فرماتا (مسلم)

ایک اور حدیث پاک اس طرح سے ہے۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ بھلائی سے محروم کر دیا جاتا ہے (مسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو نرمی کے حصہ سے دے دیا گیا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی کا حصہ مل گیا' اور جو شخص نرمی کے حصہ سے محروم کر دیا گیا وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی کے حصہ سے محروم کر دیا

گیا۔(مشکوٰۃ)

ان روایات سے نرمی کی خوبی کا پتہ چلا' اور معلوم ہوا کہ جس کے مزاج میں نرمی ہو اسے بہت بڑی نعمت اور دولت مل گئی' درحقیقت حسن اخلاق میں نرمی کو بہت بڑا دخل ہے اور سچ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نرمی سے محروم ہے وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی سے محروم ہے' اللہ کے جو بندے نرم مزاج ہوتے ہیں انہی سے فیض پہنچتا ہے' اور اللہ کی مخلوق انہی کے پاس آتی ہے' ان کے فیوض سے فیضیاب اور ان کے حسن اخلاق سے سیراب ہوتی ہے' سخت مزاج اور سخت زبان آدمی کے پاس کون پھٹکے گا' اور کون آئے گا؟

احادیث مبارکہ کی روشنی سے بخوبی طور پر اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ سب حالات اور عام اوقات کے اعتبار سے فرمایا ہے کہ کبھی کبھار کہیں سختی کی بھی ضرورت پڑ جاتی ہے اگر موقع کے مطابق اس کو اختیار کیا جائے تو اس میں بھی اس کی خیر ہوتی ہے' اپنے بچوں کو تنبیہ کرنے کے لیے بھی کبھار سختی کی ضرورت ہوتی ہے مگر عام حالات میں نرمی ہی مناسب ہوتی ہے زیادہ سختی کرنے سے بچے ڈھیٹ ہوجاتے ہیں لہٰذا بچوں کی تربیت میں نرمی سے کام لینا ہی فائدہ مند ہوتا ہے۔

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ

زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی وکامرانی کے لیے حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوہ حسنہ ہر ایک کے لیے رہنمائی کا عظیم ترین ذریعہ ہے اور کامیاب ترین طریقہ بھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبکہ ابھی بچے ہی تھے ایک مرتبہ صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھائی اور اپنے منہ میں رکھ لی۔ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تو فوراً فرمایا ''کخ کخ'' (یہ عربی کا ایسا لفظ ہے جیسے ہم اپنی زبان

میں ''تھوتھو'' کہتے ہیں یعنی کوئی ایسی چیز بچہ اپنے منہ میں ڈال لے جو بچے کے منہ سے نکلوانا مقصود ہو تو اس طرح کا لفظ کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ''کخ کخ'' کہنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کھجور کو منہ سے نکال دیں پھر فرمایا) کیا تم نہیں جانتے کہ ہم یعنی بنوہاشم صدقے کا مال نہیں کھاتے۔'' (جامع الاصول جلد چہارم)

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ساتھ اکثر محبت و پیار کا اظہار کرتے رہتے تھے چنانچہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے تھے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صغیر سنی میں) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گردن مبارک یا کمر مبارک پر آکر بیٹھ جاتے تھے اور جب تک وہ خود نہیں اترتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو نہیں اتارتے تھے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکوع کی حالت میں ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پائے اطہر کے اندر سے ہوکر دوسری طرف نکل گئے۔ (ابن سعد)

اسی طرح حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دوش مبارک پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھائے ہوئے فرمارہے ہیں کہ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ (بخاری ومسلم)

ایک مرتبہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے اس وقت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر سے اترے اور آگے بڑھ کر ان کو گود میں اٹھالیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ نماز ادا فرمارہے ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لاتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر سوار ہوگئے اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں جانے لگتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دست مبارک سے ان کو پکڑ کر نیچے اتار دیا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو گود میں لیتے اور فرماتے'' یہ اولاد ایسی ہے کہ انسان کو بخیل بھی بنادیتی ہے اور بزدل بھی بنادیتی ہے۔ (ابن ماجہ)

نواسے سے محبت کے ضمن میں ایک واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دوش مبارک پر اٹھائے ہوئے تھے کسی نے یہ دیکھا تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا' اے صاحبزادے! تمہاری سواری کتنی اچھی ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ سن کر فرمایا کہ سوار بھی کتنا اچھا ہے۔ (مستدرک حاکم)

ان احادیث مبارکہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے نواسے سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ اس کا بارہا اظہار کیا کرتے تھے اور جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچہ ہونے کی وجہ سے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور پکڑ کر اپنے منہ میں ڈالی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے قبل کہ وہ کھجور کو چبائیں فوراً کخ کخ فرما کر اُن کے منہ سے کھجور نکلوالی اور پیار سے سمجھا بھی دیا کہ یہ صدقہ کی کھجور ہے جو کہ ہمارے کھانے کے لیے نہیں ہے۔

چھوٹے بچے کو کسی بات سے روکنے اور منع کرنے کا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ انداز اور طریقہ بہت ہی پر اثر ہے ایسا انداز اختیار کرنے سے بچہ بات کو جلد سمجھ جاتا ہے اور اسے اس بات کا علم ہوجاتا ہے کہ جس کام سے اسے منع کیا جارہا ہے وہ اس کے فائدے کے لیے ہے اور جو کہا جارہا ہے وہ درست ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے اس بات کا بخوبی طور پر پتہ چلتا ہے کہ بچے کی تربیت کے لیے معمولی معمولی باتوں پر بھی توجہ دینے کی

ضرورت ہوتی ہے اور بچے کی حرکات وسکنات سے غفلت نہیں کرنی چاہیے بچہ جو بھی کام کرے اس میں رہنمائی کے انداز سے اس کی تربیت کی جائے اور اگر وہ اپنی ناسمجھی کے باعث کوئی غلط کام یا حرکت کرتا ہے تو اسے اچھے انداز سے منع کیا جائے تاکہ وہ آئندہ اس بات کا خیال رکھے کہ اسے اس کام سے منع کیا گیا ہے۔ آج کل اکثر اس چیز کا فقدان نظر آتا ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں کو کسی غلط بات پر ٹوکیں وہ اپنے بچوں کو لاڈ پیار سے اس قدر بگاڑ دیتے ہیں کہ پھر بچے جب ذرا سمجھدار ہوجاتے ہیں تو ان کی باتوں پر دھیان نہیں دیتے حالانکہ'' ایسے ماں باپ کو یہ جان لینا چاہیے کہ بچوں کے ساتھ لاڈ پیار کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کو کسی غلط بات پر روکا اور ٹوکا ہی نہ جائے۔

بچوں کی تربیت میں باپ اپنا کردار ادا کرے

مثل مشہور ہے کہ آج کے بچے کل کے باپ ہوں گے اس لئے بچوں کی تربیت میں سب سے زیادہ توجہ اور کوشش کی ضرورت ہے۔ عہدِ طفولیت ہی سے بچے کی صحیح اصولوں پر پرورش اُسے مصائب دنیا سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ شیخ سعدی کا قول ہے کہ ''چوب تر را چناں کہ خواہی پیچ''، یعنی گیلی لکڑی کو جس قدر چاہو موڑ سکتے ہو۔ جب خشک ہوجائے گی تو پھر کسی طریقہ سے بھی نہیں موڑی جاسکتی۔ اس وقت سوائے جلا ڈالنے کے اور کوئی کام نہیں لیا جاسکتا۔ بس ننھے بچوں کو بھی ایام طفولیت میں مثل گیلی لکڑی کے جس طرح چاہو بنالو۔

والدین بچہ کے ہوش سنبھالنے سے 8,7 سال کی عمر تک اکثر بچہ کے کاموں کی نگرانی نہیں کرتے۔ اُسے بالکل آزاد' چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہی عمر ہے جس میں بچہ کی طبیعت اور عادات پر رنگ پڑھتا ہے۔ والدین کی بے توجہی سے بچے بُری عادات اختیار کرتے ہیں۔ اور والدین کی آنکھیں اُس وقت کھلتی ہیں۔ جب پانی سر سے گذر جاتا ہے۔

ماں باپ اگر اس بات کو سمجھ لیں کہ بچہ کی پہلی یونیورسٹی اُس کا جھولا۔ دوسری یونیورسٹی ماں کی گود' تیسری یونیورسٹی گھر کی چار دیواری۔ چوتھی یونیورسٹی گھر سے باہر کی ہر

ایک چیز اور پانچویں یونیورسٹی محکمہ تعلیم کی یونیورسٹی ہے تو ان کے بچے اعلیٰ قسم کی تعلیم حاصل کر کے نہ صرف ماں باپ بلکہ ملک اور قوم کی خدمت کریں گے۔

بچوں کو اچھی باتیں سکھائیں

جب بچہ باتیں سیکھنے لگے تو اُسے اچھے الفاظ سکھائیں۔ بعض والدین لاڈ پیار سے گالیاں سکھاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں یا بچہ کو مارنے کی عادت سکھا کر اُس کو مارنے پر اکساتے ہیں۔ بعض والدین بچوں کی ضد سے خوش ہو کر اُس کی خواہشوں کے سامنے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح سے بچہ کو ضدی اور ہٹ دھرم بنا دیتے ہیں۔

اگر بچہ کو ادب سکھائیں۔ اس کے ساتھ میٹھی زبان میں جو صحیح بات ہو کریں۔ اس کو اپنے الفاظ سکھائیں۔ گالی دینے مارنے یا ضد کرنے کی عادت نہ سیکھنے دیں۔ تو بچہ کی آئیندہ زندگی بہتر ہو جاتی ہے۔

اس عمر میں بچہ اپنے باپ بڑے بھائیوں اور بزرگوں کو سلام کرنے کی عادت بھی سیکھ لیتا ہے۔ اس سے بچہ میں ایک قسم کی باقاعدگی کی عادت بھی پڑ جاتی ہے۔ اس لیے یہ ضرور سکھانا چاہیے۔ اگر بچہ کو ننگے پاؤں پھرنے سے روک دیا جائے اور اسے سمجھا دیں۔ تو وہ بغیر جوتے کے ہرگز چلنا گوارا نہ کرے گا۔ الغرض چھوٹی چھوٹی باتوں میں بہت بڑے بڑے نتائج مضمر ہوتے ہیں۔ پس ان باتوں پر ابتدا ہی سے خاص توجہ دینی لازم ہے۔

بچے کی تربیت کا سب سے ضروری وقت

گھر کی چار دیواری کا تعلق عام طور پر انسان کے ساتھ دائمی ہے۔ ایام طفولیت سے لے کر بڑھاپے تک گھر کے اندرونی تعلقات قائم رہتے ہیں۔ اور وہاں کی زندگی اور فضا سے اُسے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ اس لیے یہ عنوان بہت وسیع ہے۔ اوقات مدرسہ کے

علاوہ بچہ کے لیے یہ سب سے اہم درس گاہ ہے۔ 5 سال کی عمر سے ہوش کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اور تربیت کے لیے سب سے ضروری وقت یہی ہے۔

اچھی تربیت کے باوجود مطلوبہ نتیجہ نہ نکلے تو

ماں باپ کی زندگی کو تلخ یا خوشگوار بنانے والی اولاد ہی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ شریف، نیک چلن، دولتمند اور صاحب اقتدار باپ کی اولاد اس کے لیے سوہان روح بن جاتی ہے اور ان کی عزت پر دھبہ لگاتی ہے اس کے نیک نام کو دنیا میں بدنام کرتی ہے اور اس کے امن چین کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔ اس کا باعث صرف غلط تربیت ہے۔

کہتے ہیں کہ بُرا لڑکا سانپ سے بھی زیادہ موذی ہے۔ اور اگر نتائج پر غور کیا چاہیے تو یہ خیال بالکل صحیح ہے۔

بہت سے والدین کہتے ہیں کہ ہم بچوں کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے ہیں۔ ہم ان کو پیٹتے پیٹتے تنگ آ گئے ہیں۔ لیکن بچوں کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔

ان کا باعث یا تو یہ ہو گا کہ شروع میں والدین نے بچوں کی تربیت سے غفلت کی ہو گی اور بہت سا وقت لاڈ پیار سے گذار دیا ہو گا۔ یا اس کا باعث یہ ہو گا کہ ماں اپنے بچوں کی تربیت اور تنبیہہ کے بجائے ان کے عیوب اور برائیوں کو چھپا کر ان کی زندگی کو تباہ کرتی ہو گی۔ یا ماں باپ دونوں بے توجہی سے کام لیتے ہوں گے۔ یا ماں کی توجہ کے ساتھ گھر کے کسی دوسرے رکن مثلاً چچا، ماموں بڑا بھائی، نوکر کی صحبت یہ اور جانبداری بچوں کو برے راستہ پر ڈالنے میں مدد دیتی ہو گی۔ پس اگر والدین کے نصائح کا بچوں پر کچھ اثر نہ ہوتا ہو۔ تو والدین کو آنکھیں کھول کر اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیے۔ کہ بچہ کی عادتیں بگاڑنے والا کون ہے؟ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں پر نظر رکھیں جو بچہ کے ہمراہ رہتے ہوں۔ نوکروں اور بچوں کی عادات کو سمجھیں اور پھر کوئی بہتر راستہ تلاش کریں۔

ماں جب اپنے بچے کے عیوب کو چھپاتی ہے۔اور اسے مار پیٹ سے بچانے کے لیے جھوٹ بولتی ہے۔تو گویا وہ بچہ کو مکروفریب کی تعلیم دیتی ہے اُسے جھوٹ بولنا سکھاتی ہے اسے بتاتی ہے کہ اس طرح باپ کے احکام کی پروانہ کرنا مناسب ہے۔ ماں بچہ کے والد کو خونی اور ظالم کہتی ہے اور بچہ کا منہ چومتی ہے۔اس کو پیسے اور مٹھائی دے دیتی ہے۔یہی اسباب ہیں۔ جو بچہ کو تباہی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں۔لہٰذا باپ کو ان تمام باتوں کی طرف ضرور توجہ دینی چاہیے اور غافل نہیں ہونا چاہیے۔باپ کو اپنی ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان اسباب کے تدارک کی فوری طور پر کوشش کرنی چاہیے تاکہ اولاد کی اچھی تربیت میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔بچہ کی ماں کو سمجھانا اور ضروری ہدایات دینا اس کا فرض ہے۔

نیز اپنے کاروبار میں منہمک رہنے کے علاوہ اسے اپنے وقت کا ایک حصہ اپنے بچوں کی تربیت پر بھی صرف کرنا ضروری ہے۔اکثر باپ اپنی مشغولیت کا بہانہ پیش کیا کرتے ہیں۔ لیکن وہ اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو اپنے بچوں کے لیے کچھ نہ کچھ وقت نکال سکتے ہیں۔ وہ سیر اور تفریح کے وقت اُنہیں اپنے ہمراہ لے جاسکتے ہیں۔وہ گھر پر اُن کا سبق سن سکتے ہیں۔اور چند باتیں بھی روزانہ بتا کر آہستہ آہستہ ان کو ترقی کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔لیکن اگر ایک باپ اپنے فرض کو نہیں سمجھتا تو پھر بچوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔

بچوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کریں

بچہ کو عملی تربیت سکھائیں۔ بچہ کی تربیت جہاں تک ہو سکے عملی ہو۔آپ بچے کو سکھائیں۔گالی نہ دو۔اور خود سارا دن نوکروں' بیوی اور دوسرے بچوں کو گالیاں دیتے رہیں۔تو آپ کی نصیحت کارگر نہیں ہوسکتی۔

اگر آپ کہیں کہ ننگے پاؤں مت پھرو اور خود ننگے پاؤں پھریں تو بچہ پر آپ کی نصیحت کا اچھا اثر نہ ہوگا۔اگر ماں زمین پر بیٹھ گئی ہے تو بچہ بھی اُس کی تقلید کرے گا۔الغرض جہاں تک ہو سکے۔بچہ کو زبانی تعلیم کے علاوہ عملی تعلیم بھی دیں۔اور جو بات سمجھائیں۔وہ بار

بار کر کے دکھائیں۔تاکہ بچے کے ذہن میں اچھی طرح سے پختہ ہوجائے۔بعض عادتیں جو بچوں کو ایام طفولیت ہی میں پڑجاتی ہیں۔وہ بڑھاپے تک پیچھا نہیں چھوڑتیں۔

بچوں کو کیا سکھانا چاہیے۔

(1) نیک عادت۔

(2) ادب ولحاظ۔

(3) خوش کلامی۔

(4) صاف رہنا۔

(5) خراب پانی' گندی ہوا' نامناسب غذا نجاست اور میل کچیل سے بچنا۔

(6) فرمانبرداری ....اور یہ ایسی ہو کہ بچہ خوشی خوشی سب احکام کی تعمیل کرے۔ اور اگر تعمیل نہ کرے تو جس طرح سے بھی ہو سکے بچے کو اس کی عادت ڈالیں۔ اس کے لیے سزا دینے سے بھی دریغ نہ کریں۔ ماں کے احکام کی تعمیل کرانے میں بھی باپ کو امداد دینی چاہیے۔والدین کے سامنے اور غیر موجودگی میں بھی بچوں کو یکساں فرمانبرداری کی عادات ڈالیں۔انعام اور سزا کے لالچ سے فرمانبرداری کی عادت خراب ہے۔بعض اوقات بچے خود کہتے ہیں کہ ہم پڑھیں تو ہمیں کیا ملے گا۔یہ بات بری ہے۔البتہ بغیر شرط کے ماں باپ کبھی کبھی خوش ہو کر انعام دے سکتے ہیں۔لیکن مختلف کاموں کے لیے شرطیہ انعامات مقرر کرنا۔ بچوں کو ضائع کر دینا ہے ایسا ہی سزا دینا ضروری ہے۔لیکن جہاں تک ہو سکے نرمی' شفقت اور مختلف طریقوں سے بچوں کی اصلاح کرتے رہیں۔اور ہر دم کا اکھرل غلط ہے اس سے بچہ ضدی اور ہٹیلا ہوجاتا ہے۔بس بچوں کو مارنے یا انعام پانے کی عادت ڈالنے سے احتراز کرنا لازم ہے۔خصوصاً غصہ کی حالت میں بچوں کو سزا نہ دیں۔

(8) بچوں میں دلیری اور بہادری کے جذبات پیدا کریں۔بچوں کو بھوت پریت اور کمرے کے اندر جانے سے جوخوف پیدا کیا جاتا ہے۔یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

جھوٹے خوف دلا کر ہم بچوں کو خود بزدل بناتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں اپنی حفاظت کرنا سکھانا لازمی ہے۔ مثلاً سانپ بچھو کو مارنا یا ان سے بچنا' آگ سے کپڑوں کو بچانا' کنویں اور تالاب اور دریا سے علیحدہ رہنا۔

(9) بچوں کو سچ بولنے کی عادت سکھائیں۔ یہ سب سے ضروری بات ہے۔

(10) گالی گلوچ سے بچائیں اور اس کے لیے خود بھی فحش کلامی سے احتراز کریں۔ فحش گیت گانا اور بچوں کو سکھانا ایک جرم سے کم نہیں۔

(11) بچوں کو خوش مزاج بنانا چاہیے۔ ان کو بات بات پر رلانا اور ضد کی عادت سکھانا اُن کو چھیڑنا اور روتا دیکھ کر خوش ہونا بری عادات ہیں۔ جو اُن کو بدمزاج اور چڑچڑا بنادیتی ہیں۔

(12) بچوں کو چغلی کرنے ضد اور لڑنے جھگڑنے وغیرہ کی بری عادات سے بچائیں۔

بچوں کو دانتوں کی صفائی کرنے کی عات ڈالیئے

عام طور پر چھوٹے بچوں کے دانتوں کی صفائی کی طرف ماں باپ ہی توجہ دیتے ہیں کیونکہ چھوٹا بچہ بعض اوقات دانتوں کی صفائی سے غفلت بھی کر جاتا ہے وہ دانتوں کی صفائی سے آگاہ نہیں ہوتا بعض بچے تو ایسے ہوتے ہیں جو اس ضمن میں انتہائی لاپرواہی سے کام لیتے ہیں اور اپنی ماں کی بات کو بھی اہمیت نہیں دیتے اور رات کو بغیر دانت صاف کیئے سو جاتے ہیں ایسی صورت میں والد کو اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بچوں کو پیار سے دانتوں کی صفائی کی اہمیت کے بارے میں بتانا چاہیے۔

ایسے چھوٹے بچے جو اپنے دانتوں کی خود صفائی نہ کر سکتے ہوں ان کو دانتوں کی صفائی کی ترغیب دینا ضروری ہے عام طور پر یہ کام ماں کرتی ہے لیکن اگر بچہ ضد کرے اور دانتوں کی صفائی نہ کرنے پر مصر رہے تو باپ اس کام میں اپنی بیوی کی مدد کرتے ہوئے بچے کو دانتوں کی صفائی کرنے پر آمادہ کر سکتا ہے بعض بچے اپنے باپ کی بات کو بہت جلد مان

لیتے ہیں چھوٹی عمر میں بچے کے دانت کچے ہوتے ہیں جن کو عام طور پر دودھ کے دانت کہا جاتا ہے ان کی صفائی سے غافل نہیں رہنا چاہیے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایک تو بچے کو دانتوں کی صفائی کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے دوسرے یہ کہ دانتوں میں کوئی بیماری نہیں لگتی منہ کی صفائی ہو جاتی ہے۔ بچے کو کھانا کھانے کے بعد دانتوں کی صفائی کرنے کی عادت ڈالیں اور رات کو سونے سے قبل بھی بچوں کو اپنے دانت صاف کرنے کی عادت کو پختہ بنائیں۔ دانتوں کی صفائی کے لیے بازو سے مختلف قسم کے ٹوتھ پیسٹ اور منجن وغیرہ بھی ملتے ہیں مگر آپ اپنے بچوں کو مسواک کرنے کی طرف راغب کریں اور ان کو مسواک کے فوائد کے بارے میں بتائیں اور بتائیں کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسواک کرنا پسند فرماتے تھے اور مسواک سے ہی دانتوں کی صفائی فرمایا کرتے تھے اس ضمن میں بچوں کو احادیث مبارکہ کے حوالوں سے مسواک کے فوائد بتائیں۔

مسواک منہ کو پاک کرتی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''مسواک منہ کو پاک کرنے والی اور پروردگار کو راضی کرنے والی چیز ہے۔'' (احمد۔ دارمی)

پہلا کام مسواک کرنا

ایک اور حدیث پاک اس طرح سے ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر سے جب گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام مسواک کرنا ہوتا تھا۔ (صحیح مسلم)

دانت درد کا علاج

مسواک کے فوائد کے ضمن میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسواک کو لازم کرلو اس میں غفلت نہ کرو کیونکہ مسواک میں چوبیس خوبیاں ہیں ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے۔ مالداری اور کشادگی پیدا ہوتی ہے' منہ میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے' مسوڑھے مضبوط ہو جاتے ہیں' درد کو سکون ہوتا ہے' داڑھ کا درد دور ہو جاتا ہے اور چہرے کے نور اور دانتوں کی چمک کی وجہ سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں۔ (قشیری)

سونے سے قبل مسواک کرنے کا فائدہ

مسواک کی افادیت کے ضمن میں جناب ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب اپنے مواعظ میں فرماتے ہیں کہ امریکہ کے شہر واشنگٹن کا ایک ڈاکٹر مجھے کہنے لگا کہ سوتے ہوئے بھی مسواک کر کے سویا کریں۔ میں نے کہا' وہ کیوں؟ اس نے جواب دیا' اس لیے کہ آج کی ریسرچ یہ ہے کہ انسان جو کھانا کھاتا ہے جو چیزیں کھاتا ہے تو منہ کے اندر پلازمہ عام کلی کرنے سے صاف نہیں ہوتا۔ زیادہ تر جو دانت خراب ہوتے ہیں وہ سونے کے وقت ہوتے ہیں۔ میں نے کہا' وہ کیسے؟ کہنے لگا' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان سوجاتا ہے تو اس کا منہ بالکل بند ہو جاتا ہے اور بند منہ کے اندر اس کا کام آسان ہو جاتا ہے یوں نہ تو منہ متحرک ہوتا ہے اور پلازمہ اپنا پورا کام کراتا ہے۔

پھر اس نے کہا کہ آپ دیکھیں گے کہ دن کے وقت کبھی بندہ بول رہا ہے کبھی زبان چل رہی ہے کبھی کھا رہا ہے کبھی پی رہا ہے دن کے وقت حرکت کرنے کی وجہ سے پلازے کو کام کرنے کا موقع نہیں ملتا اور رات کے وقت جب منہ بند ہوتا ہے تو اسے کام

کرنے کا موقع مل جاتا ہے اس لیے دانت زیادہ خراب رات کے وقت ہی ہوتے ہیں لہٰذا آپ صبح ٹوتھ پیسٹ کریں یا نہ کریں مرضی ہے لیکن رات کو سوتے وقت مسواک ضرور کریں۔

میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور الحمدللہ پڑھی کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ رات کو وضو کے ساتھ سوتے ہیں اور بغیر مسواک کے وضو نہیں فرماتے تھے جب بھی انسان کھانا کھا کر وضو کرے گا مسواک کرے گا اور نقصان سے بچے گا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کھانے سے قبل ہاتھ دھوتے تھے اور کھانے کے بعد کلی کرتے تھے اور آج اکثر لوگ کھانا کھا کر اسی طرح اُٹھ کر چلے جاتے ہیں حالانکہ اس کے منہ کے اندر میٹھا کھایا ہے تو میٹھے کے اثرات ہیں اور کافی دیر تک رہتے ہیں اور اگر اسی وقت کلی کرنے کی عادت پڑ جائے تو کتنا فائدہ ہو جائے اور پھر دن میں پانچ مرتبہ وضو کر رہا ہے اور مستقل منہ صاف ہو رہا ہے اور یعنی انسان کا یہ الیکٹرونک سسٹم صاف ہو رہا ہے۔ (مواعظ نقشبندی)

بچوں کو دانت صاف کرنے کی عادت ڈال دینے سے بچے بفضل باری تعالیٰ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہیں گے ان کے دانت صاف اور چمکدار ہوں گے جو دیکھنے میں خوبصورت اور اچھے لگیں گے بعض بچوں کے دانت میٹھی چیزیں چاکلیٹ اور آئس کریم وغیرہ کھا کھا کر اس قدر خراب اور گندے ہو چکے ہوتے ہیں کہ ان کے دانتوں کو کیڑا لگ جاتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایسے بچے اپنے دانتوں کی صفائی سے غافل ہوتے ہیں یہ ماں باپ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ چھوٹے بچوں کے دانتوں کی صفائی میں اُن کی معاونت کریں اور خاص طور پر اس بات کا خیال رکھیں کہ بچے سونے سے قبل اپنے دانتوں کو ضرور صاف کریں۔

بہت سے ماں باپ بچے کے دودھ کے دانتوں کی صفائی کو ضروری خیال نہیں کرتے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دودھ کے دانت تو رفتہ رفتہ ٹوٹ جاتے ہیں اور ان کی جگہ پر جو نئے

دانت آتے ہیں وہ چونکہ پکے ہوتے ہیں لہٰذا ان پکے دانتوں کی صفائی کرنا ضروری ہے۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے بچے کے دودھ کے دانتوں کو بھی صاف رکھنا بھی ضروری ہے اگر ان دانتوں کو روزانہ صاف نہ کیا جائے تو بچہ جو خوراک کھاتا ہے اس کے ذرات دانتوں میں پھنس جاتے ہیں اور ایک طرح کی گندگی بچے کے دانتوں اور مسوڑھوں میں پیدا ہو جاتی ہے جس کی سڑاند سے بہت سی بیماریاں پھیلنے کا خدشہ ہو سکتا ہے۔ اگر ان دانتوں کی مستقل طور پر صفائی نہ کی جائے تو پھر اس بات کا بھی امکان ہوتا ہے کہ مسوڑھے کمزور ہو جائیں یا ان میں پیپ پڑ جائے مسوڑھوں کی پیپ غذا کے ساتھ یا بغیر غزا کے لعاب دھن کے ساتھ مل کر معدے میں جاتی ہے تو پھر بہت سے امراض کا سبب بنتی ہے اور تمام پاکیزہ غذا کو غلیظ اور متعفن بنا دیتی ہے لہٰذا ہر حال میں روزانہ بچوں کے دانتوں کی صفائی کی طرف دھیان دینا چاہیے اور بچوں کو بچپن سے ہی اپنے دانتوں کی صفائی کرنے کی عادت ڈالیں تا کہ رفتہ رفتہ ان کی یہ عادت پختہ ہو جائے اور وہ کبھی دانتوں کے کسی مرض میں مبتلا نہ ہوں ٹھیک طرح سے اور صفائی نہ کرنے کی وجہ سے جو دانتوں کی درد، سوجن اور مسوڑھوں کی سوزش ہوتی ہے اس سے بچے رہیں۔

بچے کے ناخن کاٹنا

ظاہر ہے کہ چھوٹا بچہ اپنے ناخن خود نہیں کاٹ سکتا لہٰذا ضروری ہے کہ باپ اپنے بچوں کے ناخن باقاعدگی سے خود کاٹ دیا کرے تا کہ بچہ جب بڑا ہو تو اس کو یہ عادت پڑ جائے کہ ناخنوں کی صفائی کے لیے بڑھے ہوئے ناخن کاٹنے ضروری ہیں۔ جدید میڈیکل سائنس کے مطابق پیٹ کے کیڑوں کے انڈے انسانی ناخن میں پوشیدہ ہوتے ہیں اور انسان جب کھانا کھاتا ہے تو یہ انڈے کھانے میں شامل ہو کر پیٹ میں چلے جاتے ہیں اور اندر ہی اندر پھیلتے پھولتے رہتے ہیں۔

بچے کے ناخن شیر خوارگی کی عمر میں ہی برابر کاٹتے رہنا چاہیے اور بڑھنے نہ دیے

جائیں کیونکہ بچے کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ پاؤں بکثرت چلاتا رہتا ہے جس کے باعث اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ کہیں بچہ بڑھے ہوئے ناخنوں سے اپنے چہرے کی جلد کو زخمی نہ کر لے یا کسی دوسرے کو ناخن مار کر خراش نہ ڈال دے اگر بچے کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں تو دیکھا گیا ہے کہ بچہ ضرور اپنے آپ کو یا دوسرے کو مار کر خراش ڈال دیتا ہے۔ چونکہ بڑھے ہوئے ناخنوں میں میل وغیرہ جمع ہوتی ہے اور بچہ اگر اپنی انگلیوں کو منہ میں ڈالے تو یہ میل بچے کے جسم میں جا کر بیماری کا باعث بھی بن سکتی ہے کیونکہ اس میل میں جراثیم پوشیدہ ہوتے ہیں۔

جب بچے بڑے ہو جائیں اور شعور و سمجھ رکھنے لگیں تو باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو ناخنوں کے کاٹنے کی اہمیت سے بھی آگاہ کرے تا کہ اگر بچے ناخن کاٹنے میں غفلت سے کام لیتے ہیں تو باپ کے سمجھانے اور ناخن کاٹنے کی اہمیت کو جان کر اپنے ناخنوں کو صفائی سے غافل نہ ہوں۔ باپ اپنے بچوں کو بتائے کہ ناخن کاٹنا ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ سے ہے۔ اس ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

> "دس چیزیں فطرت سے ہیں (یعنی ان کا حکم ہر شریعت میں تھا) مونچھیں کترنا۔ داڑھی بڑھانا' مسواک کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' ناخن تراشنا' انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا' بغل کے بال دور کرنا' موئے زیر ناف مونڈنا' استنجا کرنا' راوی کہتے ہیں کہ میں دسویں چیز بھول گیا مگر یاد پڑتا ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے دن اور بعض روایات کے مطابق جمعرات کے دن ناخن ہائے مبارک کاٹتے تھے۔

ناخن کاٹنے کا طریقہ

روایات میں ناخن تراشنے کی جو ترتیب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اور چھنگلیا پر ختم کرے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرے اس کے بعد دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن تراشے۔

بیٹیوں کو ناخن نہ بڑھانے دیں

باپ کو چاہیے کہ وہ بیٹیوں کو ناخن نہ بڑھانے دے کیونکہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے آج کل لڑکیاں فیشن کے طور پر اپنے ناخنوں کو بڑھا لیتی ہیں ان بڑھے ہوئے ناخنوں کی جس قدر بھی صفائی کی جائے پھر بھی ناخنوں میں گندگی رہ جاتی ہے جو بچیوں کی صحت کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے تحقیق کے مطابق جو خواتین ناخن بڑھاتی ہیں وہ خون کی کمی کا شکار ہو سکتی ہیں ایسی خواتین نفسیاتی امراض کا زیادہ شکار ہوں گی حتیٰ کہ ایک ماہر نفسیات کے بقول ناخن بڑھانا اتنا خطرناک ہے کہ انسان کو اتنا نفسیاتی مریض بنا دیتا ہے کہ انسان خودکشی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

لباس کی صفائی کا خیال رکھیں

جس بچے نے صاف ستھرا لباس پہنا ہوگا۔ دوسرے لوگ بھی اس کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھیں گے ماں باپ کو چاہیے کہ وہ بچوں کے لباس کی صفائی کا بھی خاص طور پر خیال رکھیں کیونکہ جسمانی صفائی کے ساتھ ساتھ لباس کی صفائی بھی ضروری ہے اچھا پاک صاف لباس شخصیت کو نکھار دیتا ہے۔

سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ کوئی میلے کچیلے کپڑے پہنے رکھے اور گندی حالت میں رہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ

> ”رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے ایک شخص کو پراگندہ سر دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ارشاد فرمایا' اس کو ایسی چیز نہیں ملتی کہ جس سے بالوں کو اکٹھا کر لے۔ دوسرے شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا اس کو ایسی چیز نہیں ملتی کہ جس سے کپڑے دھو لے۔“ (نسائی)

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد پاک کی روشنی میں یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے لباس کی صفائی پر توجہ دینی چاہیے لہٰذا بچوں کے لباس کی صفائی کے ساتھ ساتھ ایک باپ کو بھی اپنا لباس صاف ستھرا رکھنا چاہیے کیونکہ بچے اپنے باپ کی عادات پر خوب غور کرتے ہیں اگر باپ صاف ستھرا لباس پہننے کی عادت رکھے گا تو ضرور بچے بھی اس اچھی عادت کو اپنائیں گے۔

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پرانے کپڑے کو پسند فرماتے تھے اسے دھو کر پاک صاف حالت میں پہن کر خوش ہوتے' کپڑے کو میلا نہ ہونے دیتے تھے' پرانے کپڑے کے بارے میں ایک حدیث پاک میں آتا ہے' حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'

> ”کیا تم نہیں سنتے' کیا تم نہیں سنتے' کپڑے کا پرانا ہونا اور دنیا کی زینت کا ترک کرنا ایمان کی علامت ہے یا ایمان کے اخلاق میں سے ہے' کپڑے کا پرانا ہونا ایمان کے اخلاق میں سے ہے۔“ (ابوداؤد)

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میلے اور

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

گندے کپڑوں کو مکروہ اور ناپسند جانتے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

لباس اگر میلا ہو جائے تو اس کو پانی سے دھو کر صاف کر کے پھر پہن لینا چاہیے عام طور پر بچے سکول میں یونیفارم پہن کر جاتے ہیں اور روزانہ گندا اور میلا کر لیتے ہیں لہٰذا باپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کی سکول یونیفارم کی صفائی کو ممکن بنانے کے لیے خصوصی طور پر گھر میں توجہ رکھے اور اگر اس سلسلے میں کوئی کوتاہی ہو رہی ہو تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

ماہرین نفسیات بھی لباس کی صفائی پر زور دیتے ہیں کیونکہ لباس کی صفائی کا تعلق انسان کی پوری زندگی سے متعلق ہے ایک باپ نے روزانہ اپنے گھر میں رہنا ہے اگر اس کا لباس صاف نہ ہو تو اس کی اولاد اسی کے طریقے کو دیکھ کر اپنی زندگی گزارے گی۔ گندے اور میلے لباس پر گندگی کی انواع واقسام کے جراثیم لگے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض جراثیم مرض پھیلانے والے ہوتے ہیں جس سے معاشرے میں بیماریاں پھیل کر ماحول اور فضا کو مکدر کر سکتی ہیں۔

ماں باپ کو چاہیے کہ بچہ جب سکول یا مدرسہ سے واپس آئے تو اس کو اس بات کی تلقین کریں کہ وہ اپنا یونیفارم اتار کر دوسرا لباس پہن لے اگر یونیفارم میلا ہو گیا ہو تو اس کو دھو کر استری کر کے رکھیں تاکہ اگلے دن بچہ صاف ستھرا یونیفارم پہن کر جائے بچے کو اپنا لباس صاف ستھرا رکھنے کی عادت ڈالیں اس کے ساتھ سکول جانے سے قبل بچے کو غسل روزانہ کر کے تازہ دم ہو کر سکول جانے کا عادی بنائیں تاکہ وہ تر و تازہ ہو کر توجہ سے پڑھائی کرے۔

بچوں کو مسنون دعائیں یاد کرائیں

روزمرہ کے تمام معمولات میں حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دعائیں کی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو دعائیں تعلیم فرمائی ہیں ان کا ذکر

احادیث مبارکہ میں ملتا ہے یہ مسنون دعائیں اگر ہر مسلمان اپنے اور اپنے بچوں کے معمولات میں شامل کر لے تو بلاشبہ ثواب، اجر عظیم اور سکون قلبی حاصل ہوگا بچوں کو شروع سے ہی مسنون دعائیں یاد کرا کر ان کی اہمیت وافادیت ان پر واضح کر دی جائے تو وہ ضرور کوشش کریں گے کہ ان دعاؤں کا کرنا اپنی عادت کا حصہ بنالیں۔ آپ کے بچے یہ مسنون دعائیں اپنے روزمرہ کے معمولات میں شامل کر لیں تو یقیناً ان کی زندگیوں پر اسلامی رنگ غالب آئے گا اور وہ ہر کام دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق کرنا اپنا معمول بنائیں گے ذیل میں چند مسنون دعائیں لکھی جاتی ہیں انہیں بچوں کو یاد کروادیں یہ چھوٹی دعائیں ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ بچوں کو جلد یاد ہو جائیں گی بچوں کو یہ دعائیں یاد کرواتے ہوئے ان کی افادیت اور مفہوم کے بارے میں بھی ضرور بتائیں تاکہ بچوں کے دل میں شوق پیدا ہو اور وہ ان دعاؤں کے علاوہ بھی دیگر دعائیں یاد کرنے کی کوشش کریں۔

سونے کے وقت کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب رات کے وقت بستر پر سونے کے لیے تشریف لے جاتے تو دایاں دست مبارک اپنے رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔

بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ۔

ترجمہ: ”اے میرے رب! تیرے نام کے ساتھ میں نے اپنا پہلو بستر پر رکھا اور تیرے سہارے یہ اٹھے گا اگر تو (سوتے میں میری جان قبض کر لے) تو اس پر رحم فرمانا اور اگر تو اسے زندہ چھوڑ دے تو

میری حفاظت فرمانا اس طریقہ سے جس طریقہ سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔'' (بخاری شریف)

رات کو سونے سے قبل پڑھنے والی اس دعا کو یاد کراتے ہوئے بچے کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے جو کوئی اس کا ذکر کرتا ہے ہر معاملے میں اسے یاد رکھتا ہے تو اللہ رب العزت بھی اسے یاد رکھتا ہے اور ہر طرح سے اس کی حفاظت فرماتا ہے لہٰذا سونے سے قبل اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے اس کی بارگاہ اقدس میں اپنی خیر وعافیت کی دعا مانگنے سے اللہ رب العزت خصوصی فضل وکرم نازل فرماتا ہے اور دعا مانگنے والے سے راضی ہوتا ہے اس دعا میں اللہ تعالیٰ پر توکل کا اظہار بھی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہر بات کی توفیق مرحمت فرماتا ہے وہ چاہے تو بندہ سونے کے بعد اُٹھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر حال میں رحم وکرم فرمانے والا ہے اپنے نیک بندوں کو اپنا ذکر کرنے والوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھتا ہے۔

نیند سے بیدار ہونے پر دعا

بخاری شریف میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا اس طرح سے مذکور ہوئی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ۔

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں مردہ کر دینے کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

صبح نیند سے بیدار ہونے پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے چنانچہ اپنے بچے کو بتائیں کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے سارے دن کی تھکاوٹ کے بعد جب رات کو سونے کے لیے بستر پر لیٹا جاتا ہے تو نیند آ جاتی ہے یہ نیند بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس سے ساری تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور صبح تازہ دم اُٹھتے ہی اللہ تعالیٰ کی اس کرم نوازی پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور دعا یہ

الفاظ کے ذریعہ اللہ رب العزت کی تعریف کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیے صبح اُٹھ کر رفع حاجت سے فارغ ہونے کے بعد وضو وغیرہ کر کے فجر کی نماز مسجد میں جا کر ادا کرنی چاہیے اور پھر یہ دعا مانگنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سارا دن خیر وعافیت سے گزار دے اور ہر کام میں آسانی وکامیابی سے نوازے۔

بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب استنجاخانہ میں داخل ہوتے تو یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ۔

ترجمہ: ''اے اللہ! میں پلیدی اور شیاطین سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

بیت الخلاء میں رفع حاجت کے لیے جانے سے قبل دعا مانگنے کے ضمن میں بچے کو بتائیں کہ چونکہ بیت الخلاء ایک ناپاک جگہ اور شیاطین کی آماجگاہ ہوتی ہے اس لیے اس میں داخلے سے پہلے دعا مانگ لینی چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ شیاطین کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنی حفظ وامان میں رکھے۔

بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا

مشکوٰۃ شریف میں بیت الخلاء سے نکل کر پڑھنے کی یہ دعا مذکور ہوئی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے مجھے ایذا دینے

والی چیز دور کی اور مجھے عافیت دی۔"

اس دعا کے ضمن میں بچے کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کھانے کے لیے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے جو کچھ ہم کھاتے ہیں اس سے ہمارے جسم کی نشوونما ہوتی ہے اور اسی غذا کے فاضل اجزاء سے فضلہ بنتا ہے جس کے اخراج کا اللہ تعالیٰ نے انتظام کر رکھا ہے اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے فضلہ خارج نہ ہو تو تصور کیجئے کہ کس قدر تکلیف ہو لہٰذا جب رفع حاجت سے فراغت ہو جائے تو بیت الخلاء سے باہر نکل کر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ جس نے تکلیف پہنچانے والی چیز کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور عافیت عطا فرمائی۔

گھر سے باہر نکلتے وقت دُعا

ترمذی شریف میں آتا ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص گھر سے نکلتے وقت اس دعا کو پڑھ لے شیطان اس سے پرے ہو جاتا ہے اور اس کی شیطان سے حفاظت کی جاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

ترجمہ: اللہ کا نام لے کر (نکلتا ہوں) اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں' گناہوں سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

ترمذی شریف میں ہی حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا مذکور ہوئی ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اطہر سے باہر تشریف لاتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ

اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ۔

ترجمہ: اللہ کا نام لے کر نکلتا ہوں اللہ پر ہی توکل کرتا ہوں اے اللہ! تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کر دیا جاؤں یا ظلم کروں یا مجھ پر ظلم ہو یا جہالت کروں یا مجھ پر جہالت ہو۔"

بچے کو بتائیں کہ سکول یا مدرسہ جانے کی غرض سے یا جب بھی گھر سے باہر نکلنا ہو تو نکلتے وقت دعا مانگ لینی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر طرح کی مصیبت و پریشانی سے محفوظ رکھے۔ بچے کو یہ بھی بتائیں کہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر ہی توکل اور بھروسہ رکھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نیکی کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرماتا ہے ہر طرح کی گمراہی اور جہالت سے محفوظ رکھتا ہے دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے اور بخیر و عافیت گھر واپس ہوتی ہے سارا دن اچھا گزرتا ہے۔

گھر میں داخل ہونے کی دعا

مشکوٰۃ شریف میں اس دعا کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب گھر میں داخل ہوتے تو آپ ﷺ پہلے السلام علیکم فرماتے اور پھر اس دعا کو پڑھا کرتے تھے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اول اس دعا کو پڑھتے اور پھر گھر والوں کو سلام کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا۔

ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھ سے (گھر میں) داخل ہونے کی بھلائی مانگتا ہوں اور خیریت کے ساتھ باہر نکلنا بھی' اللہ کے نام سے داخل ہوئے اور ہم نے اللہ پر توکل کیا۔"

بچوں کو بتائیں کہ ہمارے پیارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو گھر والوں کو سلام کیا کرتے تھے۔

بچوں کو سلام کرنے کی عادت ڈالنے کے لیے باپ کو چاہیے کہ وہ خود بھی بچوں کو سلام کرلیا کرے جب گھر کے اندر داخل ہو تو بلند آواز سے سلام کرے اس طرح بچوں کو بھی سلام کرنے کی ترغیب ملے گی سلام کرنا سنت مطہرہ اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ بعض گھروں میں دیکھا گیا ہے کہ باپ جب گھر میں آتا ہے تو بچے اس کو سلام کرتے ہیں یہ بھی اچھی بات ہے مگر باپ کو چاہیے کہ وہ جب باہر سے گھر میں آئے تو خود سلام کرنے کی اپنے آپ کو عادت ڈالے اس لیے کہ یہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری سنت مطہرہ ہے اور بچوں کو سلام سکھانے کا بہترین طریقہ بھی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'

''اے بیٹے! جب تو گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کر کیونکہ تیرا سلام تیرے اور تیرے گھر والوں کے لیے برکت کا سبب ہوگا۔''

(ترمذی شریف)

ان احادیث مبارکہ سے بھی بخوبی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو سلام کرنے کی رغبت دلانی چاہیے اور اس سلسلہ میں ان کو خاص طور پر تاکید کرنی چاہیے باپ کو اپنے بچوں کی تربیت کے ضمن میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے بچوں میں اچھے اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کرے اور پھر سلام کرنا ایسی اچھی عادت ہے کہ اس سے دوسرے پر اچھا اثر پڑتا ہے دوسرے لوگ یہ ضرور سوچتے ہیں کہ جو بچے سلام کرنے میں سبقت حاصل کرتے ہیں ان کے ماں باپ نے ان کی اچھی تربیت کی ہے لہٰذا باپ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے جو بچہ سلام نہ کرتا ہو اُسے پیار سے سمجھائے احادیث مبارکہ کی روشنی میں بتائے کہ سلام کرنا ہمارے ہمارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ ہے اور آپس میں

پیار و محبت بڑھانے کا ایک آسان اور بہترین ذریعہ ہے باپ کے سمجھانے سے بچے سمجھ سکتے ہیں اور سلام کرنے کی عادت کو اپنا کر اچھے بچے بن جائیں گے اس کا فائدہ نہ صرف بچوں کو بلکہ ماں باپ کو بھی ہوگا۔

بچوں کو اُلٹا لیٹ کر سونے سے منع کریں

بعض بچوں کو بچپن سے ہی الٹے لیٹ کر سونے کی عادت پڑ جاتی ہے ماں باپ ان کو منع نہیں کرتے اور سمجھاتے نہیں کہ سونے کا طریقہ کیا ہے رفتہ رفتہ بچوں کی الٹے لیٹ کر سونے کی عادت پختہ ہوتی جاتی ہے والدین کو چاہیے کہ بچوں کو سمجھائیں کہ الٹے لیٹ کر سونا صحت کے لیے مضر ہوتا ہے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس طرح سونے سے منع فرمایا ہے چنانچہ اس ضمن میں ایک حدیث پاک میں آتا ہے' حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائیت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے قریب سے گزرے اور پائے اقدس سے ٹھوکر ماری اور ارشاد فرمایا'

''اے جندب! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے۔'' (ابن ماجہ)

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائیت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا' ''اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔'' (ترمذی شریف)

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں بچوں کو سمجھائیں کہ پیٹ کے بل لیٹ کر سونے کا طریقہ درست نہیں ہے سونے کا وہی طریقہ درست ہے جو ہمارے پیارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب رات میں منزل میں اُترتے تو داہنی کروٹ پر لیٹتے اور جب

صبح سے کچھ ہی پہلے اُترتے تو داہنے دست مبارک کو کھڑا کرتے اور اس کی ہتھیلی پر سر مبارک رکھ کر لیٹتے۔ (شرح السنۃ)

سونے سے پہلے سورۃ پڑھنا

بچوں کو یہ بھی بتایا جائے کہ سونے سے قبل دعا پڑھ کر سونا چاہیے اگر دعا یاد نہ ہو تو پھر کوئی بھی سورۃ پڑھ لی جائے اس ضمن میں حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ

"جو کوئی اپنے بستر پر آرام کرنے کے وقت قرآن حکیم کی کوئی سورۃ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو ہر تکلیف دہ چیز سے اس کے بیدار ہونے تک اس کی حفاظت کرتا ہے خواہ وہ کسی بھی وقت نیند سے بیدار ہو۔" (احمد)

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بستر پر تشریف لے جاتے تو دونوں دست مبارک دعا مانگنے کی طرح ملاتے اور قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس یہ سورتیں تلاوت فرما کر ہاتھوں پر دم فرماتے اور جہاں تک دست مبارک پہنچتا اپنے جسم مبارک پر پھیر لیتے سر مبارک، چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے شروع فرماتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ عمل تین مرتبہ فرماتے۔ (شمائل ترمذی)

اپنے بچوں کو احادیث مبارکہ کے حوالوں سے سونے کے طریقے کے بارے میں بھی بتائیں تا کہ ان کا ہر عمل اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہو جائے اور وہ ہر معاملے میں دین اسلام کے اصولوں سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اسلام کے سچے اور صحیح ترین سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں ان اعمال کی برکت سے ان کی زندگیوں میں نکھار پیدا ہوگا دوسروں کے لیے بہترین عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے معاشرے میں نیکی

اور بھلائی کے جذبے کو فروغ دیتے ہوئے ایک بہترین اسلامی معاشرے کی تشکیل میں معاون ثابت ہوں گے۔

والدین ان باتوں کا خاص خیال رکھیں

والدین کو اپنے بچوں کی تربیت کے ضمن میں ان باتوں کا لازمی خیال رکھنا چاہیے جن کی طرف شریعت مطہرہ نے توجہ دلائی ہے اکثر ماں باپ، اپنے بچوں کو اکٹھا سونے کی عادت ڈال دیتے ہیں پھر جب بچے ذرا بڑے ہوتے ہیں اور ان کو الگ الگ سلانے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے تو بعض بچے ضد کرتے ہیں۔ اس باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو پیار سے سمجھائیں کہ بیٹا! اب آپ بڑے ہو گئے ہیں اور ہمارا دین اسلام بڑے بچوں کو اکٹھا سونے سے منع کرتا ہے۔ اس سے آپ کا بچہ رفتہ رفتہ الگ سونے کی عادت اپنا لے گا اور آپ کو تنگ نہیں کرے گا۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ لڑکا جب دس برس کا ہو جائے تو اپنی ماں یا بہن وغیرہ کے ساتھ نہ سلایا جائے بلکہ اتنی عمر کا لڑکا لڑکوں اور مردوں کے ساتھ بھی نہ سوئے۔ (بحوالہ جنتی زیور)

عصر کے بعد سونا مکروہ ہے

بچے چونکہ اتنی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے کہ جس قدر ماں باپ رکھتے ہیں اس لیے ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی ہر معاملے میں رہنمائی کریں۔ بہت سے گھروں میں یہ عادت زور پکڑتی جا رہی ہے کہ عصر کے بعد مغرب تک حتیٰ کہ اس کے بعد بھی سوئے رہتے ہیں بعض والدین اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کے بچے عصر کے بعد سوئے رہتے ہیں اور اس کا انہوں نے معمول بنالیا ہے یہ دین سے غفلت کا نتیجہ ہے کہ بہت سی ایسی

عادات بھی اپنائی جاتی ہیں اور بچوں کو بھی ان سے منع نہیں کیا جاتا جن کو شریعت مطہرہ نے ناپسند کیا ہے۔ عصر کے بعد سونے کے نقصان کے متعلق ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''جو شخص عصر کے بعد سوئے اور اس کی عقل جاتی رہے تو وہ اپنے ہی کو ملامت کرے۔'' (ابو یعلی)

مسئلہ: دن کے ابتدائی حصہ اور مغرب وعشاء کے درمیان اور عصر کے بعد سونا مکروہ ہے۔
(عالمگیر جلد 5 ص 227 بہارِ شریعت جلد 1 ص 69)

مغرب کے وقت بچوں کو گھر سے باہر نہ جانے دیں

والدین اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ بچے مغرب کے وقت گھر سے باہر نہ نکلیں اس ضمن میں ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب رات کی ابتدائی تاریکی آ جائے تو بچوں کو گھروں میں سمیٹ لو کہ اس وقت میں شیاطین ادھر اُدھر نکل پڑتے ہیں پھر جب ایک گھڑی رات چلی جائے تو بچوں کو چھوڑ دو اور بسم اللہ پڑھ کر دروازوں کو بند کر لو اور بسم اللہ پڑھ کر مشکوں کے منہ باندھ دو اور برتنوں کو ڈھانک دو۔ اور سوتے وقت چراغوں کو بجھا دو اور سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ مت چھوڑو۔ یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب سویا کرو تو اس کو بجھا دیا کرو۔ (بخاری ومسلم وابوداؤد وغیرہ)

رات میں جب کتوں کے بھونکنے اور گدھوں کے بولنے کی آوازیں سنو تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھو۔ (شرح السنۃ)

ہمارا دین اسلام مکمل اور جامع دین ہے ہر معاملے میں اس سے رہنمائی ملتی ہے

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر باپ کو چاہیے کہ وہ خود بھی اسلام کے احکامات پر عمل کرے اور اپنے بچوں کو بھی اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی کے شب و روز گزارنے کی تلقین کرتا رہے۔

اپنے اہل وعیال کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرائیں

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے باپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کو اسلامی تعلیمات سے اس حد تک روشناس کراتا رہے کہ گھر والے دین اسلام کے بارے میں خوب اچھی طرح جان جائیں اور ان کی زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام عملی طور پر نافذ ہو جائے وہ اسلام کے مطابق زندگی گزارتے ہوئے خوشی وفخر محسوس کریں ان کی دنیا و آخرت سنور جائے اپنے اہل وعیال کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرانے کے ضمن میں قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ایک باپ اپنے گھر میں بچوں اور بیوی کو جس مؤثر انداز میں دین اسلام کے احکامات کے بارے میں اچھی طرح سمجھا سکتا ہے ان کو بتا سکتا ہے وہ کام کوئی دوسرا آسانی سے شاید نہ کر سکے شفیق باپ کی ہر بات پر گھر والے توجہ کرتے ہیں اور اس کی بات کو اہمیت دیتے ہیں لہٰذا باپ اپنے اہل خانہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے میں اپنی ذمہ داری نہایت احسن طریقے سے پوری کر سکتا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے'

(ترجمہ) اے نبی ﷺ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو۔ جس نے پیدا کیا انسان کو (نطفہ مخلوطہ کے) جمے ہوئے خون سے۔ پڑھو تمہارا رب بڑا ہی کریم ہے۔ (سورۃ العلق)

اس پہلی وحی کا پہلا لفظ اقرأ ہے جس کا مطلب ہے پڑھو۔ یہ نہایت مختصر مگر فصیح و بلیغ ہدایت ہے۔

اس میں حضرت محمد ﷺ اور ان کے ماننے والوں کو نہ صرف پڑھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے بلکہ اس تعلیم پر غور و خوض کر کے عمل کرنے اور اس کو پھیلانے کی بھی تلقین کی گئی۔ اس پہلی وحی میں لفظ اقراٗ کا تکرار اس بات کا عکاس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تعلیم و تربیت بہت اہم ہے۔ اسی سورۃ العلق میں سیکھنے سکھانے کے طریقے کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔ یعنی طبع و اشاعت کا ذریعہ قلم ہے۔ قلم حقیقت میں اللہ کا ایک انمول تحفہ ہے۔ جو کہ صرف بنی نوع انسان کے لیے مخصوص ہے۔ پوری کائنات میں صرف انسان ہی کو یہ صلاحیت دی گئی ہے' کہ وہ اپنے ماضی کو قلمبند کرتا ہے اور اپنے احساسات اور مافی الضمیر کو لکھتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان قدیم نگارشات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور خود ایسے تحریری کارنامے چھوڑ سکتا ہے جو آنے والی نسلوں کے کام آئے۔ آج کے زمانے میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹیں کمپیوٹر اور دیگر جدید آلات قلم ہی کی دوسری شکلیں ہیں۔ تعلیم و تبلیغ کا کام کب اور کہاں سے شروع ہونا چاہیے۔ حضرت محمد ﷺ پر تعلیم و تبلیغ کو عام کرنے کے لیے مندرجہ ذیل پہلی وحی نازل ہوئی:

(ترجمہ) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ (سورۃ الشعراء:214)

اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ

پس معلوم ہوا کہ اسلامی تعلیم کا کام سب سے پہلے اپنے گھر سے شروع ہونا چاہیے۔ یہی طریقہ ہر رسول کا تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں سورۃ التحریم:6 میں فرماتا ہے۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے ڈراؤ۔

اسی آیت کریمہ کو سننے پر صحابہ کرامؓ نے حضرت محمد ﷺ سے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے کیسے بچائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلامی تعلیمات کے ذریعے۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں پابندی سے نماز ادا کرنے اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کو اس کی تاکید کرنے پر زور دیتا ہے۔

(ترجمہ) تم اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔ (سورہ طٰہ 132)

ایک حدیث پاک کے مطابق جب بچے کی عمر سات برس کی ہو جائے تو بچے کو نماز سکھانی چاہیے اور نماز پڑھنے کی تلقین کرنی چاہیے حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو ان کو مار کر نماز پڑھاؤ اور ان کے سونے کی جگہیں علیحدہ کرو۔'' (ابوداؤد)

اسلامی تعلیم کو اپنے گھر والوں سے شروع کرنے میں بہت بڑی حکمت مخفی ہے چونکہ گھر والے ہمارے اخلاص اور دیگر اوصاف سے واقف ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ ہماری بات کو سنجیدگی سے سنیں گے' اور اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ اس طرح تعلیم کی بنیاد پختہ ہو گی۔ اس کے برعکس باہر کے لوگوں پر اعتماد قائم کرنے میں دیر لگے گی اور وہ بے اعتنائی برتیں گے۔ جبکہ گھر کے لوگ جان و مال سے مدد کریں گے۔ اور بات کو توجہ سے سنیں گے۔

نسلوں کی تربیت کی خواہش

ہمارے سلف صالحین نہ صرف خود تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے' بلکہ یہ بھی چاہتے تھے کہ آئندہ نسلیں اسلامی تعلیم و تربیت سے مزین ہوں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دعا دیکھئے۔

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لے اور ہماری

اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنی اطاعت گزار رکھ اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما' تو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہے۔(سورۃ البقرہ: 128)

پس ہمارے آباؤ اجداد کی زندگی کا مقصد علم حاصل کرنا اور اسے اپنی اولاد تک پہنچانا تھا۔تا کہ وہ بھی حقیقی طور پر اللہ کے اطاعت گذار بندے بن سکیں۔اسی لئے اوپر والی دعا میں انہوں نے یہ حصہ بھی بڑھا دیا۔

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے' انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے' یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔(سورۃ البقرہ:129)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا اور اس کام کے لیے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے ہدایات کا نزول کیا۔اللہ تعالیٰ نے اس احسان کا ذکر سورۃ آل عمران 164 میں بھی کیا ہے۔

ترجمہ: بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا' جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے' یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس ذمہ داری کو کیسے نبھایا۔آپ ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی وہاں مسجد تعمیر کی۔اس وقت وہاں پر مسجد کا ایک حصہ علم سیکھنے سکھانے کے لیے متعین کر دیا گیا تھا۔جسے صفہ کہتے تھے۔اس جگہ کئی صحابہ کرامؓ دن رات قیام کیا کرتے تھے۔وہ وہاں پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے کے ساتھ ساتھ وہیں رہتے کھاتے پیتے اور سوتے تھے ان مقیم احباب کو اصحاب صفہ کہتے ہیں۔

اس یونیورسٹی میں طلباء کی تعداد کتنی تھی؟ ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اس یونیورسٹی کے اسی 80 طلبہ کو شام کے کھانے کے لیے بلایا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد اچھی خاصی تھی' یہ یونیورسٹی کیسے چلتی تھی؟ یہ مالدار مسلمانوں کے تعاون سے اور اپنی مدد آپ کے ذریعے چل رہی تھی۔مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ اللہ کی راہ میں بہت خرچ کیا کرتے تھے۔یہاں تک کہ آپ مقروض ہو گئے۔انہوں نے اپنا قرض ادا کرنے کے لیے اپنا گھر بھی بیچ ڈالا۔اب ان کے پاس رہنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔اسی لئے اب وہ خود بھی اسی یونیورسٹی میں رہنے لگے۔وہ یونیورسٹی پر بوجھ بننا نہیں چاہتے تھے۔ اس یونیورسٹی کے طلبہ کے لئے امداد کے طور پر جو کھجوریں آتی تھیں ان کی دیکھ بھال کرنے کی ذمہ داری معاذ بن جبلؓ کو دے دی گئی پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلامی تعلیمی اداروں کی ہر ممکن مدد کریں۔یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہی حضرت معاذ بن جبلؓ جب یمن کے گورنر بنے آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ قریہ قریہ گاؤں گاؤں تعلیمی ادارے قائم کریں۔اور ان میں تعلیم وتربیت کا اعلیٰ انتظام کریں۔

تعلیم وتربیت کی مزید اہمیت

تعلیم وتربیت کی مزید اہمیت مندرجہ ذیل واقعات سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ سیدنا رسول کریم ﷺ اپنے گھر سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے' تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ کرامؓ کے دو گروہ مسجد میں بیٹھے ہیں۔ایک گروہ اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔دوسرا گروہ سیکھنے سکھانے یعنی تعلیم کے کام میں لگا ہوا تھا۔یقیناً دونوں گروہ فائدہ مند کام میں مصروف تھے۔پھر بھی آپ ﷺ سیکھنے سکھانے والے گروہ کے ساتھ جا بیٹھے۔اس سے اسلامی تعلیم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔علاوہ ازیں آپ ﷺ یہ دعا فرماتے "اے اللہ میری زندگی کا کوئی دن ایسا نہ گذرے جس میں میں کوئی نہ کوئی نئی چیز نہ سیکھوں۔"

غور کیجئے غزوۂ بدر میں جب کچھ قیدی اپنی رہائی کے لیے اپنا فدیہ نہ دے سکے تو

آپ ﷺ ایسے ہر قیدی کو اجازت دے دی کہ کم از کم دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ یہی اس کا فدیہ ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ تعلیم کے لیے غیر مسلموں سے بھی مدد لینے میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ یعنی اگر مسلم ٹیچر نہ ہوں تو غیر مسلم اساتذہ سے بھی علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک نو سال کا لڑکا حضور ﷺ کے پیچھے سفر کر رہا تھا۔ آپ نے اس کو مخاطب کر کے کہا: اے نوجوان لڑکے سنو میں تمہیں عقلمندی کی باتیں سکھاتا ہوں۔ اگر دنیا کی ہر چیز اور دنیا کے تمام انسان جمع ہو کر بھی تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں تو بھی وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ اسی طرح کائنات کی ہر چیز اور ہر انسان مل کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔

ہمیں واقعی اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے کیوں اس کمسن لڑکے کو اتنی زیادہ اہم اور عقل کی باتیں بتائیں۔ آپ ﷺ اس نوجوان کی ذہانت اور صلاحیتوں سے خوب واقف تھے۔ وہ نوجوان لڑکا حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے۔ اسی علمی کمال کی بنا پر حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنی حکومت کی مجلس شوریٰ میں شامل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنی جوانی میں ہی اس وسیع عریض اسلامی حکومت کے روز مرہ کے مسائل کا حل کیا کرتے تھے۔ اس کونسل کے دوسرے ممبران معمر بدری صحابہ کرامؓ تھے۔ انہوں نے اس نوجوان کی مجلس شوریٰ میں شمولیت کو قدرے عجیب سمجھا۔ تاہم حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کے اس اضطراب کو بھانپ لیا اور مجلس شوریٰ کے معمر ممبران سے یہ سوال کیا بتاؤ سورۃ النصر کا شان نزول کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ اس وقت اکثر لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تھے عمرؓ نے یہی سوال حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کیا۔ انہوں نے تمام کے سامنے برجستہ کہا۔ میرے خیال میں اس سورۃ کی شان نزول یہ تھی کہ آپ ﷺ کا کام پورا ہو چکا تھا۔ اور آپ ﷺ ہم کو چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہونے والے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں بھی اس کا یہی مطلب سمجھتا ہوں

معمر حضرات یہ سن کر دنگ رہ گئے۔ اور حقیقت بھی یہی تھی کیونکہ سورۃ النصر ہی وہ آخری مکمل سورۃ ہے جو آپ پر ایک ساتھ نازل ہوئی تھی۔ اس کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنا ذکر بدل دیا تھا۔ پہلے آپ پڑھتے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اس سورۃ کے نزول کے بعد آپ ﷺ یہ پڑھنے لگے۔ سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا آپ نے ذکر کیوں بدل دیا؟ جواباً آپ ﷺ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ یہ کہ کر آپ نے سورۃ النصر کی تلاوت کی۔ اس تفصیلی بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نوجوان دانشوروں میں بہت ساری خوبیاں پنہاں ہوتی ہیں اگر ان کو پروان چڑھا کر استعمال کیا جائے تو یہ معجزاتی طور پر سامنے آتی ہے۔ پس ہمارے بچوں کے لیے معیاری اسلامی اسکول بہت ضروری ہے اور ہمیں ان کے بنانے۔ چلانے اور اعلیٰ تعلیم فراہم کرنے میں مدد کرنی چاہیے۔

بچیوں کو تعلیم سے محروم نہ کیا جائے

حضور ﷺ نے عورتوں کی تعلیم پر بھی بہت زور دیا ہے۔ المغازی جویسرت کی سب سے پرانی کتاب ہے اس کے مصنف کا نام ابن اسحاق ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ پر جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو پہلے مردوں کے سامنے پڑھتے۔ پھر وہی عورتوں کو سناتے تھے۔ ان اقدام سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ عورتوں کی تعلیم کی طرف بہت توجہ دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اپنی تین بیٹیوں کو صبر کے ساتھ پالے پوسے گا اور ان کی صحیح تربیت کرے گا تو یہ قیامت کے روز اس کے لیے جہنم سے بچاؤ کا سامان ہوگا۔'' (بخاری)

دوسری حدیث اس طرح ہے کہ جو شخص اپنی تین بیٹیوں کو پالے پوسے گا اور ان سے رحمدلی کے ساتھ پیش آئے گا اسے ضرور جنت ملے گی۔ (بخاری)

اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم دینے کا انعام

اپنے بچوں کو صحیح اسلامی تعلیم دینے کا انعام کیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے۔ اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں رہتا ہے۔ (سورہ الطور: 21)

دوسرے الفاظ میں یہ کہ بعض والدین کے بچے اگر جنت میں کم درجے پر ہوں گے تو یہ والدین چاہیں گے کہ سارہ کنبہ جنت میں ایک ساتھ جمع ہو جائیں۔ اللہ نے یہاں ان کو یکجا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ بشرطیکہ ان کی اولاد بھی ان کی طرح عقیدہ اور ایمان رکھنے والے ہوں اور اپنے والدین کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کچھ لوگ جنت میں بہت ہی اونچے مقام میں داخل کئے جائیں گے۔ ان کو خود حیرت ہوگی کہ ان کو کس طرح اتنا اونچا مقام مل گیا۔ کیونکہ ان کے اعمال تو اتنے اونچے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا۔ تم نے اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑی ہے وہ تمہارے لئے برابر دعا کرتی رہتی تھی۔ ان کی ایک ایک دعا پر تمہارا جنت میں مقام بلند ہوتا جاتا ہے۔ (مسند احمد)

پس ہمیں نہ صرف خود اعلیٰ اسلامی تعلیم حاصل کرنی چاہئے بلکہ اپنی اولاد کے لیے بھی اس کا خاطر خواہ انتظام کرنا چاہئے کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے اور ہماری دنیا و آخرت میں کامیابی کا راز بھی اس میں مخفی ہے۔

اسلامی باپ کی خوبیاں

ایک مسلمان باپ کو ان دینی خوبیوں کا مرقع ہونا چاہیے کہ جن کو دیکھ کر اس کے گھر والے اور اس کے بچے اس سے سیکھیں۔ اور اپنے آپ کو ایک مثالی مسلمان کے نقش قدم پر چلانے کی کوشش کریں۔ عام طور پر بچے اپنے باپ سے بہت کچھ سیکھتے ہیں اگر باپ میں اچھے اوصاف ہوں گے تو اس کے بچے بھی ضرور کچھ نہ کچھ اثر تو ضرور اپنے باپ سے لیں گے باپ کو اپنے بچوں کی تربیت کے ضمن میں ان کے سامنے عملی نمونہ پیش کرنا چاہئے مثلاً اگر اس کے والدین زندہ ہیں تو اسے اپنے ماں باپ کی خدمت میں کبھی بھی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے اور ہر طرح سے ان کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ اس کے بچے جب اپنے باپ کو یہ سب کچھ کرتے ہوئے دیکھیں تو ان کے دل میں بھی اپنے ماں باپ کی محبت اور خدمت کرنے کا جذبہ مزید پیدا ہو۔ نماز کا ہر وقت ادا کرنا لازم رکھے اور باقاعدہ طور پر اہتمام کرے مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھنے کی عادت ڈالے اس سے بچوں پر اچھا اثر ہوگا اور وہ بھی نماز کی طرف رغبت کریں گے مگر چاہیے کہ باپ اپنے آپ کو دین اسلام کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی اس کی تلقین کرتا رہے یہ نہ کرے کہ خود تو نماز روزے کی پابندی کرتا ہو زندگی کے دیگر معاملات میں بھی اسلامی اصولوں کی پاسداری کرتا ہو مگر گھر والوں کو اپنے حال پر چھوڑ رکھا ہو ایسا ہرگز نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اہل و عیال کو بھی نیکی کے راستے پر چلانے کی بھرپور کوشش کرتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دس نصیحتیں

اپنے گھر والوں کے سامنے اپنی زندگی کو عملی نمونہ بنا کر پیش کیا جائے اور اس کے ساتھ ان کو اچھائی کی تلقین کی جائے تو بفضل باری تعالیٰ ضرور اثر ہوتا ہے اور گھر والے اس

طرف راغب ہوتے ہیں ذیل میں حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دس مفید نصیحتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمائی تھیں۔ ان نصائح کے مطابق عمل کرنے سے ایک مسلمان باپ اپنے اندر اچھے اوصاف پیدا کر کے اپنے اہل وعیال کی بہتر تربیت کر سکتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی (1) اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنا اگرچہ تو قتل کر دیا جائے اور تجھے جلا دیا جائے (2) اور اپنے ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا اگرچہ تجھے حکم دیں کہ اپنے گھر والوں کو اور مال و دولت کو چھوڑ کر نکل جا (3) فرض نماز ہرگز قصداً نہ چھوڑ کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا (4) شراب ہرگز مت پی کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی جڑ ہے (5) گناہ سے بچ کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی نازل ہو جاتی ہے (6) میدان جہاد سے مت بھاگ اگر چہ (دوسرے) لوگ (تیرے ساتھی) ہلاک ہو جائیں (7) جب لوگوں میں (وبائی) موت پھیل جائے اور تو وہاں موجود ہو تو وہاں جم کر رہنا (اس جگہ کو چھوڑ کر مت جانا) (8) اور جن کا خرچ تجھ پر لازم ہے (بیوی بچے وغیرہ) ان پر اپنا اچھا مال خرچ کرنا (9) اور ان کو ادب سکھانے کے پیش نظر ان سے اپنی لاٹھی ہٹا کر مت رکھنا (10) اور ان کو (اللہ کے احکام وقوانین) کے بارے میں ڈراتے رہنا۔ (مسند احمد)

اس حدیث میں جن باتوں کی نصیحت فرمائی ہے بہت اہم ہیں ورد زبان اور حرز جان بنانے کے قابل ہیں' آب زر سے لکھی جائیں تب بھی ان کا حق ادا نہیں ہوگا۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان نصیحتوں پر عمل کر کے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی زندگیوں کو سنوارے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنانا' اگر تجھے قتل کر دیا جائے' اس میں شرک کی اور مشرک کی مذمت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شرک سے اس قدر پرہیز لازم ہے کہ اگر شرک سے پرہیز کرنے کی وجہ سے قتل کیا جانے لگے یا آگ میں ڈالا جانے لگے تب بھی زبان سے شرک کا کوئی کلمہ نہ نکالے اور نہ شرکیہ عمل کرے۔ اس میں افضل اور اعلیٰ مرتبہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے' جان جاتی ہے تو چلی جائے لیکن کفر وشرک کا کلمہ کسی بھی دباؤ اور خوف سے نہ کہے اور اس بارے میں کسی بھی طاقت کے سامنے نہ جھکے یہ ایمان کا اونچا مرتبہ ہے' اگر چہ اس بات کی بھی اجازت دی گئی ہے کہ جان جانے کا واقعی خطرہ ہو تو صرف زبان سے کفر وشرک کا کلمہ کہہ کر جان بچالے لیکن دل سے مومن ہی رہے' اعتقاد قلبی نہ بدلے۔

اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرے

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کر' یعنی ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جس سے ان کو تکلیف پہنچے' اولاد پر واجب ہے کہ والدین کی فرمانبرداری کریں' وہ جو کچھ کہیں اس کو مانیں (بشرطیکہ گناہ کرنے کو نہ کہیں' کیونکہ گناہ کرنے میں کسی کی فرمانبرداری نہیں) ماں باپ کی بات نہ ماننا ان کو زبان یا ہاتھ سے تکلیف دینا یہ سب عقوق میں داخل ہیں' جس سے حدیث شریف میں سختی سے منع فرمایا ہے' حدیث شریف میں یہاں تک فرما دیا کہ اگر ماں باپ یوں کہیں کہ اپنے گھر بار سے نکل جا' تب بھی ان کی فرمانبرداری کے لئے یہاں تک تیار رہنا چاہئے' یہ بات الگ ہے کہ ماں باپ خود ہی کوئی ایسا حکم نہ دیں گے جس سے ان کی اپنی اولاد کو یا اولاد کی اولاد کو تکلیف پہنچے یا بیٹے کی بیوی کسی تکلیف میں مبتلا ہو' یا بیٹی کا خاوند کسی مصیبت سے دوچار ہو۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث پاک کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا اور شکائیت کی کہ میرے والد نے میری ساری جائیداد لے لی۔ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' جاؤ اپنے والد کو لے کر آؤ۔ اسی اثناء میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ جب اس شخص کے والد صاحب آئیں تو آپ ان سے ان کلمات کے بارے میں پوچھیئے گا جو انہوں نے اپنے دل ہی دل میں کہے تھے یہاں تک کہ اس کی آواز خود ان کے کان میں بھی نہ جا سکی تھی۔ جب وہ شخص اپنے باپ کو لے کر آیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بیٹا کیوں تمہاری شکائیت لے کر آیا ہے کہ تم نے اس کا مال ہڑپ کر لیا ہے۔ باپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ خود میرے بیٹے سے ہی پوچھیئے کہ میں تو یہ پیسہ صرف اپنے اوپر خرچ کرتا ہوں۔ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' ٹھیک ہے میں سب کچھ سمجھ گیا اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ وہ کون سے الفاظ تھے جو تم نے اتنے آہستہ سے کہے تھے کہ خود تمہارے کان تک نہ سن سکے تھے؟ یہ سنتے ہی وہ آدمی بہت حیران ہوا اور کہنے لگا یہ تو ایک معجزہ ہے آخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیسے جانا۔ حقیقت میں نے وہ الفاظ دل ہی دل میں کہے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے کہا وہ جملے سناؤ اس آدمی نے درج ذیل عربی کے اشعار سنائے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

میں نے تجھے بچپن میں پالا پوسا تمہارے کھانے پینے کا انتظام کیا تمہاری ہر طرح سے مدد کی یہاں تک کہ تم جوان ہو گئے اس وقت تک تمام قسم کے خرچ میرے کاندھوں پر تھے۔

میں رات بھر جاگتا اور بیتاب ہو جاتا جب کبھی تو بیمار پڑتا مجھے ایسا لگتا کہ تیری بیماری میری ہے رات بھر یہی سوچ کر روتا رہتا۔

ہر وقت تیری موت کا ڈر میرے ذہن پر چھایا رہتا جبکہ میں جانتا ہوں کہ موت اپنے وقت پر آتی ہے نہ آگے ہوتی ہے نہ پیچھے۔

جب تو اس جوانی کی عمر میں پہنچ گیا جس کی میں ہمیشہ خواہش کرتا تھا تو مجھ سے اکڑ کر باتیں کرتا اور مجھے دکھ دیتا ہے اور تمہارا رویہ ایسا ہے گویا تم مجھ پر احسان کر رہے ہو۔

افسوس اگر تو میرے حقوق ادا نہیں کر سکتا مجھے باپ کی طرح نہیں دیکھ سکتا تو پڑوسی کی طرح ہی سلوک کر یا کم از کم میں نے تجھ پر جو خرچ کیا ہے اتنا ہی مجھ پر خرچ کر اور بخیلی سے کام نہ لے۔

ایسی دل ہلا دینے والی نظم سن کر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جوان سے کہا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

اَنْتَ وَ مَا لُكَ لِاَ بِیْكَ۔

تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کی ملکیت ہے۔

فرض نماز کبھی نہ چھوڑے

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ فرض نماز ہرگز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بری ہو گیا' یعنی نماز کی پابندی کرتے ہوئے اللہ کے یہاں باعزت تھا ثواب کا مستحق تھا' امن و امان میں تھا' نماز فرض چھوڑنے سے اللہ کی کوئی ذمہ داری نہیں رہی کہ اس کو امن و امان اور عزت سے رکھے اور مصائب دنیا اور عذاب آخرت سے بچائے۔ دیکھو کتنی بڑی بات ہے فرض نماز کبھی نہ چھوڑنا' نہ گھر پر نہ سفر میں نہ دکھ درد میں نہ بیماری میں نہ غریبی میں نہ مالداری میں۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ جس فرض کو ادا کرنے کا ذکر فرمایا

ہے وہ نماز ہے روزانہ نماز پنجگانہ کی ادائیگی کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے نماز افضل ترین فرض عبادت ہے یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام میں دیگر تمام فرضوں سے زیادہ اس کی ادائیگی کرنے کی تاکید آئی ہے کلمہ توحید کے بعد دینِ اسلام کا دوسرا اہم ترین رکن نماز ہی ہے۔ایک مسلمان اس وقت تک صحیح اور مکمل مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ نماز پنجگانہ کی پابندی نہ کرے۔ مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز کرنے والی نماز ہی ہے' نماز سے اللہ کی قربت' رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے یہ ایک ایسی فرض عبادت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ پسند فرمایا ہے۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل آنے والے تمام پیغمبروں نے اپنی اُمت کو نماز کی تعلیم دی ہے اور اس کی ادائیگی کرنے کی تاکید پر زور دیا ہے اس کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی اہمیت کس قدر زیادہ ہے۔حضرت آدم علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے وہ نماز کی ادائیگی فرمایا کرتے تھے اس ضمن میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''جب حضرت آدم علیہ السلام کا وصال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی رات اور دن کے اوقات کے بارے میں بتایا اور ان اوقات کی نمازیں بھی بتائیں۔

پانچوں فرض نمازوں کی پابندی سے ادائیگی کی بہت زیادہ تاکید قرآن و احادیث میں آئی ہے ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا' پانچ نمازیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرض کیا ہے جو ان کا وضو اچھی طرح کرے اور وقت پر انہیں پڑھے ان کا رکوع اور خشوع مکمل کرے اس کے لیے اللہ پر عہد ہے کہ اسے بخش دے اور جو کوئی نہ کرے اس کا اللہ پر عہد نہیں ہے اگر چاہے اس کو بخش دے اور اگر چاہے اسے عذاب کرے۔(ابوداؤد شریف)

گناہوں کی بخشش کے لیے شرط یہ ہے کہ نماز پنجگانہ کی ادائیگی کے لیے اچھی طرح اہتمام کیا جائے وضو ٹھیک طرح سے کیا جائے اور وقت مقررہ پر نمازوں کو پڑھا جائے علاوہ ازیں خشوع و خضوع سے بھی کام لیا جائے۔ بیان کی گئی حدیث پاک کے مطابق

نمازوں کی ادائیگی کرنے والوں سے ہی اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی معافی کا وعدہ کیا ہے اور جو فرض نمازوں کی ادائیگی نہ کرے تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے اگر چاہے تو ان کو بخش دے یا نہ بخشے یہ پروردگار عالم کی اپنی منشاء پر منحصر ہے۔اس لیے ہر حال میں چاہیے کہ نماز پنجگانہ کی ادائیگی سے غفلت نہ کی جائے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا'

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تمہاری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اس بات کی ذمہ داری لے لی ہے کہ جو شخص (میرے پاس) اس حال میں آئے گا کہ اس نے ان پانچ نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کیا ہوگا اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جس شخص نے نمازوں کا اہتمام نہیں کیا ہوگا تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں (چاہے بخش دوں یا عذاب دوں)''

(ابوداؤد شریف)

کبھی شراب نوشی نہ کرے

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چوتھی نصیحت یہ ہے کہ شراب ہرگز نہ پی کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی جڑ ہے جس طرح سے نماز ام العبادات ہے یعنی سب عبادتوں کی جڑ ہے' جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے اور طرح طرح کی عبادات نماز کی پابندی کی وجہ سے ادا ہوتی رہتی ہیں مثلاً تسبیح' درود' استغفار' تلاوت' نفلیں' دعائیں یہ سب چیزیں نماز کی برکت سے عمل میں آتی رہتی ہیں اور ان کے علاوہ بہت سی نیکیاں نماز کے جوڑ اور تعلق سے ادا ہو جاتی ہیں' بالکل اس کے برعکس شراب ہے جو اُم الخبائث ہے یعنی جو شراب پی لے وہ ہر طرح کی بے ہودگی' بے حیائی' اور شراب پی کر

حیوانیت میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے نشہ میں انسان ہر وہ حرکت کر گزرتا ہے جس کی اجازت نہ مذہب دیتا ہے نہ انسانیت دیتی ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ یعنی شراب نہ پی کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے سچ فرمایا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوم میں شراب پیتی ہیں ان کی حالت نظروں کے سامنے ہے یہ لوگ ہر برے سے برا گناہ کا کام کر گزرتے ہیں جو نام کے مسلمان اس ناپاک چیز کے پینے کو اختیار کر لیتے ہیں اور وہ بھی یورپ اور امریکہ کے گندے لوگوں کی طرح بے حیائی اور بے شرمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

کسی بھی صورت میں شراب پینے کی اجازت نہیں ہے اس ضمن میں حضرت وائل حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روائیت فرماتے ہیں کہ حضرت طارق بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شراب کشید کرنے کی بابت دریافت کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا' انہوں نے عرض کیا ہم تو اس کو صرف دوا کے لیے بناتے ہیں۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا' وہ دوا نہیں بلکہ وہ خود بیماری ہے۔'' (مسلم شریف)

شراب پینے والوں کے لیے آخرت میں عذاب کے متعلق ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قسم ہے میری عزت کی میرا جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پیئے گا میں اس کو اسی کی مثل پیپ پلاؤں گا اور جو بندہ میرے خوف سے شراب پینا چھوڑ دے گا میں اس کو مقدس حوضوں میں شراب (شرابِ طہور) پلاؤں گا۔'' (مشکوٰۃ شریف)

گناہوں میں نہ پڑے

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانچویں نصیحت یہ فرمائی کہ گناہ مت کرنا' کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نازل ہوجاتی ہے' مطلب یہ ہے کہ جو انسان خداوند قدوس کی فرمانبرداری میں لگا رہے اور گناہوں سے پرہیز کرتا رہے اسے اللہ جل شانہٗ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ اُسے مصائب دنیا اور عذاب آخرت سے بچاتے ہیں اور جیسے ہی گناہ کرلیا تو بس اللہ تعالیٰ کے غصہ اور نزول عذاب کا مستحق ہوگیا گناہ مصیبت کا سبب ہے اس کی وجہ سے طرح طرح کی وبائیں نازل ہوتی ہیں۔ آج کل ہمارا سارا معاشرہ گناہوں سے بھرا ہوا ہے' مرد وعورت' بوڑھے جوان' حاکم محکوم' امیر غریب سب گناہوں میں لت پت ہیں' خال خال کوئی شخص جس کے گناہ کم ہوں ورنہ سب ہی طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہیں اور عذاب خداوندی کو ہر وقت دعوت دیتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔ آمین

اور لطف یہ ہے کہ سب لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مصیبتیں اور آفتیں' زلزلے سیلاب ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں' لیکن اس اقرار کے باوجود گناہ چھوڑنے کو تیار نہیں۔ مصیبتیں اقرار گناہ سے نہیں ٹلیں گی' ترک گناہ سے دفع ہوں گی۔

میدان جہاد سے نہ بھاگے

سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھٹی نصیحت یہ فرمائی کہ میدان جہاد سے مت بھاگنا' اگرچہ دوسرے لوگ یعنی تیرے ساتھی ہلاک ہوجائیں جب کسی جگہ کافروں سے مقابلہ ہو تو جم کر جنگ کرنا چاہیے جو مسلمانوں کی خاص امتیازی شان ہے' بعض حالات میں میدان جنگ سے چلا جانا بھی جائز ہے لیکن بہت سے حالات میں

ضروری ہو جاتا ہے کہ میدان ہرگز نہ چھوڑا جائے' اگر ایک شخص ہی باقی رہ جائے تو وہ تنہا ہی لڑلڑ کر جان دے دے اس حدیث میں یہی بات بتائی ہے۔

میدان جہاد سے راہ فرار اختیار نہ کرنے کے ضمن میں جس اجر وثواب کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا گیا ہے اس کا ذکر بہت سی احادیث مبارکہ میں کیا گیا ہے چنانچہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تقریر میں یہ مضمون بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان واعتقاد رکھنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا سب سے عمدہ کام ہیں تو ایک شخص اُٹھا اور اس نے کہا' یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کردوں تو کیا میرے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اگر تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے اور دشمن کے مقابلہ میں جما رہے بھاگے نہیں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب پانے کی نیت سے لڑے اور تجھے قتل کر دیا جائے تو تیرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابھی تم نے کیا سوال پوچھا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے یہ پوچھا تھا کہ اگر اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہو جائیں گے جبکہ تو دشمن کے مقابلہ میں جمے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب پانے کی نیت سے لڑے اور میدان جنگ میں نہ بھاگے تو تیرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے البتہ جو قرض تیرے ذمہ کسی کا ہے وہ معاف نہ ہو گا مجھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے یہ بات ابھی بتائی ہے۔ (مسلم شریف)

بیماری کے ڈر سے نہ بھاگے

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساتویں نصیحت یہ فرمائی کہ جب کسی جگہ ایسی وبا پھیلی ہوئی ہو جس سے موتیں ہو رہی ہوں تو وہاں سے کسی اور جگہ مت جانا بلکہ وہیں رہنا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

جب تمہیں معلوم ہو کہ فلاں سرزمین میں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب کسی ایسی جگہ طاعون پھیل جائے جہاں تم پہلے سے ہو تو طاعون سے بھاگ جانے کی نیت سے وہاں سے نہ نکلو' بڑے بڑے عالموں نے اس کی حکمت یہ بتائی ہے کہ جس جگہ وبا پھیلی ہوئی ہو۔ اگر صحت مند لوگ وہاں سے بھاگ جائیں گے تو بیماروں کی تیمارداری اور خدمت نیز مرنے والوں کی تجہیز وتکفین یعنی غسل اور کفن' دفن کرنے والے اور نماز جنازہ ادا کرنے والے نہ رہیں گے اور پھر زندہ بیماروں اور مردہ لاشوں کا برا حال ہو گا' رہا یہ خیال کہ جو لوگ رہیں گے انہیں بھی وبائی مرض لگ جائے گی تو اس کے بارے میں سمجھ لینا چاہئے کہ خدائے پاک کی مشیت اور ارادہ کے بغیر کسی کو مرض نہیں لگ سکتا اور نہ موت آ سکتی ہے۔ جب اللہ پاک کی قضاء وقدر کے مطابق مرض لگنا ہو گا یا موت آنی ہو گی تو کوئی نہ بچا سکے گا اور جو فرمایا کہ جس جگہ تمہیں پتہ چلے کہ وہاں وبائی مرض ہے وہاں نہ جاؤ' اس میں بھی بہت بڑی حکمت ہے کیونکہ وہاں جا کر کوئی شخص وبائی مرض میں مبتلا ہو گیا تو خواہ مخواہ یہی خیال ہو گا کہ یہاں آنے کی وجہ سے مرض لگا اور اللہ پاک کی قضاء وقدر کی طرف ذہن نہیں جائے گا' ایک حدیث میں ہے کہ ایک دیہات کے رہنے والے آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (اگر مرض متعدی نہیں ہے تو) یہ کیا بات ہے کہ اچھے خاصے اونٹوں میں کھجلی پیدا ہوئی وہ کھجلی کس نے لگائی' (رواہ البخاری) یعنی جس ذات پاک نے سب سے پہلے اونٹ میں کھجلی لگا دی اس کی مشیت وارادہ سے بعد میں دوسرے اونٹوں میں کھجلی پیدا ہو جاتی ہے' اکثر لوگ اسی خام خیالی میں رہتے ہیں کہ مریض سے دوسرے کو مرض لگ گیا اور اللہ جل شانہٗ کی مشیت وارادہ کی طرف ذہن بھی نہیں لے جاتے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا کہ جب کسی جگہ طاعون ہو تو تم وہاں نہ جاؤ کیونکہ مرض پیدا ہو گا خدائے پاک کی مشیت سے اور تم یہ سمجھو گے کہ طاعون والوں کے ساتھ رہنے سہنے سے یہ مرض ہم کو بھی لگ گیا' نہ وہاں جاؤ گے اور نہ ایسی خام خیالی میں مبتلا ہو گے۔

اپنے اہل وعیال پر عمدہ مال سے خرچ کرے

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹھویں نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے بیوی بچوں پر اپنے اچھے اور عمدہ مال سے خرچ کرو' اس میں خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کو نصیحت ہے جو اہل وعیال کے ضروری اخراجات میں تنگی برتتے ہیں۔ حرام مال تو حاصل کرنا ہی حرام ہے لہٰذا اس کو اہل وعیال پر خرچ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جسے اللہ پاک حلال مال نصیب فرمائے اس کو بیوی بچوں میں اچھی طرح خرچ کرے البتہ فضول خرچی سے پرہیز کرے اور گناہوں میں خرچ نہ کرے' بہت سے لوگ بچوں کی خوشنودی کے لئے گڑیاں اور تصویریں خرید لاتے ہیں اور بعض لوگ سب بیوی بچوں کو لے جا کر سینما دکھاتے ہیں' یہ سب گناہ ہے' بس اللہ کی ہی رضا پیش نظر رہنی چاہئے' اس کی رضامندی کی فکر میں رہتے ہوئے جو راضی ہو جائے بہتر ہے اور جو ناراض ہو جائے ہمارے ذمہ اس کا راضی کرنا نہیں' ہمارے ذمہ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے جو خالق و مالک ہے' اسی کے فرمان سے اسی کے قانون کے مطابق بیوی بچوں پر خرچ کرنا چاہیے۔

اپنے گھر والوں کو ادب سکھانے میں کوتاہی نہ کرے

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نویں نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے گھر والوں کو ادب سکھانے میں کوتاہی نہ کرو اور لاٹھی اٹھا کر مت رکھ دینا جس کی وجہ سے وہ مطمئن ہو کر احکام خداوندی کو فراموش کر دیں' مقصد یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر لگانے کی ہر وقت فکر رکھو۔ دین کے معاملہ میں ان کا خیال رکھنا ان کو گوارا ہو یا ناگوار نمازیں پابندی سے پڑھواؤ اور رمضان کے روزے رکھواؤ' حرام کاموں سے بچاؤ' گناہوں سے

پرہیز کراؤ' اخلاق و آداب سکھاؤ' اس بارے میں مار پیٹ کرنی پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کرو۔ ان کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہئے کہ اگر ہم نے دین کے خلاف کام کیا تو پٹائی ہوگی۔ مقصد یہ نہیں کہ مار سے ہی ڈرتے رہا کرو بلکہ مقصد یہ ہے کہ دین پر ڈالنے سے غافل نہ ہو اور گھر والوں کو دین پر چلانا اپنی ذمہ داری سمجھو' اگر ذرا سی بھی غفلت کرو گے تو وہ دلیر ہو جائیں گے' جب نافرمانی پر اتر آئیں گے تو کوئی بات نہیں مانیں گے بہت سے لوگ دنیا کے کام اپنے اہل وعیال سے بڑی سختی سے لیتے ہیں' ان سے دنیا کا کوئی معمولی نقصان بھی ہو جائے تو سخت دارو گیر کرتے ہیں اور مار پٹائی سے بھی دریغ نہیں کرتے لیکن دینی معاملات میں بالکل ایسے ہو جاتے ہیں جیسے ان کو سانپ سونگھ گیا اور انہیں کچھ اتہ پتہ نہیں ہے کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔

بہت سے لوگ اپنی نماز مسجد میں جا کر پڑھنے کا اہتمام کر لیتے ہیں مگر گھر میں کس نے نماز پڑھی کون سوتا رہ گیا اس کی کوئی فکر نہیں کرتے یہ بڑی نادانی اور غفلت شعاری ہے دنیا والے جن چیزوں کو ادب تہذیب سمجھتے ہیں اگر چہ وہ گناہ ہی ہوں' بعض لوگ اپنی اولاد کو ان چیزوں کو سکھانے میں بہت پیش پیش ہوتے ہیں لیکن سب سے بڑا ادب جو انسان میں ہونا چاہئے کہ اپنے خالق و مالک سے غافل نہ ہو اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں دیتے جس کی وجہ یہ ہے کہ معاشرہ میں سب سے زیادہ کمزور دین ہی ہے اور نزلہ عضو ضعیف پر گرتا ہے' بچوں کو انگریزی پڑھاتے ہیں' یورپ اور امریکہ کے طرز پر زندگی گزارنے کے طور طریقے سکھائے جاتے ہیں' کوٹ پتلون پہننے اور ٹائی لگانے کا ڈھنگ پوری توجہ سے بتاتے ہیں لیکن بیس سال کی اولاد ہو جاتی ہے اسے سبحانک اللھم تک بھی یاد نہیں ہوتا یہ اپنے نفس پر ظلم ہے اور اہل وعیال پر بھی۔

اپنے اہل وعیال کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتا رہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دسویں نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے اہل وعیال کو اللہ کے احکام وقوانین کے بارے میں ڈراتے رہو یہ نویں نصیحت کا تکملہ ہے مطلب یہ ہے کہ محض ڈنڈے ہی کے زور سے کام نہ چلاؤ اس میں تو گھر والے صرف تم سے ڈریں گے۔ فکر یہ کرو کہ خدا سے ڈریں' ان کے دل میں خدائے پاک کا خوف بٹھانے کی کوشش کرو اگر خدا کا خوف بیوی بچوں کے دل میں بٹھا دیا تو فرائض کی ادائیگی میں اور گناہ چھوڑنے میں اور نوافل واذکار کی رغبت میں انہیں تکلیف محسوس نہ ہوگی جس کے سامنے قبر کے حالات بیان ہوتے رہتے ہوں۔ میدان حشر کی نفسانفسی کا عالم بیان کیا جاتا ہو' دوزخ کے سخت عذاب کی کیفیت سنائی جاتی ہو وہ شخص کیسے گناہوں کی جرأت کرے گا اور کیونکر خدائے پاک کی رضا کا اور ہمیشہ کے آرام وراحت کی جگہ یعنی جنت کا طالب نہ ہوگا۔

یہ وہ خوبیاں ہیں جو حدیث مبارکہ کے حوالے سے یہاں پر ذکر کی گئی ہیں اور جن پر عمل کر کے دین ودنیا میں کامیابی حاصل کرنے اور اپنی اولاد کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے ہر مسلمان میں ہونا ضروری ہیں اور پھر حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ان خوبیوں کو اپنانے کی نصیحت فرمائی ہے لہٰذا ایک باپ کی حیثیت سے اور مسلمان ہونے کے ناطے ان خوبیوں کو عملی طور پر اپنے آپ میں پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ آپ کے گھر والے آپ سے دین کی باتیں سنیں اور سیکھیں تو ان پر جلد اثر ہو۔

اپنے بچوں کو قرآن حکیم پڑھوائیں

اپنے بچوں کو ابتدائی عمر سے ہی قرآن کریم پڑھانے کی طرف راغب کریں

باپ کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی دینی تعلیم کا بھی ضرور اہتمام کرے جب بچے پڑھنے کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو قرآن کریم ناظرہ سکھایا جائے تاکہ وہ صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن حکیم پڑھنے کے قابل ہو جائیں اس کے بعد بچوں کو کسی خوش الحان قاری سے قرآن حکیم سیکھنے اور پڑھنے کی تعلیم دلوائی جائے۔

باپ کو چاہیے کہ وہ نہ صرف بچوں کو قرآن حکیم سکھانے اور پڑھانے کا اہتمام کرے بلکہ اگر خود بھی قرآن حکیم نہیں پڑھ سکتا تو اپنے لیے بھی اس بات کو ممکن بنائے اور قرآن حکیم سیکھے اور پڑھنے کا معمول بنائے اس بارے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے اور نہ ہی یہ خیال کرے کہ اب چونکہ اس قدر عمر ہوگئی ہے کبھی قرآن حکم پڑھنا سیکھا ہی نہیں اس لئے ہچکچاہٹ سی محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو جتنی بھی عمر ہو قرآن حکیم پڑھنا سیکھ لینا چاہیے اور اس معاملے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

ہمارے پیارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن حکیم سیکھنے اور پڑھنے کی بڑی فضیلت ارشاد فرمائی ہے چنانچہ اس ضمن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'

> "قرآن مجید سیکھو پھر اس کو پڑھو اس لیے کہ جو شخص قرآن مجید سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اس کو پڑھتا رہتا ہے اس کی مثال اس کھلی تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے۔ اور جس شخص نے قرآن حکیم سیکھا پھر باوجود اس کے قرآن حکیم اس کے سینے میں ہے وہ سو جاتا ہے یعنی اس کو تہجد میں نہیں پڑھتا اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی طرح ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔" (ترمذی شریف)

بچوں کو قرآن حکیم پڑھوانے کا فائدہ

اپنے بچوں کو قرآن حکیم سکھانے اور پڑھانے کے بہت سے فوائد ہیں چنانچہ اس حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ رات کو سورہ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا (راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد کا بیان ہے کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی لڑکیوں کو حکم دے کر روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھوایا کرتے تھے۔

(مشکوٰۃ شریف ص 189 بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان)

ایک اور حدیث پاک اس طرح سے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ وہ غنا یعنی مالداری (لانے والی) سورت ہے۔ (کنز العمال ص 145 جلد 1)

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی حدیث پاک میں فرمایا کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا اور اس کے بعد والی حدیث میں فرمایا کہ سورۂ واقعہ عورتوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ مالداری لانے والی سورت ہے اسی لیے عبداللہ بن مسعودؓ روزانہ اپنی لڑکیوں کو اہتمام کے ساتھ سورۂ واقعہ پڑھوایا کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مرض وفات میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ ماتشتکی۔؟ (آپ کو کیا تکلیف ہے)

حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا۔ ذنوبی ؟ (اپنے گناہوں کے وبال کی تکلیف ہے)

حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ فما تشتھی (آپ کی خواہش کیا ہے؟)

حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ رحمۃ ربی (اپنے پروردگار کی رحمت چاہتا ہوں)

''آپ کے لیے کوئی طبیب بھیج دوں؟'' حضرت عثمانؓ نے پوچھا۔

''طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے'' حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا۔

''تو پھر اخراجات کے لئے کچھ رقم بھجوادوں؟'' حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

''نہیں، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔'' حضرت عبداللہ نے جواب دیا۔

''یہ رقم آپ کے بعد آپ کی صاحبزادیوں کے کام آجائے گی۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''کیا آپ کو میری بیٹیوں پر فقر و فاقہ کا اندیشہ ہے؟ میں نے تو انہیں ہر رات سورہ واقعہ کی تلاوت کی تاکید کر رکھی ہے کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھے اسے کبھی فاقہ کی مصیبت نہیں آئے گی (تفسیر ابن کثیر ص 281 ج 4)

لوگ آج کل پیسہ کمانے اور مالدار بننے کے لیے بہت کچھ کوششیں کرتے ہیں لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نسخے پر عمل کرنے کا ارادی ہی نہیں کرتے۔ آج کل ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کو چھوٹوں کو بڑوں کو، بچوں کو بوڑھوں کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اللہ کا ذکر کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی صبح ہوتی ہے تو سب سے پہلے ٹیلی ویژن اور اخبارات میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ گھنٹے آدھ گھنٹے کے بعد ناشتہ کر کے بناؤ سنگھار کر کے بچے اسکول کی راہ لیتے ہیں اور بڑے ملازمتوں اور کاروبار کے لیے چل دیتے ہیں، عورتیں اور چھوٹے بچے ٹی وی دیکھتے رہتے ہیں جب اسکول والے بچے واپس آتے ہیں تو وہ بھی ٹیلی ویژن دیکھنے میں لگ جاتے ہیں کہاں کا ذکر کہاں کی تلاوت سب حسب دنیا میں مست رہتے ہیں۔ بہت کم کسی گھر سے کلام اللہ پڑھنے کی آواز آتی ہے ذکر اللہ اور تلاوت کلام اللہ کے لئے لوگوں کی طبیعتیں آمادہ ہی نہیں،

محلے کے محلے غفلت کدے بنے ہوئے ہیں۔ اکا دکا کسی گھر میں کوئی نمازی ہے اور افسوس ناک ماحول کی وجہ سے اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہیں۔

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے قرآن مجید پڑھے اور اپنے ہر بچے کو لڑکا ہو یا لڑکی قرآن شریف پڑھائے اور روزانہ صبح اُٹھ کر نماز سے فارغ ہو کر گھر کا ہر فرد کچھ نہ کچھ تلاوت ضرور کرے تا کہ اس کی برکت سے ظاہر و باطن درست ہو اور دنیا و آخرت کی خیر نصیب ہو۔

بچوں کے قرآن مجید پڑھنے کا والدین کو فائدہ

اپنے بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کا نہ صرف دنیا میں فائدہ ہوتا ہے بلکہ آخرت میں بھی اس کا فائدہ ماں باپ کو ملتا ہے جو کوئی اپنے بچے کو حافظ قرآن بنائے گا اس کو اس کا اجر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا اس حوالے سے ایک حدیث پاک اس طرح سے ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن جس وقت قرآن والا اپنی قبر سے نکلے گا تو قرآن اس سے اس حالت میں ملے گا جیسے کمزوری کی وجہ سے رنگ بدلا ہوا آدمی ہو اور صاحب قرآن سے پوچھے گا' کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا' میں تمہیں نہیں پہچانتا۔ قرآن کہے گا' میں تمہارا ساتھی ہوں جس نے تمہیں سخت گرمی کی دوپہر میں پیاسا رکھا اور رات کو جگایا (یعنی قرآن کریم کے حکم پر عمل کی وجہ سے تم نے دن میں روزہ رکھا اور رات میں قرآن کریم کی تلاوت کی) ہر تاجر اپنی تجارت سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہے اور آج تم اپنی تجارت سے سب سے زیادہ نفع حاصل کرنے والے ہو' اس کے بعد صاحب قرآن کو دائیں ہاتھ میں بادشاہت دی جائے گی اور بائیں ہاتھ میں (جنت میں) ہمیشہ رہنے کا پروانہ دیا جائے گا۔ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو دو ایسے جوڑے پہنائے جائیں گے جن کی قیمت دنیا والے نہیں لگا سکتے۔ والدین کہیں گے ہمیں یہ جوڑے کس وجہ سے

پہنائے گئے ہیں؟ ان سے کہا جائے گا تمہارے بچے کے قرآن حفظ کرنے کی وجہ سے' پھر صاحب قرآن سے کہا جائے گا' قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجوں اور بالا خانوں پر چڑھتا جا۔ چنانچہ جب تک وہ قرآن پڑھتا رہے گا چاہے روانی سے پڑھے چاہے ٹھہر ٹھہر کر پڑھے وہ (جنت کے درجوں اور بالا خانوں پر) چڑھتا جائے گا۔ (مسند احمد' فتح الربانی)

نجات دلانے والی سورۃ

عبد نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائیت کی کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا' کیا میں تم کو ایک حدیث کا تحفہ دوں جس سے تم خوش ہو جاؤ' اس نے کہا کہ کیوں نہیں' آپ نے فرمایا کہ سورۂ ملک خود بھی پڑھو اور اپنے بیوی بچوں اور گھر میں رہنے والے بچوں نیز پڑوسیوں کو بھی سکھاؤ کیونکہ یہ نجات دلانے والی ہے اور پروردگار سے مخاصمہ کر کے نجات دلائے گی۔ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور)

اپنے بچوں سے محبت کریں

آپ کی اولاد آپ کی محبت چاہتی ہے جو بات آپ اپنے بچوں سے پیار و محبت کے ساتھ منوا سکتے وہ بے جا سختی سے کبھی نہیں منوا سکتے بچے پیار کے طالب ہوتے ہیں محبت اور پیار کرتے ہوئے اتنا ضرور یاد رکھیں کہ ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار اچھا نہیں ہوتا اس سے بچہ بگڑ بھی سکتا ہے آپ کی بچوں کے ساتھ محبت اس طرح سے ہونی چاہیے کہ آپ کو دیکھ کر بچوں کے دل میں بھی آپ کی محبت اُبھرے اور اس کا وہ اظہار کریں یہ نہ ہو کہ بلاوجہ کی سختی کے باعث بچے آپ کو دیکھ کر سہم جائیں اور آپ سے بے تعلقی سی محسوس کریں۔ ایک مسلمان باپ میں یہ خوبی ہونی چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے پیار و محبت کا مجسم پیکر ہو اس کی شخصیت سے محبت کا ایسا اظہار عملی طور پر ہونا چاہیے کہ جس سے اس کی اولاد متاثر ہو اور باپ کو دیکھ کر خوشی محسوس کرے۔ بچوں کے ساتھ پیار و شفقت کا رویہ رکھنے کی تعلیم ہمیں

احادیث مبارکہ سے بھی ملتی ہے ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ پیار و محبت اور شفقت سے پیش آیا کرتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی بچے کو نہیں ڈانٹا اگر کوئی ایسی بات ملاحظہ فرمائی کہ جس میں بچے کو تنبیہہ کرنا ضروری سمجھا تو نہائیت پیار اور شفقت سے سمجھایا اور خوش کن انداز میں گفتگو فرماتے ہوئے اپنی بات کو فرما دیا۔ احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے ہمیں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اولاد میں سے کسی کو مارا ہو یا ڈانٹا ہو۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بچوں سے محبت

زندگی کے ہر شعبے میں حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُسوہ حسنہ ہمارے لئے زندگی گزارنے کا ایک بہترین نمونہ اور مشعل راہ ہے ہر باپ کو چاہیے کہ وہ بچوں کے ساتھ پیار و محبت اور شفقت سے پیش آنے کے ضمن میں حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے خوشیاں اور مسرتیں سمیٹے' ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ صرف اپنی اولاد سے پیار و محبت سے پیش آتے تھے بلکہ دوسرے بچوں سے بھی محبت اور پیار کا سلوک کرتے تھے۔ مشہور صحابی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن میں تقریباً دس برس تک حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے صبح و شام خدمت اقدس میں حاضر رہتے تھے اور خدمت کے لیے تیار رہتے تھے اس قدر تعلق اور ہمہ وقت ساتھ رہنے کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی نہیں ڈانٹا بلکہ ہمیشہ پیار اور شفقت کرتے تھے اس ضمن میں خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"میں نے دس سال تک حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کی اس عرصے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے کبھی اُف تک بھی نہیں کہا اگر میں نے کبھی کوئی کام کر لیا تو یہ نہ فرمایا کہ ایسا کیوں

کیا؟ اگر کوئی کام نہ کیا تو پھر بھی یہ کبھی نہ فرمایا کہ کیوں نہ کیا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک کام کرنے کا حکم ارشاد فرمایا' میں نے کہا میں نہیں جاؤں گا اس لیے کہ میرے دل میں تھا کہ میں جاؤں گا (اور پھر میں وہاں سے نکلا اور بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول ہو گیا اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لے آئے اور مسکرا کر (پیچھے سے میری گردن پر اپنا دست مبارک رکھ دیا میں نے جو (اچانک) پلٹ کر دیکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبسم فرما رہے تھے پھر شفقت سے ارشاد فرمایا پیارے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اب تم اس کام کے لیے جاؤ چنانچہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں جاتا ہوں۔"

(ابوداؤد شریف)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی اولاد سے محبت

سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اولاد سے بہت محبت اور پیار کیا کرتے تھے اس ضمن میں بہت سی احادیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے ان احادیث مبارکہ کا مطالعہ کر کے ان سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے اور ایک باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ اُسی پیار و محبت سے پیش آنا چاہیے جس کی تعلیم احادیث مبارکہ سے ملتی ہے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام (نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پلانے کی) خدمت حضرت اُم سیف رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد فرمائی جن کے شوہر آہن گر تھے اور ان کا مکان حوالی مدینہ میں تھا۔ بھٹی چلنے کی وجہ سے گھر میں دھواں رہتا تھا لیکن حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود نظافت طبع کے گوارا فرما لیتے تھے اور بیٹے کی

محبت میں وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں اٹھا کر پیار فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو اپنے عیال پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ مہربانی فرماتے ہوئے نہ دیکھا۔ جب سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنے کے لیے تشریف لے جاتے تو ہم بھی ساتھ ہوتے تھے۔ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آغوش مبارک میں لے کر خوب پیار فرماتے اور اُم یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حضرت ابو سیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھٹی میں آگ جلائے ہوئے ہوتے اور ان کے گھر میں دھواں ہوتا تھا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جب حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنے کے لیے ان کے گھر تشریف لے جاتے تو پہلے جا کر انہیں میں خبر کر دیتا کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں تا کہ وہ اپنا کام چھوڑ دیں۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال حضرت اُم سیف رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ہی ہوا۔ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نزع کی حالت میں ہیں تو اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تشریف فرما تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ حضرت اُم سیف رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پہنچے۔ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے تو ان پر نزع کی حالت طاری تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اپنی آغوش مبارک میں لے لیا اور پیاری چشمان اطہر سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا'

''اے ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تیری جدائی کے سبب غمگین ہیں'
میری آنکھیں روتی ہیں اور دل جلتا ہے۔''

یہ منظر دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ بھی روتے ہیں حالانکہ آپ نے تو اس موقع پر رونے سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عوف کے فرزند! جس حالت کو تم نے دیکھا ہے یہ میت پر رحمت وشفقت کا اظہار ہے جو کہ اس کی حالت دیکھنے سے پیدا ہوئی ہے اور میں نے جو ممانعت فرمائی ہے وہ اس آواز کی ہے جو مصیبت کے وقت نکلتی ہے اور میں منع کرتا ہوں منہ نوچنے' چہرہ پیٹنے' کپڑے پھاڑنے اور بین کرنے سے لیکن آنکھوں سے پانی جاری ہونا رحم وشفقت کی وجہ سے اور جو رحم وشفقت نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہ ہوگا۔ (پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے آنسو)

ہمارے پیارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی بیٹیوں سے بھی بہت محبت تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑا پیار کرتے تھے محبت وشفقت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان اطہر سے آنسو جاری ہو گئے اسی طرح حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی شدید محبت تھی چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جب سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں میں آنسو تھے۔ (پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے آنسو)

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد پاک میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔ (اصابہ جلد ہشتم)

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'

"فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے انہیں
تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے ان سے بغض رکھا
بلاشبہ اس نے مجھ سے بغض رکھا۔"

اسی طرح شادی کے بعد جب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لاتیں تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے لیے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ مبارک تھام لیتے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔

(سیرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنے نواسوں سے محبت

ایک مسلمان باپ کو اپنا گھر جنت کا نمونہ بنانے اور اولاد کے دل میں اپنی محبت پیدا کرنے کے لیے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ صرف اپنی اولاد سے محبت کرتے تھے بلکہ اپنے نواسوں سے بھی شدید محبت کرتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان کے بیٹے علی بن ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز اپنی سواری پر حضرت علی بن ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا ردیف بنایا تھا۔ حضرت علی بن ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حد بلوغ کے قریب اس دنیا سے رخصت ہو گئے جب یہ نزع کے عالم میں تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع کی گئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کو گود میں اٹھایا تو وہ سسکیاں بھرنے لگے یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان اطہر سے آنسو جاری ہو گئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کی چشمان اطہر میں آنسو؟ ارشاد فرمایا' یہ رحم دلی کی وجہ سے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہی بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر

رحم و شفقت کرتے ہیں۔ (پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے آنسو) نواسوں سے محبت کے ضمن میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا' حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے۔" (ترمذی شریف)

احادیث مبارکہ کے حوالے سے حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی اولاد اور نواسوں سے محبت کے واقعات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر باپ اپنی اولاد کے لیے ایسے ہی محبت بھرے طرز عمل کا مظاہرہ کرے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی اولاد کے ساتھ محبت و شفقت کا سلوک کرے آپ کے اس طرز عمل سے گھر میں سکون رہے گا آپ کی اولاد بھی آپ سے محبت کرے گی اور آپ کی تابعداری میں خوشی محسوس کرے گی۔

اپنی اولاد کو کھانے پینے کے آداب سکھائیں

اپنے بچوں کو ایک مکمل مسلمان بنانے کی غرض سے باپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہر معاملے میں بچوں کی اصلاح اور ان کی رہنمائی فراہم کرنے کے لیے غفلت سے کام نہ لیا کرے اور معمولی معمولی باتوں پر بھی اس کی توجہ ہونی چاہیے اسی طرح بچوں کو کھانے پینے کے آداب سکھانا بھی باپ اپنی ذمہ داری خیال کرے اور بچوں کو بتائے کہ کھانے پینے کا اسلامی طریقہ کیا ہے۔

پانی پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائیت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ "ایک سانس میں پانی نہ پیو جیسے اُونٹ پیتا ہے بلکہ دو دو تین تین مرتبہ میں پیو اور جب پیو تو بسم اللہ کہہ لو اور جب برتن کو منہ سے ہٹاؤ تو الحمد للہ کہو۔" (ترمذی شریف)

عام طور پر بچوں اور بڑوں میں یہ عادت پائی جاتی ہے کہ جب ان کو پانی پینا ہوتا ہے تو وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ کھڑے ہیں یا بیٹھے ہوئے ہیں وہ پانی پی لیتے ہیں حالانکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو پانی پینے کا صحیح طریقہ بتائے کیونکہ اگر چھوٹے بچوں کو اس طرح کی چھوٹی چھوٹی باتیں نہ بتائی جائیں گی تو پھر ان میں بہت سی غلط باتیں پختہ ہو جائیں گی کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت احادیث مبارکہ میں آئی ہے بچوں کو اس بارے میں بتایا جائے۔

کھڑے ہو کر نہ پینا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا'

"کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پیئے اور جو بھول کر ایسا کر گزرے وہ قے کردے۔" (مسلم شریف)

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

ہر اچھے کام کی ابتداء کرتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا سنت نبوی ہے۔

باپ اپنے بچوں کو اس بات کی تلقین کرے کہ کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے بچوں کو اس بات کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ باپ یہ بھی دیکھے کہ بچے اس پر عمل کرتے ہیں یا نہیں باپ کی معمولی سی توجہ سے بچوں کی عادت کا یہ حصہ بن جائے گا کہ وہ کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھا کریں گے اگر کوئی بچہ کھانے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے تو اسے بتایا جائے کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے شیطان اس کھانے میں شامل ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کھانے میں حاضر ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تک شروع نہ کرتے ہم لوگ کھانے میں ہاتھ نہیں ڈالتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہم سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک لڑکی بھاگتی ہوئی آئی جیسے اسے کوئی دھکیل رہا ہے اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک اعرابی بھاگتا ہوا آیا جیسے اسے کوئی دھکیل رہا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا اور ارشاد فرمایا۔

"جس کھانے پر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا وہ کھانا شیطان کے لیے حلال ہو جاتا ہے شیطان اس لڑکی کے ساتھ آیا تاکہ اس کے ساتھ کھائے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ پھر اس اعرابی کے ساتھ آیا کہ اس کے ساتھ کھائے میں نے اس کا ہاتھ (بھی) پکڑ لیا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کا نام لیا (یعنی بسم اللہ پڑھی اور کھانا کھایا۔"

(مسلم شریف)

دائیں ہاتھ سے کھانا

بعض بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ کھاتے وقت اس بات کا دھیان نہیں رکھتے کہ دائیں ہاتھ سے کھائیں یا بائیں ہاتھ سے بس وہ کھانا شروع کر دیتے ہیں کبھی دائیں سے اور کبھی بائیں ہاتھ سے۔ لہٰذا باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی ہر حرکت کو اپنی نگاہ میں رکھے اگر کوئی بچہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہو تو اسے پیار سے سمجھائے کہ کھانا ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے۔

حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے خاوند سے پیدا ہوئے تھے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوا اس طرح حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں بچپن ان کا حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر سایہ گزرا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے بڑی محبت وشفقت سے پیش آیا کرتے تھے اور ہر معاملے میں ان کا خیال رکھا کرتے تھے' حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں پرورش پا رہا تھا کھاتے وقت برتن میں ہر طرف ہاتھ ڈال دیتا تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا'

''بسم اللہ پڑھو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کی اس جانب سے کھاؤ جو تمہارے قریب ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اسی ضمن میں ایک اور صحابی حضرت عکراش بن زویب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک برتن میں بہت سی ثرید اور بوٹیاں لائی گئی ہیں (کھانے کے وقت) میرا ہاتھ برتن میں ہر طرف پڑنے لگا جبکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سامنے سے تناول فرمایا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بائیں

دست مبارک سے میرا دایاں ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا' ''اے عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ کہ ایک ہی قسم کا کھانا ہے۔'' اس کے بعد ایک برتن میں طرح طرح کی کھجوریں لائی گئیں میں نے اپنے سامنے سے کھانی شروع کیں جبکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دست مبارک برتن میں مختلف جگہ پر پڑتا اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اے عکراش! جہاں سے چاہو کھاؤ کہ یہ ایک قسم کی چیز نہیں ہے۔''

(ترمذی شریف)

کھانے پینے کے یہ وہ آداب ہیں جو حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم فرمائے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اولاد کو ان آداب سے روشناس کرائیں تاکہ ان کا کھانا پینا حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کے مطابق ہو جائے اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے کے مطابق کھانا پینا سیکھ کر بہترین مسلمان بن جائیں۔

دودھ پینے کے بعد دعا

والدین عام طور پر چھوٹے بچوں کو دودھ پینے کے لیے دیتے ہیں اگر تھوڑی سی توجہ مزید ان بچوں پر مبذول کرتے ہوئے بچوں کو یہ بتایا جائے کہ دودھ پینے کے بعد دعا بھی مانگنی چاہیے تو بچے ضرور آپ کی یہ بات مان لیں گے اس حوالے سے بچوں کو بتایا جائے کہ مشکوٰۃ شریف میں دودھ پینے کے بعد ان کلمات کے ساتھ دعا مانگنا مذکور ہوا ہے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ۔

ترجمہ: اے اللہ! تو اس میں ہمیں برکت دے اور ہمیں مزید عطا فرما۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد دعا

کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہمارے پیارے رسول کریم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری سنت مبارکہ ہے۔بچوں کو کھانا کھانے کے بعد دعا مانگنا سکھایا جائے اوران کو بتایا جائے کہ حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔(ترمذی شریف)

آپ کے بچے کھانے پینے کے اسلامی آداب سیکھ جائیں گے تو دوسرے لوگ آپ کے بچوں کو دیکھ کر رشک کریں گے اور آپ کو بھی خوشی ہوگی کہ آپ کے بچے چھوٹی عمر میں ہی اپنی پیاری پیاری آواز میں کس قدر خلوص سے کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتے ہیں اور کھانے کے بعد دعا مانگتے ہیں۔بچوں کو بچپن میں جس چیز کا عادی بنائیں گے وہ عادت ان میں ضرور پختہ ہوگی اور بڑے ہو کر وہ صحیح معنوں میں اسلامی اصولوں کی پاسداری کو اپنا شعار بنائیں گے اور ان کے ہر اچھے کام میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوگی بس صرف آپ کی توجہ کی ضرورت ہے آپ کے بچے آپ کی تھوڑی سی توجہ سے معاشرے کے اچھے افراد بن جائیں گے۔

بچے کو وقت پر کھانے کی رغبت دلائیں

یہ حقیقت ہے کہ تقریباً ہر گھر میں والدین کو یہ مسئلہ درپیش ہوجاتا ہے کہ ان کا بچہ کچھ کھاتا نہیں یا بہت کم کھاتا ہے والدین بچے کو پیار سے یا سختی سے کھلاتے ہیں تو تب بھی والدین کے حسب منشاء نتیجہ نہیں نکلتا کھانے کے وقت بچہ بہت ضدی ہوجاتا ہے اور روتا ہے بظاہر اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی لیکن بہرحال والدین کے لیے یہ بہت پریشان کن معاملہ ہوتا ہے۔چونکہ باپ گھر کا نگران اور منتظم ہوتا ہے اس لیے بچے کی ماں کے ساتھ

ساتھ اسے بھی اپنے بچے کی فکر لاحق رہتی ہے۔ماہرین اس ضمن میں تحقیق کرتے رہتے ہیں کہ چھوٹے بچے کھانے سے انکار کیوں کرتے ہیں چنانچہ حال ہی میں چھوٹے بچوں کے کھانے کے آداب کی خلاف ورزیوں کے بارے میں کی جانے والی ایک تحقیقی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ چھوٹے بچوں میں کھانا کھانے سے انکار ایک عام مسئلہ ہے۔یہ ایک عام بات ہے کہ بچے کسی ایک مخصوص چیز یا جیسے ڈبل روٹی کے علاوہ ہر چیز کھانے سے انکار کر دیتے ہیں یا اگر انہیں زبردستی کھانا کھلانے کی کوشش کی جائے تو وہ اسے تھوک دیتے ہیں یا پھر الٹی کر دیتے ہیں۔اور یگون ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے ڈاکٹر پیٹر لوکسو ہن نے ایسی 93 ماؤں کا سروے کیا جن کے تین سال تک کے بچوں کے ساتھ کھانا کھانے کے مسائل تھے۔

انٹرنیشنل جرنل آف ایٹنگ ڈس آرڈر میں شائع ہونے والے سروے کے دوران 78 فیصد ماؤں نے بتایا کہ ان کے بچے کھانا تھوک دیتے ہیں۔زیادہ تر ماؤں نے بتایا کہ جب بچوں کو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کوئی مخصوص چیز نہیں کھا سکتے تو وہ بہت زیادہ اپ سیٹ ہوجاتے ہیں۔اس کے علاوہ یہ شکایات بھی سامنے آئیں کہ بچے رونا اور تنگ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ایک تہائی سے زیادہ ماؤں نے بتایا کہ ان کے بچے کھانا اپنے سے دور کر دیتے ہیں اور پھینک دیتے ہیں جبکہ اسی تعداد میں بچے اپنی پسند کی چند مخصوص چیزیں جیسے پنیر اور ڈبل روٹی وغیرہ کھاتے ہیں اور مچھلی اور سبزیاں وغیرہ کھانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں تقریباً ایک فیصد ماؤں نے بتایا کہ ان کے بچے ایک وقت میں بہت زیادہ کھانا کھا کر بیمار ہوجاتے ہیں جبکہ کچھ بچے کھانے کے وقت بہت زیادہ روتے ہیں۔بہرحال یہ دونوں مسئلے رویوں کا کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں ہیں۔تقریباً ایک چوتھائی ماؤں نے بتایا کہ انہیں اپنے بچوں کے کھانے پر کنٹرول رکھنے کے لیے "کوشش" کرنا پڑتی ہے جبکہ انہی ماؤں نے اپنے بچوں میں رویوں کے دوسرے مسائل کی نشاندہی کی۔اس تحقیق میں یہ بتایا گیا کہ بچوں میں رویوں میں دوسرے مسائل بھی ہیں، جن کے تحت بچے جلد برہم ہوجاتے ہیں یا پھر بڑوں سے بہت زیادہ بحث کرتے ہیں۔اسی طرح موٹے بچوں کی ماؤں نے بتایا

کہ ان کا بچوں کے ساتھ کھانے پر تنازع چلتا رہتا ہے۔ یعنی والدین اپنے موٹے بچوں کو نارمل بچوں کی طرح کھانے کے اوقات میں کھانا کھانے کی اجازت دینا چاہتے ہیں۔ تحقیق کے ذریعے یہ بات سامنے آئی کہ تین سال تک کے بچوں میں کھانے پینے کے معمولات میں تبدیلی اور کھانا کھانے سے انکار یا زیادہ کھانے کا اثر مستقبل میں ان بچوں کے وزن اور دوسرے رویوں پر بھی پڑتا ہے۔

باپ کو اس بارے میں اپنا کردار ضرور ادا کرنا چاہیے کہ بعض اوقات ماں گھر کے کام کاج سے تھکاوٹ محسوس کر رہی ہوتی ہے اور اسے بچے کو کھانا کھلانے کی ذمہ داری بھی نبھانی پڑتی ہے جو کہ اگر بچہ ضدی ہو اور کھانا نہ کھاتا ہو مشکل سے کوئی لقمہ لیتا ہو تو ماں کا مزاج بچے کے انکار کے باعث جلد برہم بھی ہو سکتا ہے لہٰذا باپ اس بارے میں مدد کر سکتا ہے اگر وہ گھر پر موجود ہے تو بچے کی پیار و محبت اور اچھے طریقے سے ترغیب دے کر کھانے کی طرف راغب کر سکتا ہے ماں اور باپ کا باہمی تعاون بچے کی نشوونما کے لیے بہترین معاون ثابت ہوتا ہے۔

اپنی بیٹی کی تعلیم پر بھی توجہ دیں

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ تعلیم کے معاملے میں اپنے بچوں کے ساتھ مساوی سلوک نہیں کرتے بیٹوں کی تعلیم پر تو بھرپور توجہ دیتے ہیں جبکہ بیٹیوں کی تعلیم کے معاملے میں زیادہ سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کرتے حالانکہ ہمارا دین اسلام عورتوں کی تعلیم کا ہرگز مخالف نہیں ہے مگر یہ تعلیم اسلام کے اصولوں کے مطابق دلائی جائے مخلوط تعلیم نہ ہو اگر غور کیا جائے تو عورتوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کا بہت فائدہ ہے۔

اس لئے عورتوں کی اس قدر تعلیم بہر حال واجب اور ضروری ہے جس سے عورت ایک ذمہ دار بیوی، بہتر ماں اور آنے والی نسلوں کی لائق ترین اتالیق کی حیثیت سے اپنے فرائض کو انجام دے سکے اور خانہ داری کے کل امور اس کی نگرانی میں حل ہوں!

لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب عورت عقائد اور مبادی اسلام کا گہرا مطالعہ کرے۔ اسلامی تاریخ اور اسلامی اصول تربیت پر اس کی نظر ہو، اسلامی زندگی، اور اسلامی گھرانہ سے بخوبی واقف ہو اور اس کے ساتھ ساتھ امور خانہ داری کے تعلق سے جدید لیکن مفید علوم وفنون پر اس کو عبور حاصل ہو۔

بیٹیوں کی تعلیم وتربیت کا اجر

بیٹیوں کی تعلیم وتربیت کے اجر کے ضمن میں حدیث پاک میں آتا ہے جس سے بخوبی طور پر پتہ چلتا ہے کہ لڑکیوں کی اچھی تربیت کرنے کا اجر بہت زیادہ ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

''جس شخص نے کسی یتیم کو اپنے ساتھ ملایا اور اپنے کھانے پینے میں اسے شریک کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت واجب کر دی سوائے اس کے کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو قابل معافی نہ ہو۔ اور جس شخص نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی سرپرستی کی اور انہیں تعلیم و تربیت دی اور ان کے ساتھ رحم کا سلوک کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں بے نیاز کر دے تو ایسے شخص کے لیے اللہ نے جنت واجب کر دی۔ اس پر ایک شخص نے کہا اگر دو ہی ہوں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، دو لڑکیوں کی سرپرستی پر بھی یہی اجر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ ایک کے بارے میں پوچھتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک کے بارے میں بھی یہی بشارت دیتے اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ نے اس کی دو بہتر چیزیں لے لیں تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! دو بہتر چیزیں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا، اس کی دو

آنکھیں۔" (مشکوۃ شریف)

اسلامی باپ کی مثال بیٹیاں

تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بے شمار خواتین ایسی ہیں کہ جن کے والد نے انہیں تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جس کی بناپر ان خواتین نے علمی میدان میں بہت شہرت پائی چنانچہ اسی حوالے سے ذیل میں اسلامی باپ کی چند مثالی بیٹیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت نفیسہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

حضرت نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابو طالب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا خاندان نبوت کی جلیل القدر خاتون تھیں مدینہ طیبہ کی علمی فضاؤں میں تعلیم وتربیت کی منزلیں طے کیں انہوں نے اپنے عظیم باپ حضرت حسن بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تعلیم حاصل کی علاوہ ازیں والد محترم نے اپنے دور کے بلند پایہ اساتذہ سے بھی تعلیم دلوائی آپ قرآن حکیم کی حافظہ اور اس کی تفسیر پر عبور رکھتی تھیں ان کے کثرت علم ومعرفت کی وجہ سے لوگ انہیں نفیسۃ العلم والمعرفۃ" کہتے تھے۔

اسماء بنت اسد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

اسماء بنت اسد قیروان کی رہنے والی تھیں اور علم وفضل کے اعتبار سے اپنے دور میں نہ صرف سب خواتین سے آگے تھیں بلکہ اکثر مرد علماء وفقہاء بھی ان کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔ ان کے والد اسد بن فرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت بڑے فقیہہ' محدث رجال وسیر کے عالم تھے انہوں نے اپنی بیٹی کو بڑی محنت سے تعلیم دلائی اور بڑے

بڑے وفقہاء کی خدمت میں بھیجا انہوں نے بیٹی کی تعلیم وتربیت کا خاص طور سے اہتمام کیا اور تمام علوم کے حصول کے مواقع فراہم کیے یہ عالم طفولیت میں تھیں کہ ان کے والد جناب اسد بن فرات انہیں علمی مجلسوں میں اپنے ساتھ لے جاتے اور انہیں حدیث وفقہ کے نکات سمجھاتے فقہی مناظروں اور بحث وتمحیص کی مجالس میں بھی وہ انہیں اپنے ساتھ رکھتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ علم وادراک کے تمام گوشوں پر حاوی ہوگئیں رجال وسیر پر عبور حاصل کرلیا اور حدیث وفقہ اور اس دور کے مروجہ علوم میں درجہ کمال کو پہنچیں۔

ان کا کہنا ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی علوم وفنون سے بہرہ مند ہونا چاہیے اور اپنے فہم وفکر کے زاویوں کو بدلنے کے لیے کوشاں ہونا چاہیے عورت جتنی زیادہ علم وفضل کی مالک ہوگی اس کے بچے اسی قدر علوم سے دلچسپی رکھیں گے اگر عورت اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے گی تو بچوں کے دل میں علم کی محبت جاگزین نہیں ہوسکے گی۔

خدیجہ بنت سحنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

خدیجہ بنت سحنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا عباسی خلیفہ مامون الرشید کے دور میں پیدا ہوئی تھیں پڑھی لکھی خاتون تھیں ان کے والد جناب سحنون بن سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معزز شخص تھے اور عہدہ قضا پر مامور تھے انہوں نے اپنی بیٹی کو اس دور کے مشہور اساتذہ کرام سے تعلیم دلوائی اللہ تعالیٰ نے خدیجہ بنت سحنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کو فہم وادراک کے خاص وصف سے نواز رکھا تھا چنانچہ اس دور کے مروجہ علوم میں بہت جلد دسترس حاصل کرلی علم فقہ کی تعلیم اپنے والد جناب سحنون بن سعید تنوخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی۔ بیٹی کی علمی قابلیت کی جناب سحنون بن سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بھی بڑی قدر کرتے تھے اور اہم معاملات میں وہ گھریلو ہوں یا علمی وفقہی ان سے مشورہ طلب کرتے اور اسی بات پر عمل کرتے تھے جس کا یہ انہیں مشورہ دیتیں۔ والد کے نزدیک یہ نہائیت صاحب الرائے اور بہتر مشیر تھیں چنانچہ کہا کرتے تھے میری یہ بیٹی پرہیز گار' ذی علم اور معاملہ فہم ہے اور فکر وتدبیر

میں سب سے آگے ہے ان سے مشورہ لینے والا دھوکہ نہیں کھائے گا۔ غور کیجئے ایک بیٹی کی اس طرح کی تعریف باپ محض اس لیے کر رہا ہے کہ بیٹی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہے۔

ماجدہ قریشیہ رحمۃ اللہ علیہا

حضرت ماجدہ قریشیہ رحمۃ اللہ علیہا کی تعلیم کا اہتمام ان کے والد محترم نے نہائیت دلچسپی سے کیا چونکہ والد محترم اس دور کے علماء وفضلا میں سے تھے اس لیے انہوں نے اپنی بیٹی کی تعلیم پر خصوصی توجہ مرکوز کی قرآن مجید پڑھایا اور اس کی تفسیر پر عبور حاصل کرنے کے لیے ماجدہ قریشیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کو بحرین اور گرد ونواح کے دیگر علماء سے تعلیم دلوائی حضرت ماجدہ قریشیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے اپنے والد محترم کے زیر سایہ اس دور کے تمام مروجہ علوم میں کمال حاصل کر کے شہرت پائی اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ جب اس دور کی بعض اہم شخصیات نے اخذ علم کے لیے ان کے باب عالی پر دستک دی۔ بے شمار لوگوں کو انہوں نے تعلیم دی آپ طالب علم کو اس کی دلچسپی کے مضمون اور اس کی ذہنی سطح کو جانچ کر اسے تعلیم دیتی تھی۔

اُم الحسن بنت ابی جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

اندلس کے مشہور شہر قرطبہ کی رہنے والی تھیں ان کے والد ابو جعفر طنجانی مشہور عالم تھے انہوں نے اپنی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور ہر شعبہ علم میں ان کو آگے بڑھانے کی سعی کی چنانچہ والد محترم نے اپنی بیٹی کو طب کی تعلیم بھی دلوائی جیسا کہ آج کل میڈیکل کے شعبہ میں بچیوں کو تعلیم دلوائی جاتی ہے چنانچہ اُم الحسن نے طب میں بھی بڑا نام پایا اور اس وقت کے نامور اطباء نے ان کے علم وفن کا لوہا مانا۔ کہتے ہیں کہ یہ مریض کی نبض پر ہاتھ رکھے بغیر محض اس کی آنکھیں اور چہرہ دیکھ کر مرض کی تفصیلات بیان کر دیتیں اور وضاحت سے بتا دیتیں کہ اس کو کیا مرض لاحق ہے۔ کب سے لاحق ہے اور کیوں لاحق ہوا ہے نیز اس کا علاج کیا

ہے؟ علم تشریح الطب پر کامل عبور رکھتی تھیں اس ضمن میں امراء و وزراء تک ان کے پاس آتے اور صحت یاب ہو کر واپس جاتے۔ بڑی بڑی پرانی بیماریوں میں مبتلا مایوس العلاج اور زندگی سے اکتائے ہوئے مریض چند روز میں ان کے علاج سے صحت و شفا پا جاتے تھے۔ ان کی شہرت کا دائرہ صرف اندلس تک محدود نہ تھا بلکہ پورا مغرب اقصیٰ ان کے علم وفضل سے متاثر اور قدر دان تھا۔ آپ مناظرہ وخلافیات اور علمی مسائل میں مباحثہ ومجادلہ کے فن میں بھی خوب ماہر تھیں اس دور کے بڑے بڑے علماء سے مباحثے کرتیں اور کامیاب رہتیں۔

امتہ الواحد بنت حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

یہ اپنے وقت کی بہت بڑی عالمہ اور فقیہہ تھیں، وسعت علم کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کی حافظہ وقاریہ بھی تھیں اور حدیث، فرائض، حساب، نحو اور معانی وغیرہ میں مہارت رکھتی تھیں۔ مسند افتاء پر متمکن تھیں۔ علم حدیث اور علم فقہ اپنے دور کے معروف اساتذہ سے حاصل کیا جن میں ان کے والد حسین بن اسماعیل بھی شامل تھے۔

خدیجہ بنت محمد بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

یہ بغداد میں خدیجہ واعظہ کے نام سے مشہور تھیں آپ کی تعلیم بہت اچھے طریقے سے ہوئی تھی ان کے والد محمد بن علی نے ان کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی اس دور میں بغداد میں ابوالحسین بن سمعون واعظ ایک مشہور واعظ اور عالم تھے۔ محمد بن علی نے اپنی اس بیٹی کو ان سے تعلیم دلائی۔ خدیجہ بنت محمد بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے علم و فضل میں درجہ کمال حاصل کیا اور تحصیل علم کے بعد باقاعدہ درس بھی دیتی تھیں ان کے شاگردوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا جن میں اس دور کے مشہور محدث ابوبکر اور بدر کرخی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

بلارہ بنت تمیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

یہ تونس کی رہنے والی تھیں ان کے والد تمیم بڑے فیاض اور سخی تھے کافی دولت مند تھے عالم و فاضل تھے اس لیے اپنی بیٹی بلارہ کی تعلیم و تربیت کا خاص طور سے اہتمام کیا اور اس کے لیے اس دور کے ممتاز اور بہترین اساتذہ کو مقرر کیا۔ تمیم نے اپنی بیٹی کو تعلیم کے ساتھ ساتھ دین داری میں بھی پختہ تر کیا' تفسیر' حدیث' بلاغت' فصاحت' نحو' ادبیت اور شعرو شاعری وغیرہ تمام مروجہ علوم سے انہیں بہرہ ور کیا اور ہر فن کے علیحدہ علیحدہ استاد مقرر کیئے تا کہ وہ علم کے تمام گوشوں اور ہر فن میں کامل مہارت حاصل کر لیں۔ ان کی علمی قابلیت اور معاملہ فہمی کا یہ عالم تھا کہ ان کے والد اہم اور مشکل مسائل میں اپنی بیٹی سے مشورہ لیتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے تھے۔

بیرم بنت احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

بیرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا اندلس کی مشہور اہل علم خواتین میں سے تھیں۔ ان کے والد احمد بن محمد بہت بڑے صاحب علم تھے اور پورے علاقے میں قدر و منزلت رکھتے تھے دینی پیشوا اور مذہبی رہنما کی حیثیت سے مشہور تھے انہوں نے اپنی بیٹی کی بہت اچھی تربیت کی اور ان کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی ابتدائی تعلیم خود دی اس کے بعد ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے اپنی نگرانی میں قابل اساتذہ کرام کو مقرر کیا جن سے انہوں نے تفسیر' حدیث' فقہ وغیرہ علوم کی تحصیل کی اس کے علاوہ تاریخ کا علم بھی حاصل کیا بعض علوم میں آپ مجتہدانہ بصیرت رکھتی تھیں اندلس کے بہت سے شہروں اور علمی مراکز میں ان کے علم کا چرچا تھا اور لوگ ان کے مقام و مرتبہ کی بلندیوں سے آگاہ تھے۔ اپنے وطن اور قرب و جوار کے اساتذہ اور اہل فن سے تکمیل علم کے بعد مزید تعلیم کے لیے اپنے باپ احمد بن محمد کے ساتھ بیت المقدس کا سفر اختیار کیا اور وہاں کافی عرصہ تک قیام پذیر رہیں اور اس نواح کے علمائے

عظام سے تحصیل کی۔

ان مثالی بیٹیوں کا مختصر طور پر تذکرہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر باپ اپنے بچیوں کو تعلیم دینے کی اہمیت اور مقصد کو سمجھنے اور بیٹیوں کی تعلیم پر بھی اسی طرح بھرپور توجہ دے جس طرح بیٹوں کی تعلیم پر توجہ دی جاتی ہے۔

اپنے بچوں کے ساتھ دوستی کریں

بچے کی ابتدائی زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب بچے کو کسی دوست کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وہ وقت بھی ہوتا ہے جب بچہ یکا یک ایک زیادہ شور مچاتا' زیادہ بے قرار اور شیر خوارگی کے معصومانہ عہد سے بھی زیادہ دشواری سے قابو میں آنے والا دکھائی دینے لگتا ہے۔ باپ چاہے بگڑے ڈانٹے چاہے خاموش رہنے کا فیصلہ کر کے اس کیفیت کے بدلنے کا انتظار کرے۔

ان میں سے کوئی طریقہ بھی دانشمندانہ نہیں ہے۔ باوجود اپنی شان جتانے کے اور بظاہر اپنے والدین کی باتوں کی پرواہ نہ کرنے کے چھ سے نو سال کی عمر والوں کو اپنے والدین کی ہمدردی اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے بچوں کا یہ طرز عمل زیادہ تر احساس کمتری سے اُبھرتا ہے جو نشوونما کے اس زمانے میں عام ہوتا ہے۔

ابتدائی جماعتوں میں داخل ہونے والا بچہ اپنا مقابلہ دوسرے بچوں سے کرتا ہے اور کسی نہ کسی حیثیت سے ہر بچہ اسے کسی نہ کسی بات میں اپنے سے بہتر نظر آتا ہے۔ بڑی عمر کے بچے قد میں بڑے اور زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔ اسکول میں استانی صاحبہ تمام سوالوں کے جواب جانتی ہیں۔ ساتھ کھیلنے والے لڑتے بھی خوب ہیں اور سبق میں اچھے نمبر بھی حاصل کرتے ہیں۔ یا ان کے پاس نئی بائیسکل ہوتی ہے۔ اسلم سمجھتا ہے بلال کرکٹ کا اچھا کھلاڑی ہے۔ سعید کو اس پر رشک آتا ہے کہ ہر ہفتے اور گرمیوں کی چھٹیوں میں اسلم اپنے دادا کے گاؤں میں جایا کرتا ہے۔ عائشہ کو زاہدہ کے گھونگر والے بال پسند ہیں زاہدہ چاہتی

ہے کہ اسے بھی عائشہ کی طرح اسلامیات کے سبق ملیں۔ مختصر یہ کہ چھ سے نو سال کی عمر والا بچہ اپنا بہت سا وقت نجی طور پر اپنی کوتاہیوں کو تسلیم کرنے میں گزارتا ہے۔ یہ ایسی عمر ہوتی ہے کہ بچے کو کسی دوست کی ضرورت ہوتی ہے اور باپ سے بڑھ کر اور کون دوست ہوگا جو اُسے جوں کا توں قبول کرتا ہے اور اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے تاکہ اس کی مخصوص صلاحیتیں ابھرتی چلی آئیں۔

نو اور تیرہ کے درمیان بچے کی بڑھوتری میں عموماً ایک تبدیلی ہوتی ہے۔ اس کا وزن بڑھنے لگتا ہے۔ ہڈیاں لمبی ہونے لگتی ہیں' اس کے پٹھے زیادہ نشوونما پا لیتے ہیں بڑھوتری کی اس تبدیلی کے ساتھ جو غدودی تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کی وجہ سے عارضی جذباتی ناہمواری رونما ہوجاتی ہے۔ ایک ہی رات میں ہموار مزاج سمجھا بوجھا بچہ ایسا جذباتی فرد بن جاتا ہے' جو ابھی آنکھوں میں آنسو بھرے وہم میں بیٹھا ہو اور ابھی ہشاش بشاش نظر آنے لگے۔

یہ سن ایسا ہوتا ہے جب بچہ بلوغ کا ناہموار راستہ طے کرتا ہے اور اسے اپنے باپ کی دوستی اور ہمدردی کی ضرورت پہلے سے زیادہ ہوتی ہے۔

جس باپ نے بڑھوتری کے متعلق حقائق معلوم کرنے کی زحمت گوارا کی ہے وہ بڑی انسانی شے بچے کے رویے کو اور بے تکے پن سے چیزوں سے ٹکرانے اور گرنے کو قبول کرے گا۔ ہاجرہ کے آنسو' اچھے لباس کا شوق اس کا تولہ ماشہ ہوتا طرزِ عمل ایسے باپ کے لیے مسلسل کوفت کا باعث نہیں ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ بچوں کے پیدا ہونے سے ان کے پختگی کو پہنچنے تک جیسا بھی ان کا طرزِ عمل ہوتا ہے اسے بڑھوتری کی روشنی میں سمجھا اور بیان کیا جاسکتا ہے۔ اگر بڑھوتری کے متعلق علم ہو تو والدین اور بچے دونوں کے درمیان بہت سی کشیدگی اور کشمکش دور کی جاسکتی ہے۔ ہمارے لیے یہ مناسب ہے کہ فطرت کو اپنا کام کرنے دیں۔ اطمینان سے وقت گزاریں اور اپنے بچوں کی حرکتوں سے لطف اٹھائیں۔ جب ہمیں ان کے طرزِ عمل سے

ضروری پریشانی نہیں ہوگی تو ہم ان سے زیادہ محبت بھی کرسکیں گے اور ان کی باتوں کو زیادہ سمجھ بھی سکیں گے۔

بچے سے ہماری محبت کا اظہار یا اس کی پریشانی میں ہماری امداد نہ اسے آرام پسند بناتی ہے نہ اسے خوداعتمادی سے محروم کرتی ہے' بلکہ اس طرح اسے اپنی ذات پر اعتماد کرنے اور آپ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بننے میں مدد ملتی ہے۔

بچوں کی تربیت کیسے کرنی چاہیے

بچوں کی تربیت کے ضمن میں ایک مرتبہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ اولاد کی تربیت کیسے کرنی چاہیے؟ تو انہوں نے فرمایا'

1۔ جب بچے کی عمر دس برس سے زیادہ ہوجائے تو اس کو نامحرموں اور ایروں غیروں میں نہ بیٹھنے دو۔
2۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا نام باقی رہے تو اولاد کو اچھے اخلاق کی تعلیم دے۔
3۔ اگر تجھے بچے سے محبت ہے تو اس سے زیادہ لاڈ پیار نہ کر۔
4۔ بچے کو استاد کا ادب سکھاؤ اور اس کو استاد کی سختی سہنے کی عادت ڈالو۔
5۔ بچے کی تمام ضرورتیں خود پوری کرو اور اس کو اتنے عمدہ طریقے سے رکھو کہ وہ دوسروں کی طرف نہ دیکھے۔
6۔ شروع شروع میں پڑھاتے وقت بچے کی تعریف اور شاباش سے اس کی حوصلہ افزائی کرو۔ جب وہ اس طرف راغب ہوجائے تو اس کو اچھے اور برے کی تمیز سکھانے کی کوشش کرو اور ضرورت پڑے تو سختی بھی کرو۔
7۔ بچے کو کوئی ہنر (بھی) سکھاؤ اگر وہ ہنرمند ہوگا تو برے دنوں میں بھی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی بجائے اپنے ہنر سے کام لے سکے گا۔
8۔ بچوں پر کڑی نگرانی رکھو تاکہ وہ بروں کی صحبت میں نہ بیٹھیں۔

اولاد کے ساتھ برابری کا سلوک کریں

باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ ہر طرح سے برابری کا سلوک کرنا چاہیے۔ بچوں کو یہ محسوس نہ ہو کہ ہمارا باپ ہمارے فلاں بھائی یا فلاں بہن کے ساتھ ہم سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ بہت سے باپ ایسے ہیں جو لڑکی کے برعکس لڑکے کو ہر معاملے میں ترجیح دیتے ہیں۔ اور گھر میں لڑکے کی اہمیت اس طرح بڑھا دیتے ہیں کہ بعض مرتبہ بیٹیاں احساس کمتری کا شکار ہو جاتی ہیں ان کی ذہنی صلاحیتیں متاثر ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے ان کی نشوونما پر اچھے اثرات مرتب نہیں ہوتے لہٰذا اولاد کے ساتھ ہمیشہ برابری کا سلوک کیا جائے اور اس ضمن میں بے اعتدالی سے بچنے کی مکمل کوشش کی جائے اگر طبعاً کسی ایک بچے کی طرف زیادہ میلان ہو تو معذوری ہے لیکن پیار و شفقت اور لین دین میں ہمیشہ انصاف اور مساوات کا لحاظ رکھیئے اور اپنے کسی ایک بچے کے ساتھ اس طرح کا امتیازی سلوک روا نہ رکھیں کہ جس کو دوسرے بچے محسوس کریں اگر آپ دوسرے بچوں کے مقابلے میں کسی ایک بچے کو زیادہ ترجیح دیں گے تو اس سے دوسرے بچوں میں احساس کمتری' نفرت' مایوسی اور بالآخر بغاوت پیدا ہوگی اور یہ برے جذبات فطری صلاحیتوں کے پروان چڑھنے میں زبردست رکاوٹ اور اخلاقی اور روحانی ترقی کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

بعض اوقات بچوں کے معاملے میں یہ ہوتا ہے کہ کسی ایک بچے کی طرف رجحان زیادہ ہو جاتا ہے وہ بچہ گویا باپ کی آنکھ کا تارہ سمجھا جاتا ہے طبیعت کے اس میلان کی وجہ سے یہ بہت یقینی ہے کہ اس بچے کے ساتھ باپ کا سلوک اس قدر اچھا ہو کہ واضح طور پر دکھائی دے لہٰذا باپ کو چاہیے کہ وہ اس بات کا ہر وقت خیال رکھے کہ اس کے اپنے کسی بچے کے ساتھ امتیازی سلوک کے باعث اس کے دوسرے بچے دل برداشتہ نہ ہوں اور اس بارے میں کوئی شکوہ شکائیت ان بچوں کی زبان پر نہ آئے۔

ایک مرتبہ حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اپنے ساتھ لیئے حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے پاس ایک غلام تھا وہ میں نے اُپنے اس لڑکے کو بخش دیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے اپنے ہر لڑکے کو ایک ایک غلام بخشا ہے۔ حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی' نہیں' تو سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس غلام کو تم واپس لے لو۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا سلوک کرو۔ چنانچہ حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر واپس آئے اور نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اپنا دیا ہوا غلام واپس لے لیا۔ ایک روائیت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر مجھے گناہ پر گواہ نہ بناؤ۔ میں ظلم کا گواہ نہ بنوں گا۔" ایک روائیت میں یہ ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ سب لڑکے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیوں نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا' پھر ایسا کام مت کرو۔" (بخاری' مسلم)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اولاد کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا چاہیے ورنہ ایک بچے کے ساتھ عنایات ونوازشات کا معاملہ زیادہ کرنا اور اپنے دوسرے بچوں کیے ساتھ عام انداز میں سلوک کرنا سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک بھی اچھی بات نہیں ہے بلکہ یہ ظلم کی بات ہے علاوہ ازیں اگر ایسا کیا گیا تو بچوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف جذبات پیدا ہوں گے اور جن بچوں کو نہ دیا جائے ان کے دل میں باپ کے خلاف نفرت پیدا ہوگی۔

بیٹا اور بیٹی کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے

محبت' شفقت اور عنایات کے معاملے میں اپنی اولاد کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے تا کہ بچوں کی آپس میں رقابت پیدا نہ ہو۔ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے بھی اولاد کے مابین برابر سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص بیٹھے ہوئے تھے تو ان کا بیٹا آیا' انہوں نے اس کو بوسہ دیا اور اپنی ران پر بٹھایا پھر ان کی بیٹی آئی تو اس کو اپنے برابر میں بٹھالیا۔ اس پر حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'

''تم نے ان دونوں کے مابین برابری کیوں نہیں کی۔'' (طحاوی شریف)

مصنف عبدالرزاق کی اس روائیت میں یہ اضافہ ہے کہ

''اپنی اولاد کے مابین مساوات کرو خواہ بوسہ لینے میں ہو۔''

یہ حقیقت ہے کہ بسا اوقات انسان کوشش کے باوجود اپنے بچوں کے مابین برابری کا سلوک کرنے میں ناکام رہتا ہے یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی طبعی طور پر کسی ایک بچے کی طرف اس کا میلان زیادہ ہوجاتا ہے اور اس کے دل میں اس بچے کی محبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اس بچے پر عنایات اور نوازشات بھی زیادہ کرتا ہے۔ محبت میں برابری کا برتاؤ کرنا گو کہ انسان کے اختیار میں نہیں ہے مگر وہ برتاؤ اور عنایات کرنے میں یکساں سلوک کرسکتا ہے کیونکہ آپ کی تمام اولاد آپ کے نزدیک برابر ہے اور سب کا آپ پر برابر حق ہے۔

اپنے بچے کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائیں

باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ اس قسم کا رویہ رکھنا چاہیے کہ کسی بچے کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے تاکہ بچہ اپنے باپ کی محبت میں اپنے لیئے کوئی کمی نہ محسوس کرے اگر باپ اپنے کسی ایسے بچے کے لیے کوئی چیز لے کر آیا ہے جس کی طرف اس کا میلان زیادہ ہے تو چاہیے کہ وہ اپنے دوسرے بچوں کے لیے کوئی نہ کوئی چیز لاکر دے اس طرح بچے یہ محسوس کریں گے تو ان کا باپ ہم سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتا ہے اس کی محبت میں کسی کے

لیے کوئی کمی نہ ہے۔

کسی خاندان میں اگر ایک ہی بچہ ہو تو اسے اپنی تنہائی کا احساس ہر لحہ رہتا ہے۔ اور ایسے بچے پر والدین کی نگاہیں بھی ہر وقت لگی رہتی ہیں۔ ایسے بچے کا جذباتی طور پر کمزور دل ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ ماں باپ کی زیادہ توجہ اور محبت اُسے خود اعتمادی اور وقار نہیں دے سکتی۔ جو اُسے دوسرے بھائی بہنوں کی صحبت میں مل سکتا ہے۔ اکیلا بچہ والدین کی انتہائی توجہات سے بہت سی خامیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ناز آفرینی کی تمام توتیں والدین اس بچہ پر صرف کردیتے ہیں۔ ذرا چھینک بھی آئی تو ڈاکٹروں کا جمگھٹا لگ جاتا ہے۔ دھوپ' بارش اور سردی میں اس کی حفاظت کے لیے غیر مناسب حد تک توجہ دی جاتی ہے۔ ایسی باتوں سے بچہ کی ہمت خود اعتمادی اور عزم کے جذبات میں ہمیشہ کشمکش رہتی ہے۔ بچہ چاہتا ہے۔ کہ وہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلے کودے مگر ماں باپ چوٹ لگ جانے کے خوف سے اُسے ایسا نہیں کرنے دیتے۔ اور اس قسم کی ہزاروں بندشیں اُس کے فطری میلان میں رکاوٹیں ڈالتی ہیں۔

اس بحث میں ایک دلچسپ مثال ہمیں ملتی ہے۔ جس سے ہماری بات کی زیادہ وضاحت ہوسکتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ دوسرے بچے کی پیدائش پہلوٹی کے بچے کی پیدائش کے تین چار سال بعد بھی ہوتی ہے۔ اس عرصہ میں پہلا بچہ ماں باپ کی توجہات کا انتہائی مرکز رہتا ہے۔ لیکن جونہی دوسرے بچہ نے جنم لیا۔ ماں باپ کی توجہ میں قدرتاً کمی آ گئی۔ اور پہلا بچہ اس نومولود کی موجودگی کو اپنے لئے باعث کمزوری سمجھنے لگتا ہے۔ بچے میں ایسے جذبات کا پیدا ہونا قطعی یقینی ہے۔ جہاں تک ہوسکے بچے میں اس ذہنی الجھن کو پیدا نہ ہونے دینا چاہیے اس کی صورت صرف یہی ہے کہ اسے نومولود کی فطری توجہ کی ضرورت کا احساس دلایا جائے' اس میں چھوٹے بچے کے لیے شفقت کے جذبات پیدا کیئے جائیں۔ ورنہ بعض اوقات ایسے بچے میں بہت سے نقائص پیدا ہوجاتے ہیں۔ بڑا ہوکر وہ سرکش ہوجاتا ہے۔ یا اتنا غصہ ور ہوتا ہے کہ تمام خاندان کا ناک میں دم کردیتا ہے۔

ان تمام حقائق کے پیش نظر والدین کو چاہیے۔ کہ بچے کی جذباتی تعمیر میں اس کی مدد کریں۔ اور اسے اپنے ہی دماغ سے صحیح بات سوچنے کی تعلیم دیں۔ حیات انسانی میں بچپن کے تجربات اور احساسات کو بہت زیادہ فوقیت حاصل ہے' مذہبی جذبات آئندہ زندگی میں اس کے اصولوں کو پختگی بخشتے ہیں۔ جو بچہ سب سے بڑا ہو۔ اس کی نگہداشت میں ویسی ہی توجہ مبذول کرنے والا رہے جیسی کہ دوسرے بچوں پر کی جاتی ہے۔ ورنہ مخصوص توجہ دوسرے بچوں میں احساس کمتری کے نمایاں ہونے کا ذریعہ بن جائے گی۔ بعض اوقات کیا۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ کئی لڑکیوں کے بعد جو اولاد نرینہ ہوتی ہے۔ اس کی نگہداشت میں والدین کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھتے۔ اور لڑکیوں کے وجود کو تحقیر و نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں۔ ایسا کرنا غیر مناسب ہے۔ یہاں میں خاص طور پر باپ سے کہوں گا کہ وہ' اپنی اولاد' سے چاہے لڑکا ہو یا لڑکی یکساں سلوک کرے۔ ہمیں اور بھی مثالیں ملتی ہیں جن سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ عموماً لڑکی کو ماں سے زیادہ باپ کی مہربانیاں حاصل ہوتی ہیں۔ اور لڑکے کو ماں کی نفسیاتی طور پر اگر اس موضوع پر بحث کی جائے تو اس کے نتیجہ میں صرف یہی کہا جاسکے گا۔ کہ ماں لڑکی کو دوسروں کی امانت سمجھتی ہے اس لیے کوئی پائندہ جذبات اس سے وابستہ نہیں ہونے دیتی۔ اس کے برخلاف لڑکے کو وہ اپنی ضعیفی کا سہارا اور باپ کا بازو سمجھتی ہے۔ اسی واسطے اس سے زیادہ محبت کرتی ہے۔ لیکن باپ کا دل لڑکے کے مقابلہ میں لڑکی کے لیے زیادہ نرم ہوتا ہے۔ وہ اس جذبہ کے ماتحت اسے چاہتا ہے۔ کہ کل یہی لڑکی دوسرے گھر کی زینت بنے گی اور وہ اپنے اولاد کو اپنے گرد نہ دیکھ سکے گا۔

بچوں کے دل میں اپنی محبت کم نہ ہونے دیں

باپ کے لیے ضروی ہے کہ وہ اپنے بچوں کے جذبات کا ہر طرح سے خیال رکھے اپنے کسی بھی غیر مناسب رویے سے بچوں کے دل میں اپنی محبت کم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اپنی حیثیت کے مطابق بچوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے سب بچوں کو خوش

رکھے کسی کو ناراض اس طرح سے نہ ہونے دے کہ بچہ اپنے باپ کی نافرمانی پر اُتر آئے بلکہ بچے کے دل میں اطاعت و فرمانبرداری کے جذبات ابھاریئے اور اپنی اولاد کو کبھی مایوس نہ ہونے دے۔

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اولاد کے بارے میں کیا سلوک ہونا چاہیے۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' اولاد ہمارے قلوب کا ثمرہ ہیں' کمر کی ٹیک ہیں' ہماری حیثیت ان کے لیے زمین کی طرح ہے جو نہایت نرم اور بے ضرر ہے اور ہمارا وجود ان کے لیے سایہ فگن آسمان کی طرح ہے اور ہم انہی کے ذریعے بڑے بڑے کام انجام دینے کی ہمت کرتے ہیں۔ پس اگر وہ آپ سے کچھ مطالبہ کریں تو ان کو خوب دیجئے۔ اور اگر کبھی دل گرفتہ ہوں تو ان کے دلوں کا غم دور کیجئے۔ نتیجہ میں وہ آپ سے محبت کریں گے آپ کی پدرانہ کوششوں کو پسند کریں گے اور کبھی ان پر ناقابل برداشت بوجھ نہ بنیئے کہ وہ آپ کی زندگی سے اُکتا جائیں اور آپ کی موت کے خواہاں ہوں آپ کے قریب آنے سے نفرت کریں۔

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ باتیں سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے۔

حضرت احنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ باتیں ہر مسلمان باپ کے لیے قابل تقلید ہیں لہٰذا چاہیے کہ ہر باپ اپنی اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرے تاکہ بچوں کے دل میں اس کے لیے محبت میں اضافہ ہو۔

غلطی پر معذرت کرنا سکھایئے

اولاد کو غلطی پر معذرت کرنا سکھایئے اور بتایئے کہ اگر کبھی کوئی غلطی ہو جائے یا کسی دوسرے کے ساتھ زیادتی ہو جائے تو اس کا فوراً ادراک و احساس کیجئے اور معذرت کر

لیجئے اس سے دلوں میں کدورت پیدا نہ ہوگی۔ اور دوسری کے دل میں بھی اچھے جذبات پیدا ہوں گے۔

معذرت ایک ایسا لفظ ہے جو روز مرہ کی زندگی میں ہم کئی بار دہراتے ہیں۔ دوسروں سے سنتے ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ صرف معذرت کہہ دینے سے کیا ہوتا ہے؟ ہمیں یہ احساس ہونا چاہیے کہ واقعی ہم نے غلطی کی ہے۔ جیسے جیسے بچے بڑے ہوتے ہیں ان کا سوچنے کا انداز بدلتا جاتا ہے۔ بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی یہ سکھا دینا چاہیے کہ اپنی غلطیوں پر نادم ہونا ضروری ہے۔ بچوں کو یہ بتانا چاہیے کہ صرف معذرت کہہ دینے سے بات نہیں بنتی' بلکہ اس کے ساتھ افسوس کا احساس بھی ہونا چاہیے۔ معذرت کرنا سکھانا اچھے طریقے سے کی جانے والی پرورش کا حصہ ہے۔ معافی مانگ لینے سے دل صاف ہو جاتے ہیں۔ جو بچے دوسروں کو معاف کرنا سیکھ لیتے ہیں' ان میں خود اعتمادی بھی پیدا ہوتی ہے اور وہ فکر مند بھی نہیں ہوتے۔ بچوں کو یہ بتائیں کہ معافی مانگنے سے کسی کی بے عزتی نہیں ہوتی اور والدین کو چاہیے کہ خود بھی معذرت کرنا یاد رکھیں اور بچوں کو بھی دل سے معاف کرنا سکھائیں۔

بچوں کو اگر غلطی ہونے پر معذرت کرنے کی عادت پڑی ہوگی تو زندگی کے میدان میں ان کی بہت سی دشواریاں ختم ہوں گی ان کا ذہن و دماغ پرسکون رہے گا اور وہ دوسروں کے دل میں گھر کریں گے۔ دوسرے لوگ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے۔ معذرت کرنا کوئی برائی نہیں بلکہ اس سے دوسرے پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور ولی اللہ گزرے ہیں ایک مرتبہ ان کی حکیم بوعلی سینا سے ملاقات ہوئی تو حکیم صاحب نے ظاہر بینی سے مقدس کلام کی تاثیر سے انکار کیا۔ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غصے میں آ کر ان کو خوب سنائیں بوعلی سینا بھی متغیر ہو گئے اور ان کا چہرہ سرخ ہو گیا بلکہ لڑائی پر آمادہ ہوئے۔ ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھا کہ اس طرح تو معاملہ بگڑ سکتا ہے اور بوعلی سینا کو وہ جو بات سمجھانا چاہتے ہیں

غصے کی حالت میں ان پر کوئی اثر نہ ہوگا اور وہ نہیں سمجھیں گے اس پر ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معذرت چاہی اور نرم باتیں کیں تو بوعلی کی طبیعت قرار پائی۔ پھر کلام کی تاثیر کا ذکر چھیڑا تو ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس معاملے کو دلیل میں پیش کیا کہ میری سخت باتوں نے آپ پر برا اثر ڈالا جبکہ ملائم گفتگو نے اچھا اثر کیا۔ (پیارے اولیاء کرام کے پیارے واقعات)

بچوں کو غصے پر قابو پانا سکھائیے

باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو اس بات کی تعلیم دے کہ اگر کبھی غصہ آ جائے تو اس پر قابو پانا چاہیے بعض اوقات غصے پر قابو نہ پانے کی صورت میں نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ جو بچے سکول یا مدرسہ جاتے ہیں ان کو اس ضمن میں تلقین کرنے کی خاص طور پر ضرورت ہے کیونکہ عام طور پر سکول میں یا محلہ میں بچوں کے مابین غصے اور تلخی کے باعث جھگڑا ہو جاتا ہے اور بچے ایک دوسرے سے لڑ پڑتے ہیں بسا اوقات جھگڑے کا نتیجہ اچھا نہیں نکلتا۔ باپ اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو کسی ایسی مصیبت سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے جو بچوں کے باہمی جھگڑے کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہے تو اپنے بچوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غصے پر قابو پانے کے بارے میں بتائیں اور یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے غصہ پر قابو پانے والوں سے پیار کرنے کا تذکرہ قرآن حکیم میں کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اور جو غصہ کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔'' (آل عمران 134)

اسی طرح بچوں کو بتائیں کہ ہمارے پیارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی غصہ نہ کرنے کی نصیحت فرمائی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا ''غصہ نہ کیا کرو۔'' اس آدمی نے بار بار کہا کہ مجھے نصیحت فرمایئے سیدنا رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر بار یہی فرمایا کہ ''غصہ

نہ کیا کرو' (بخاری شریف)

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'

''طاقتور وہ نہیں جو کشتی میں دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے بلکہ طاقتور تو درحقیقت وہ ہے جو غصہ کے موقع پر اپنے اوپر قابو رکھتا ہے۔''

(بخاری شریف)

ایسا غصہ جس کے نتیجہ میں کسی دوسرے کی جان چلی جائے بہت زیادہ خطرناک ہوتا ہے باپ وقتاً فوقتاً اپنے بچوں کو غصے کے نقصانات سے آگاہ کرتا رہے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر کسی وجہ سے آپ کے بچے کو دوسرے پر غصہ آجائے اور تلخی بڑھ کر جھگڑے کی صورت اختیار کرلے اس سے پہلے ہی اس کے ذہن میں غصے کے نقصانات کے بارے میں جو باتیں آپ نے اسے بتا رکھی ہیں وہ آجائیں اور بچہ اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرے تحمل اور بردباری سے وقت کو ٹال دے۔ بچے کو یہ بھی سمجھایا جائے کہ وہ خود بھی کوئی ایسی بات یا ایسی حرکت نہ کرے جس سے دوسرے غصے میں آجائیں اور ان کا مزاج تلخ ہوجائے اور جھگڑے کی نوبت بن جائے یوں ایک معمولی سی تلخی بڑھ کر کسی بڑے حادثے کی وجہ ہوجائے۔

ایک ایسے بچے کا واقعہ ''اخبار جہاں'' کی جنوری 2006ء کی اشاعت میں تحریر کیا گیا ہے جس کے غصے سے ایک دوسرے بچے کی جان چلی گئی اور وہ خود اس کا خاندان بہت بڑی پریشانی میں مبتلا ہوگیا۔

17 سالہ سعودی نوجوان فواز محمد کے لیے وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ مارچ 2006ء میں اس کا سر قلم کرنے کی سزا مقرر ہوچکی ہے اور اس کے گھر والے مملکت سعودی عرب کے مخیر اور درد مند افراد سے اپیلیں کر رہے ہیں کہ کسی طرح خوں بہا کی 35 لاکھ ریال کی رقم جمع کر کے اس کی جان بچالی جائے۔ فواز کے بھائی عویض نے صحافیوں کو بتایا کہ

اسے آپ بچوں کے درمیان ہونے والے معمول کے جھگڑے سے تشبیہ دے سکتے ہیں یا یہ کہہ لیں کہ اسکول میں زیر تعلیم دو لڑکوں کے مابین کسی قسم کی تکرار ہوگئی تھی لیکن کسی کو بھی یہ توقع نہیں تھی کہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی تاہم اللہ کی مرضی کے آگے کون دم مار سکتا ہے۔ یہ کہانی اب سے تقریباً دو سال پہلے اس وقت شروع ہوئی تھی جب فواز نے الدوادمی صوبے کے الرقیہ گاؤں کے ایک سیکنڈری اسکول میں دسویں جماعت میں داخلہ لیا تھا۔ فواز کے گھر والوں کے مطابق وہ صحت مند اور خوشگوار زندگی گزارنے والا ایک عام سا لڑکا تھا۔

ایک دن کسی بات پر اس کے اسکول کے ساتھی اور دور کے رشتہ دار سے تلخ کلامی ہوگئی۔ بحث و تکرار سے بات ہاتھا پائی تک جا پہنچی۔ اس دوران فواز نے چاقو نکال لیا اور یہ چاقو اس کے رشتہ دار ساتھی کے سینے میں اتر گیا۔ اگرچہ فواز کے دعوے کے مطابق وہ اس کے دل کے قریب کے حصے کو ہرگز نشانہ نہیں بنانا چاہتا تھا۔ ساتھی کے سینے سے خون کا فوارہ چھوٹتا دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہوگئے۔ انتہائی سراسیمگی اور صدمے کے عالم میں وہ اپنے ساتھی کی جان بچانے کے لیے اسے قریبی ہسپتال لے گیا لیکن یہ کوشش اکارت گئی اور خون زیادہ بہہ جانے کے سبب ڈاکٹروں کی کسی کارروائی سے پہلے ہی اس کا انتقال ہوگیا۔ خود کو مجرم سمجھتے ہوئے فواز نے اپنے آپ کو مقامی حکام کے حوالے کرنے کے ساتھ اپنے جرم کا اعتراف بھی کرلیا۔ مقامی پولیس نے یہ مقدمہ بعد میں شرعی عدالت کو منتقل کردیا اور اس عدالت نے مقتول کی والدہ اور اس کے رشتہ داروں کے علاوہ فواز کے گھر والوں کی موجودگی میں اپنا فیصلہ سنا دیا اور یہ فیصلہ جان کے بدلے جان کا تھا۔ عدالتی بیان کے مطابق مقتول کے رشتہ داروں نے اس بات پر رضامندی ظاہر کی ہے کہ اگر مارچ تک خون بہا کی رقم ادا کردی جائے تو فواز کی جان بخشی ہوسکتی ہے۔ دوسری شرط یہ رکھی گئی کہ خون بہا کی رقم جمع ہونے کے بعد فواز کو شہر بدر کردیا جائے۔ اس وقت سزا یافتہ قتل ریاض کی دار الاحداث بچوں کی جیل میں قید ہے۔ اس سوال پر کہ کیا اس کے خیال میں خون بہا کی بھاری رقم موقع سے مالی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں ہے' قاتل کے بھائی عویض نے بتایا کہ وہ اس بات پر مقتول خاندان کا شکر گزار ہے کہ اس نے خون بہا کی ادائیگی کے بدلے اس کے بھائی کی جان بخشنے

پر آمادگی ظاہر کی ہے۔اس نے کہا کہ مقتول خاندان نے خون بہا کے لیے ابتدا میں 50 لاکھ ریال کا مطالبہ کیا تھا لیکن علاقے کے معززین کی مداخلت کے بعد وہ لوگ خون بہا کی رقم 35 لاکھ ریال تک کم کرنے پر رضامند ہو گئے۔اس نے کہا کہ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اس بھاری رقم کے مطالبے کے حوالے سے مقتول کے والد کے ذہن میں کیا ہے پھر بھی ہم اپنے بھائی کی جان بخشنے کا موقع فراہم کرنے پر ان کے شکر گزار ہیں۔فواز کے بھائی نے بتایا کہ ہم خون بہا کی رقم کے سلسلے میں برادری اور اس سے باہر کے متعدد دولت مند افراد کو درخواستیں روانہ کر چکے ہیں لیکن ابھی تک کہیں سے ہمیں ایک ہلالہ (سو ہلالے کا ایک رلا) بھی نہیں ملا ہے۔

یہ سبق آموز واقعہ ہر ایک باپ کو اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے بچوں کی تربیت کرنی چاہیے کہ غصہ اور لڑائی جھگڑے کے باعث اگر خدانخواستہ کوئی بڑا نقصان ہو جائے تو بچے کا مستقبل بھی تاریک ہو سکتا ہے اور والدین نے جو اچھی توقعات بچے سے وابستہ کی ہوتی ہیں وہ سب ایک خواب بن کر رہ جاتی ہیں لہٰذا والدین کو بچے کی کردار سازی کرتے ہوئے اسے اخلاق و تحمل سے کام لینا سکھانا چاہیے تاکہ بچے میں صبر و برداشت کا مادہ پیدا ہو اور اس کی قوت برداشت مضبوط ہو۔معمولی معمولی باتوں پر غصے میں آ جانا اور جارحانہ انداز اختیار کرتے ہوئے مار پیٹ شروع کر دینا کوئی اچھی بات نہیں ہے اگر آپ بچپن سے ہی بچوں کو گاہے بگاہے سمجھاتے رہیں گے تو آپ کے بچے بہت سی برائیوں سے بچے رہیں گے اور آپ کی توقعات پر بفضل باری تعالیٰ پورے اُتریں گے۔ہر ماں باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے ہر دکھ‘ پریشانی‘ اور تکلیف سے محفوظ رہیں اس کے لیے ماں باپ کو بچے کی اخلاقی تربیت پر بھی بھرپور توجہ دینی چاہیے۔

باپ اگر اپنے بچے کو نرمی‘ عفو و درگذر اور محبت کا سبق دیتا رہے گا تو بچے کی اخلاقی تربیت میں یہ سبق معاون ثابت ہو گا اور بچے کے اخلاق کی بنیادیں مضبوط ہوں گی ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید کا ایک بیٹا غصے میں بھرا ہوا باپ کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں سپاہی کے لڑکے نے مجھے ماں کی گالی دی ہے۔ہارون الرشید نے ارکان دولت سے پوچھا کہ ایسے

آدمی کو کیا سزا دینی چاہیے۔ایک نے زبان کاٹنے کی رائے دی ایک دوسرے نے جائیداد کی ضبطی اور ملک بدر کرنے کی سزا تجویز کی اور ایک نے اس کے قتل کا مشورہ دیا۔خلیفہ ہارون الرشید نے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے بیٹے! اگر تو اسے معاف کر دے تو تیری مہربانی ہے اور اگر نہیں کر سکتا تو تُو بھی اس کو ماں کی گالی دے لے لیکن حد سے تجاوز نہ کرنا ورنہ پھر تیری طرف سے ظلم ہو گا اور دوسرے کی طرف سے دعویٰ۔

اس واقعہ کو پڑھ کر ہر باپ کو سوچنا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ خلیفہ وقت جو کہ با اختیار حکمران تھا اپنے بچے کو غصے پر قابو پانے اور معاف کر دینے کا درس دے رہا ہے حالانکہ طاقت اور اختیار رکھتے ہوئے وہ ہر طرح کا انتہائی قدم اُٹھا سکتا تھا ہر باپ کے لیے اس واقعہ میں بہترین سبق پوشیدہ ہے کہ اپنی اولاد کو ہمیشہ تحمل اور درگزر کا سبق دینا چاہیے۔

غصے کو دور کرنے کا کامیاب طریقہ

اپنے بچوں کو غصے پر قابو پانے کی تعلیم و تلقین کرتے ہوئے ذیل میں دی ہوئی دعا بھی ان کو سکھائیں کہ وہ اس کو پڑھنے کا معمول بنا لیں۔جس کسی کے بھی دل میں غصے کی ایسی کیفیت پائی جاتی ہو کہ کسی بھی طرح دل سے غصہ دور نہ ہوتا ہو تو وہ اس دعا کو روزانہ پڑھ لیا کرے اس دعا کے بارے میں مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ مجھے کوئی ایسی دعا بتا دیجئے کہ جو میں مانگا کروں۔حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا بتائی کہ تم اس کو پڑھتی رہا کرو۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَ اَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا اَحْیَیْتَنَا۔

ترجمہ: ”یا اللہ! نبی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے رب! میرے گناہ معاف فرما اور میرے دل کے غصہ کو نکال دے اور جب تک تو مجھے زندہ رکھے‘ گمراہ کرنے والے فتنوں سے نجات دے۔“

اس دعا کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ دل سے غصہ دور ہو جائے گا اور قلبی سکون حاصل ہوگا۔

بچوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں

ایک اسلامی باپ میں یہ خوبی بھی ہونی چاہیے کہ وہ بچوں کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آیا کرے اور رحم وشفقت کا برتاؤ کرتے ہوئے اپنے بچوں کے دل کو خوش رکھے۔ مہربانی وشفقت کا سلوک کرنا انسان کی بہترین خصلت اور اعلیٰ درجے کی قابل تعریف عادت ہے اور دنیا و آخرت میں اس پر بے حد ثواب ملتا ہے ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'

"رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے اس لیے تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔" (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۲۳ مجتبائی)

اپنے رویے میں نرمی' مہربانی اور شفقت رکھنے کے ضمن میں سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہر ایک کے لیے بہترین رہنمائی کا ذریعہ ہے اور اسے پیش نظر رکھنا چاہیے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے اہل وعیال اور بچوں کے ساتھ رویہ کیسا ہوتا تھا۔ بہت سی احادیث مبارکہ اس بارے میں موجود ہیں چنانچہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ مہربانی کرنے والا نہیں دیکھا۔

(مسلم شریف)

احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیار کر رہے تھے حضرت اقرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ بچوں کو پیار

کرتے ہیں' میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو پیار نہیں کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحم وشفقت کو نکال لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔" (بخاری شریف)

اس میں شک نہیں کہ اس عظیم المرتبت تربیت کا اثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں میں نہایت گہرا تھا جس نے سخت سے سخت دلوں کو نرم کر دیا۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بنو اسد کے کسی شخص کو اپنے ایک کام کے لیے مامور فرمایا۔ جب وہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے آپ کا کوئی بچہ لایا گیا' آپ نے اس کا بوسہ لیا اسدی نے کہا' امیر المومنین! آپ اس کا بوسہ لیتے ہیں؟ اللہ کی قسم میں نے کبھی کسی بچہ کا بوسہ تک نہیں لیا! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم' لوگوں کی بہ نسبت کم رحم دل معلوم ہوتے ہو' لاؤ' ہمارا کام دے دو' ہمارا کوئی کام تم مت کرو!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سپہ سالاروں کو جو نصیحت فرماتے' اس میں سے ایک یہ ہوتی کہ اللہ کا نام لے کر اس کی راہ میں جہاد کرنا اور کسی بچہ کو قتل نہ کرنا!

حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اٹھا کر اپنے زانوں پر بٹھا لیتے' کبھی دوسرے زانوں پر بٹھا کر انہیں ملا لیتے اور فرماتے اے اللہ! ان دونوں پر مہربانی فرما! اس لیے کہ میں ان پر مہربانی کرتا ہوں۔ (بخاری)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' فرماتے ہیں میں نے ایک غلام کو کوڑا مارا' میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی' دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تھی' آپ کہہ رہے تھے کہ ابو مسعود! خوب سمجھ لو کہ جس قدر دسترس تمہیں اس غلام پر حاصل ہے' اس سے کہیں زیادہ اللہ کو تم پر دسترس حاصل ہے۔ (مسلم)

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت ورحمت اور بچوں

کے ساتھ آپ کی شفقت و مہربانی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔لہٰذا سرپرست اور باپ کو ان سے سبق سیکھنا چاہیے۔افسوس ہوتا ہے کہ اکثر ماں باپ بچہ کو بلا وجہ یا معمولی وجہ سے بیدردی سے پیٹتے ہیں۔بعض انہیں کھیل کود سے محروم رکھتے ہیں اور انہیں معمولی آزادی بھی نہیں دیتے اکثر انہیں ذلیل وخوار کرتے ہیں' جس سے ان کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ شروع سے ان کی اٹھان کمزور ہوتی ہے' ان کی شخصیت کا کوئی وزن دوسروں پر نہیں پڑتا۔ان کی ذہنیت پراگندہ اور الجھی الجھی سی ہوتی ہے اور اس طرح ان کی زندگی مایوسی اور ناکامی کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے' جب انصار کے مکانات قریب آتے' تو انصار کے بچے لپک کر آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیتے' آپ ان کے حق میں دعا فرماتے ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے اور انہیں سلام کرتے تھے۔(مستدرک حاکم)

ان روایات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہا درجہ کی شفقت اور نرم دلی کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بچوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے اور ان کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک فرماتے تھے۔غور کرنا چاہیے کہ کیا ان روایات میں ان ظالم جفا کار ماں باپ کے لیے غیرت و نصیحت کا سبق مضمر نہیں؟ جو اپنے بچوں کے ساتھ اس طرح پیش آتے ہیں جیسے سنگدل اور ظالم آقا اپنے غلاموں اور چوپایوں کے ساتھ پیش آتا ہے اور اس طرح درحقیقت وہ اپنے بچوں کو کمزور وناتواں کرتے ہیں۔ اپنے قہر وغضب کا بخار ان کے نازک دلوں پر اتارتے ہیں' انہیں ذلیل وخوار کرتے ہیں اور بالآخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آگے چل کر وہ سرکش ہو جاتے ہیں اور اس کا بدلہ اپنے ماں باپ سے لیتے ہیں۔

بچوں کو اساتذہ کا ادب کرنا سکھائیں

والدین کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اساتذہ کا ادب واحترام کرنا سکھائیں باپ کو چاہیے کہ وہ خود بھی بچوں کو تعلیم دینے والے اساتذہ کرام کی عزت کرے اس سے بچوں کے ذہن پر اچھا اثر پڑے گا۔آج کل آئے دن ایسے واقعات منظر عام پر آتے رہتے ہیں کہ طالب علموں نے استاد کو تشدد کا نشانہ بنا ڈالا۔استاد کے ساتھ بدتمیزی اور نافرمانی کے واقعات تو عام ہو کر رہ گئے ہیں اس بارے میں باپ کو اپنے ذمہ داری ضرور پوری کرنی چاہیے اور اپنی اولاد کو استاد کی تعظیم اور علم سکھانے والے کے مقام و مرتبہ کی عظمت سے آگاہ کرنا چاہیے۔بہت سی احادیث مبارکہ میں علم دین پڑھانے والے عالم کی فضیلت بیان ہوئی ہے چنانچہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور نبی مکرم سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'

> "عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمان وزمین والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور یہاں تک کہ مچھلی سب اس کی بھلائی چاہنے والے ہیں جو عالم کہ لوگوں کو اچھی باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔" (مشکوٰۃ ج ا ص ۳۴)

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ علماء کی مثال یہ ہے کہ جیسے آسمان میں ستارے جن سے خشکی اور سمندری میں راستہ کا پتہ چلتا ہے اگر ستارے مٹ جائیں تو راستہ میں چلنے والے بھٹک جائیں گے۔(احمد)

باپ اگر علماء واساتذہ کرام کا ادب کرتا ہوگا تو اور ان کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آتا ہوگا تو اس کی اولاد کو بھی اساتذہ کرام کا ادب کرنے کی رغبت ملے گی۔جس نے بھی اساتذہ کا ادب کیا ہے اس نے ضرور ہر میدان میں کامیابی حاصل کی ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ باادب بامراد اور بے ادب بے مراد۔خلیفہ ہارون الرشید علماء واساتذہ کا بہت

اکرام کیا کرتا تھا اگر کوئی عالم ہارون رشید کے پاس آ جاتا تو خلیفہ اس کا بہت ادب و احترام کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ مشہور عالم مرہ بن سماک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ ہارون رشید کے پاس آئے۔ ہارون الرشید نے ان کی بہت تعظیم وتکریم کی حد سے زیادہ احترام دیکھ کر مرہ بن سماک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا' اے امیر المومنین! باوجود اس بادشاہت کے آپ کی یہ تواضع آپ کے شرف شاہی سے بھی زیادہ ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں مشہور عالم ابو معاویہ ضریر جو کہ نابینا تھے فرماتے ہیں کہ ہارون الرشید کے سامنے میں نے ایک دن یہ حدیث بیان کی کہ ایک مرتبہ حضرت آدم وحضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان بحث ہوئی۔ اس وقت ہارون رشید کے پاس ایک قریشی سردار بھی بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ یہ ملاقات کہاں ہوئی تھی؟ یہ سن کر ہارون رشید بہت ہی غضبناک ہوا اور کہا کہ چمڑے کا فرش اور تلوار لاؤ میں اسے قتل کردوں کم بخت زندیق! رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک پر طعن ونکتہ چینی کر رہا ہے۔ ابو معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کہہ کر ہارون کا غصہ ٹھنڈا کیا کہ اے امیر المومنین! اس شخص کے منہ سے یہ بات بے قصد وارادہ نکل گئی۔ یہی ابو معاویہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں ہارون رشید کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا ایک شخص نے میرے ہاتھ دھلائے اور میں اس کو نہیں پہچان سکا۔ مجھ سے ہارون الرشید نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے ہاتھ کس نے دھلائے ہیں۔ میں نے کہا' مجھے نہیں معلوم۔ تب ہارون الرشید نے کہا کہ آپ کے ہاتھ علم کے اکرام وتعظیم کے باعث میں نے خود دھلائے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

استاد کے ادب واحترام کے ضمن میں ایک واقعہ خلیفہ مامون الرشید کے بارے میں بھی ہے ابن عساکر ابو محمد یزیدی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں مامون الرشید کو اس کے بچپن میں تعلیم دیا کرتا تھا۔ ایک دن میں حسبِ معمول جب پڑھانے پہنچا تو مامون حرم سرا میں تھا میں نے خادم کے ذریعہ اس کو بلوایا لیکن وہ نہیں آیا کچھ دیر کے بعد میں نے دوسرے خادم کو بھیجا وہ پھر بھی نہیں آیا تب میں نے کہا کہ مامون پڑھنے لکھنے کے بجائے معلوم ہوتا ہے کہ اپنا وقت یونہی برباد کرتا رہتا ہے۔ خادموں نے کہا کہ جب آپ یہاں

سے چلے جاتے ہیں تو شہزادہ خادموں کے ساتھ چہلیں کرتا ہے اور ان کو مارتا پیٹتا ہے آج آپ ذرا اس کو سزا دیں۔ کچھ دیر کے بعد مامون حرم سرا سے باہر آیا تو میں نے اس کو سات کوڑے مارے۔ وہ روتا جاتا تھا اور اپنی آنکھوں کو ملتا جاتا تھا اتنے میں جعفر بن یحییٰ جو کہ ہارون رشید کا وزیر تھا وہاں آ گیا اور اس نے شہزادے کے آنسو رومال سے صاف کیئے اس کے کپڑوں کو ٹھیک کیا اور چارزانو ہو کر فرش پر بیٹھ گیا پھر شہزادے کو بھی اپنے پاس فرش پر بٹھا لیا۔ اتنے میں مَیں خود مجلس سے اُٹھ کر چلا آیا اور مجھے ڈر ہوا کہ مامون میری شکائیت ضرور جعفر سے کرے گا۔ جعفر نے شہزادے سے کچھ بات چیت کی یہاں تک کہ اس کو ہنسا دیا اور پھر وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا۔ کچھ دیر کے بعد میں پھر اس کے پاس پہنچا اور میں نے کہا کہ شہزادے! مجھے تو ڈر تھا کہ تم میری شکائیت جعفر سے کرو گے۔ یہ سن کر مامون نے کہا جعفر تو کیا میں مَیں تو ابا جان سے بھی اس بات کو نہ کہتا اس لیے کہ مجھے ادب کی ضرورت ہے۔ وہ شخص ہمیشہ بے فیض رہتا ہے جو اپنے استاد کی عظمت و بزرگی کا خیال نہیں رکھتا لہٰذا اپنے بچوں کو یہ بتائیں کہ جس سے ایک نکتہ بھی سیکھو اس کی دل سے عزت کرو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی بتایا میں اس کا غلام ہوں وہ چاہے مجھے بیچے یا آزاد کرے یا غلام بنائے رکھے۔

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے مامون کو علم وادب کی تعلیم کے لیے امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا تھا ایک دن اتفاقاً ہارون الرشید وہاں جا پہنچا دیکھا کہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور شہزادہ پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے ہارون الرشید نے بڑی برہمی سے فرمایا کہ میں نے تو اس کو آپ کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ آپ اس کو ادب سکھائیں گے آپ نے شہزادے کو یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ ایک ہاتھ سے پانی گرائے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھوئے۔

قاضی فخر الدین ارسابندی' مرو میں رئیس الائمہ تھے بادشاہ وقت بھی ان کا احترام کرتا تھا وہ فرماتے تھے کہ میں نے یہ منصب صرف استاد کی خدمت کے طفیل سے پایا ہے علاوہ اور خدمت کے تیس برس تک میں اپنے استاد ابو زید دبوسی کا کھانا پکایا کرتا تھا اور ادب

کے خیال سے کبھی اس میں سے نہ کھاتا تھا۔

حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہمشیرہ عاتکہ کہتی ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے گھر کی روئی دھنتے تھے ہمارا دودھ اور ترکاری لاتے تھے اور اسی طرح کے بہت سے کام کرتے تھے۔ طالب علمی میں اسلاف اس طرح خدمت گزاری کرتے تھے اور اسی سے انہوں نے علم کی برکت حاصل کی۔

ان واقعات کو یہاں پر بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جن بچوں کے والدین اپنے بچوں کو اساتذہ کا ادب واحترام کرنا سکھاتے ہیں وہ بچے ضرور اپنے اساتذہ کا ادب کرتے ہیں۔ ورنہ بچہ حالات کے رحم وکرم پر ہوتا ہے اس کی جو سمجھ میں آتا ہے وہ کرتا ہے حالات وواقعات سے بچہ خود ہی نتائج اخذ کرتا ہے اور پھر اس کے مطابق معاملات کرتا ہے اساتذہ کرام کا ادب واحترام کرنا یا نہ کرنا اس کی منشا ومرضی پر منحصر ہوتا ہے۔

اپنی اولاد میں خود اعتمادی پیدا کریں

اس حقیقت کو ہرگز فراموش نہ کریں کہ بچے بھی ذہن وسمجھ رکھتے ہیں دماغ سے سوچتے ہیں اور معاملات کا ادراک کرتے ہیں بچوں کی صحیح تربیت اور بہتر رہنمائی کے لیے ضروری ہے کہ ایک سمجھدار باپ کی طرح بچے کے ذہن کے رجحانات کا مطالعہ کریں۔

ان نونہالوں کو سماج کے قابل بنانے کے لیے جو طریقے اب تک استعمال کیے جاتے رہے ہیں ان میں سے ایک بہت اہم ہے۔ وہ ہے اُس کو سمجھانا' اس کے سامنے لائحہ عمل پیش کرنا اس کے لیے ذہنی راستے کھولنا۔

بچے کو بہت آسانی سے ہم کوئی بات سمجھا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت بھی اس کا لاشعور پوری طرح نشوونما پائے ہوئے ہوتا ہے۔ اس کا شعوری دماغ تو عمر اور تجربات کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہے۔ مگر لاشعور جوں کا توں رہتا ہے۔ وہ تو ایسی کوٹھڑی کا کام دیتا ہے۔ جس میں اس کے تمام فطری جذبے اور نسلی خصوصیات محفوظ رہتی ہیں۔ یہ لاشعور ہی ہے جو

نسل کی بہتری چاہتا ہے۔ اور جسم کے تمام حرکات وسکنات پر حاوی ہے۔

اس قوی ترین قوت سے مستفید ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے شعور' اپنے ارادوں' اپنے تجربوں کی قوتوں کو پس پردہ ڈال کر شعور کو سامنے لائیں اور یہ بچپن میں ہی ممکن ہے۔ کیونکہ لاشعور اور شعور میں کوئی دیوار مانع نہیں ہوتی۔

لاشعور کے دروازے پر ہماری قوت تخیل کا پہرہ ہے۔ یہ قوتِ شعور کا ایک خاصہ بھی ہے۔ اسی لیے یہ قوت دونوں کے درمیان صلح کرا سکتی ہے پیدائش کے وقت بھی بچہ میں قوت تخیل ایک حد تک موجود ہوتی ہے اسی لیے بچوں میں قوتِ ارادی کم اور قوت تخیل زیادہ ہوتی ہے۔ کبھی کبھی تو قوتِ ارادی کا پتہ ہی نہیں ہوتا لیکن تخیل کی کارفرمائیاں اپنے جلوے دکھایا کرتی ہیں۔

نوجوانوں کی بہ نسبت بچے کو صحیح راہ دکھانے میں زیادہ دشواری نہیں ہوتی۔ ان کے ذہن گمراہ نہیں ہوتے وہ ایک سفید کاغذ سے مشابہ ہیں۔ جس پر ابھی کچھ بھی نہیں لکھا گیا اور جو نقوش کا منتظر ہے۔

ہم اپنی قوت تخیل سے اپنی خواہشوں کے سانچوں میں ڈھلی ہوئی شخصیت کا تصور کر سکتے ہیں اور پھر لاشعور کو راہیں دکھا کر اس تصور کو حقیقت بنا سکتے ہیں ماہرین نفسیات اس بات پر متفق ہیں کہ اگر ہم اپنے تصوری خاکوں کو بار بار موقع دیں تو وہ خواب سے حقیقت بن جاتے ہیں۔ ہم وہ سب کچھ بن سکتے ہیں۔ جو ہم بننا چاہتے ہیں۔ صرف ایک بات کا خیال رکھنا پڑے گا۔ کہ ہماری خواہش امکانات کے دائرہ کے باہر نہ ہو۔

ہم آپ سب ہی' دوسروں کی تجویزوں کا اثر قبول کرتے ہیں۔ لیکن بچے ان کو زیادہ قبول کیا کرتے ہیں۔ ایک صحت مند بچہ کو دیکھیے وہ ایسے ماحول میں پرورش پا رہا ہے۔ جو قدم قدم پر اس کو اچھی تجویزوں کا سہارا دیتے ہیں۔ اس کے برعکس ایک کمزور ونحیف بچہ کو دیکھیے۔ جو صرف جسمانی بیمار ہی نہیں۔ بلکہ ذہنی مفلوج بھی ہے۔ اس کے ماحول میں ہمت شکن اجزا کی زیادتی پائیں گے۔

اس لیے والدین کا فرض ہے کہ وہ بچوں کے لیے ایسا ماحول پیدا کریں جس میں قدم قدم پر تعمیری تجویزیں ملتی رہیں۔ اور خصوصاً عمر کے اس دور میں جب کہ وہ منزل بہ منزل بڑھ رہا ہے۔ تاکہ اس کے ذہنی خاکے' کردار کی بلندی' جسمانی توانائی اور ذہنی صحت کے آئینہ دار ہوں۔ اور وہ اپنے مستقبل کے متعلق جب بھی سوچے۔ اسے تاریکی کے بجائے روشنی' ناکامی کے بجائے کامرانی' اور پستی کی بجائے بلندی نظر آئے تاکہ وہ اپنی منزل کی طرف ایک اُمید ایک یقین ایک عزم کے ساتھ بڑھ سکے۔

تجویزوں کی دو قسمیں ہیں ایک عام ایک خاص' عام تجویزیں تمام انسانوں کے لیے ہیں۔ اور خاص مخصوص کرداروں کے لیے' یہ خاص تجویزیں عام تجویزوں کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ بچہ جب دو سے چار برس کا ہو جائے۔ تو عام تجویزوں کے اپنانے کے قابل ہونا چاہیے اور جب وہ سو رہا ہو۔ تو والدین اس کے لیے مخصوص تجویزوں کو استعمال کر سکتے ہیں۔

قید کی حالت میں شعور پر غنودگی طاری ہو جاتی ہے اور لاشعور جاگ اُٹھتا ہے۔ ماں کو چاہیے کہ وہ بچہ سے دو تین قدم کے فاصلہ پر بیٹھ کر ایک ہی انداز میں بچہ کے لیے خاص لائحہ عمل پیش کرے۔ اگر باپ اپنے بچے کو ایک سے زائد خصوصیات کا حامل بنانا چاہتا ہے۔ تو ایک ایک دن کے وقفہ سے بچے کے لاشعور کو مختلف راہیں دکھائے۔ اگر بچہ کی بری عادتوں کو چھڑانا ہے۔ تو سیدھے سادے الفاظ میں ان بری عادتوں کے چھوڑنے کی ترغیب دے۔ وہ جملے ایسے ہوں۔ جن کو بچہ اچھی طرح سے سمجھ سکے۔ کیونکہ لاشعور' شعور کو انہی الفاظ میں حکم دیتا ہے۔ بچہ کو بیداری کی حالت میں تنبیہہ کی ضرورت نہیں ہے۔

فرض کیجئے آپ کا بچہ اپنا انگوٹھا چوسا کرتا ہے آپ کو اس کی یہ عادت گندی معلوم ہوتی ہے۔ جاگتی حالت میں اس سے کہئے۔ بیٹا! اتنا انگوٹھا نہ چوسو اور شروع شروع میں یہ کہتے ہوئے بہت پیار سے اس کے ہاتھ روک دیجئے۔ جب بچہ آپ کے اس حکم کو بغیر آپ کی جسمانی مداخلت کے ماننے لگے۔ تو یقین کر لیجئے کہ اس کو آپ کے الفاظ مانوس لگتے

ہیں۔ اور پھر سوتی حالت میں کہئے "شاہد! تم ہمیشہ اپنا انگوٹھا اپنے منہ سے دور رکھو گے۔" اسی طرح کی اور باتیں بھی اپنے بچہ کو سوتی حالت میں بتائی جا سکتی ہیں۔

بچہ اپنا کردار بنانے کے لیے چار دور سے گذرتا ہے۔ (1) پیدائش سے چار سال کی عمر تک اس دور میں وہ ہر چیز کو قبول کر لیتا ہے۔ خواہ وہ اچھی ہو یا بری اس میں انتخاب کی اہلیت نہیں ہوتی۔ پھر رفتہ رفتہ وہ انتخاب کرنے لگتا ہے۔ (2) چار سال سے آٹھ سال کی عمر تک وہ قبول بھی کرتا ہے۔ اور انتخاب بھی کرتا ہے۔ دونوں کا توازن برابر ہوتا جاتا ہے۔ (3) آٹھ سال سے بارہ سال تک (لڑکی) 14 سال تک (لڑکے) اس دور میں وہ تجویزوں کی اندھی تقلید کرتا ہے۔ جوں جوں یہ عمر بڑھتی ہے۔ وہ خود سے کوئی چیز قبول نہیں کرتا محض تجویزوں کا سہارا لیتا ہے۔ (4) چودہ سال سے سولہ سال تک یہ دور بڑا خطرناک دور ہے۔ اس میں بچہ خارجی دنیا کی تجویزوں سے اس حد تک متاثر ہوتا ہے کہ جہاں لڑکھڑایا اور سنبھلنا مشکل ہو گیا۔ اس دور میں شعور کا ہر نقش لاشعور میں ثبت ہو جاتا ہے۔ اس دور میں پہنچ کر وہ خواب کی حالت میں دی ہوئی تجویزوں کو قبول نہیں کرتا۔

(1) وہ تجویزیں جو جسمانی صحت کی ذمہ دار ہیں۔ (2) ذہنی اور جسمانی عادتوں کی (3) مستقبل کے متعلق حفظ ماتقدم کے خیال سے دی ہوئی تجویزیں۔ (4) تعمیری تعلیمی جو کردار کو اپنے تخیلات کے سانچوں میں ڈھالنے میں مدد دیتی ہے۔

لیکن آپ کو ایک بات کا خیال رکھنا ہوگا۔ لاشعور کو حکم دینے سے پہلے شعور کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیا چاہتا ہے مثلاً اگر بچہ کا ہاضمہ ٹھیک نہیں ہے تو لاشعور کو حکم دینے سے پہلے بچہ کو شعوری طور پر معلوم ہونا چاہیے۔ کہ ہمارا جسمانی نظام کھانے کو کس طرح سے ہضم کرتا ہے۔ یا فرض کر لیجئے۔ اُسے سبق یاد نہیں ہوتا تو اس کے لاشعور کی مدد لینے سے قبل ہی بچہ کو یہ کامل یقین ہونا چاہیے۔ کہ وہ اس موضوع کی کتاب پر اچھی طرح عبور حاصل کر سکتا ہے۔

لیکن مشکل تو یہ ہے۔ کہ بچوں کو بھی ان کی زندگی میں ایک مقصد کے احساس

دلائے بغیر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور جب وہ جوان ہوتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ان کا وجود کیوں ہے تو وہ سماج کو گالیاں دیتے ہیں کہ اس سماج کے چند افراد نے اُسے جینا تک نہیں سکھایا۔

ان خدشات کے ختم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم بچوں کے ذہنی رجحانات کو جان لیں۔ اور ان رجحانات کی روشنی میں ہر روز ان کو تجویزیں بتاتے رہیں تاکہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے وہ اپنی راہیں متعین کر لیں۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم پورے یقین کے ساتھ مستقبل کو ایسے افراد پیش کریں۔ جو پوری طرح سے اس کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ بن سکیں۔

اہلِ وعیال کے لیے رزق حلال کمانا

باپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کی کفالت کرے اور ان کے لیے رزق حلال کما کر لائے اس لیے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنی اولاد کو صرف رزق حلال ہی کھلائیں رزق حلال کی برکت سے بندہ لاتعداد پریشانیوں سے محفوظ رہتا ہے آخرت میں آسانی رہتی ہے۔ رزق حلال کے لیے کوشش وجدوجہد کرنا بھی عبادت الٰہی کے زمرے میں آتا ہے پروردگار عالم نے ہر ایک ذی روح کا رزق جو اسے دنیا میں ملتا ہے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہوا ہے اب یہ انسان کا اختیار ہے کہ وہ حلال اور جائز طریقوں سے رزق کمانے کی کوشش کرے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرے یا پھر ناجائز ذرائع سے رزق کماتے ہوئے اللہ رب العزت کی ناراضی وغضب کو دعوت دے۔ چونکہ مقدر میں لکھا ہوا رزق ضرور مل کر رہتا ہے اس لیے ہر ایک کو صرف اور صرف جائز طریقے سے کوشش کر کے رزق حلال کمانا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم حاصل ہو جائے یہ اس لیے بھی لازم ہے کہ رزق حلال کما کر کھانے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے اور ناجائز ذرائع سے کمائی کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

اہلِ وعیال کے لیے رزق حلال کمانے کی فضیلت

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزی کمانے کے لیے حلال ذرائع اختیار کرنے کو لازمی قرار دیا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پوری کرنے کی غرض سے صرف اور صرف حلال ذریعہ روزگار تلاش کر کے اس کے وسیلہ سے روزی کمائی جائے ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت عباللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائیت ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''روزی کا حلال ذریعہ تلاش کرنا فرض کے بعد فرض ہے۔'' (بیہقی شعب الایمان)

شریعت مطہرہ نے روزی حاصل کرنے کے لیے صرف جائز ذریعہ معاش کو حلال قرار دیا ہے اور اس کو فرض کا درجہ دیا ہے یہ ایک ایسا فرض ہے جو صرف اس پر عائد ہوتا ہے جس کے پاس زندگی کے شب وروز گزارنے اور اپنی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری کرنے کے لیے روزی کمانے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ اگر کسی کو وراثت میں اس قدر مال ودولت ملی ہو کہ جس سے اس کی ضروریات آسانی سے پوری ہو جاتی ہوں تو وہ اس مال سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے تو اس کے ذمہ یہ فرض نہیں رہتا اُسے چاہیے کہ وہ اپنا زیادہ تر وقت دیگر احکامات الٰہی کی پابندی میں گزارے اور ذکرِ الٰہی میں لگا رہے۔

بچوں پر خرچ کرنے کا اجر

اپنے بچوں اور بیوی کی جائز ضروریات کو حلال ذرائع سے پورا کرنے کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ ہے چنانچہ اس ضمن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'

''ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے اللہ تعالیٰ کے رستے میں خرچ کی' ایک

اشرفی وہ ہے جو تم نے کسی غلام کو غلامی سے آزاد کرانے کے لیے خرچ کی ہو' ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے کسی غریب کو صدقہ میں دی اور ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کی' ان میں سب سے بڑا اجر اس اشرفی کا ہے جو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کی۔"

(مسلم شریف)

یہی حدیث پاک حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس طرح سے ہے کہ وہ کہتے ہیں سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'

"وہ اشرفی سب سے بہتر اشرفی ہے جس کو آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ اشرفی ہے جس کو آدمی اللہ کی راہ میں سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ اشرفی ہے جس کو آدمی اللہ کے رستے کے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ حضرت ابو قلابہ (ایک درمیانی راوی) کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل وعیال پر خرچ کرنے سے بات شروع کی اور پھر فرمایا' اس شخص سے بڑھ کر اجر و انعام کس کا ہو سکتا ہے جو اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں پر خرچ کرتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو مانگنے سے بچائے اور خوشحال بنائے رکھے۔"

(جامع ترمذی)

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی جائز ضروریات پوری کرتے ہوئے اس بات کی نیت رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل وعیال کا کفیل بنایا ہے لہٰذا خوش دلی کے ساتھ اس ذمہ داری کو پورا کریں۔

اہل وعیال کی کفالت کے لیے کوشش کرنا

اہل وعیال کی کفالت کے لیے بھاگ دوڑ اور کوشش کرنا حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک نہائیت پسندیدہ ہے۔ ایک مرتبہ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ صبح سویرے ایک قوی جوان ادھر سے گزرا اور ایک دکان میں چلا گیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا' افسوس! کاش کہ یہ اس قدر سویرے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اُٹھا ہوتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' ایسا نہ کہو کیونکہ اگر وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دنیا کی محتاجی سے بچائے یا اس لیے کہ اپنے ماں باپ کو کسی کا دست نگر نہ ہونے دے تو سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رستے ہی میں جا رہا ہے۔ البتہ اگر وہ تفاخر اور لاف زنی کی خاطر دولت کے حصول کے لیے جاتا ہے تو شیطان کی راہ میں ہے اور جو شخص لوگوں سے بے پرواہ ہونے یا اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی غرض سے دنیا میں طلب حلال کرتا ہے تو قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح منور و تاباں ہوگا۔ (کیمیائے سعادت)

رزق حلال کے لیے مشقت برداشت کرنے کا فائدہ دنیا و آخرت دونوں میں ملتا ہے ایک مرتبہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ ایندھن کا ایک گٹھا اپنے سر پر اٹھائے چلے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا' آپ کب تک اس کسب کا بار اٹھائے رہیں گے آپ کے مسلمان بھائی اس رنج و تکلیف کو دور کر سکتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا' چپ رہیے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو کوئی طلب حلال کے لیے مشقت کی ذلت برداشت کرتا ہے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (کیمیائے سعادت)

اپنے اہل وعیال کو حلال رزق کما کر کھلانے کے ضمن میں حضرت لقمان کی نصیحت بھی نہائیت قابل غور ہے جو کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھی فرمایا کہ بیٹا! کسب نہ چھوڑنا

کیونکہ جو شخص لوگوں کا محتاج ہوتا ہے اس کا دین تنگ ہو جاتا ہے عقل کمزور ہو جاتی ہے مروت زائل ہو جاتی ہے لوگ اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ (کیمیائے سعادت)

رزق حلال کمانے والے باپ کا روز محشر چہرہ

رزق حلال کمانے کی غرض سے بھاگ دوڑ کرنے والا باپ جو کہ اچھی نیت اور ارادہ بھی رکھتا ہو گا اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے حصول کا متلاشی ہو گا روز محشر اس کو اپنی نیت اور اپنے اس نیک عمل کا اجر بارگاہِ الٰہی سے عطا ہو گا اور اس کا چہرہ بدر کامل کی طرح چمکتا ہو گا اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'

> ''جس شخص نے حلال ذرائع سے دنیا طلب کی تاکہ اپنے کو کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچائے رکھے اور اپنے اہل وعیال کے لیے روزی مہیا کرے اور اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرے وہ روز محشر اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ بدر کامل کی طرح چمک رہا ہو گا اور جس نے حلال طریقے سے دنیا اس لیے کمائی کہ وہ دوسروں سے مال و دولت میں بڑھ جائے دوسروں پر اپنی بڑائی جتائے' نمود و نمائش کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہو گا۔'' (کنز العمال جلد ۴ ص ۱۲)

اولاد کی کفالت کے لیے حرام ذرائع اختیار نہ کرے

باپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کی کفالت کے لیے تگ و دو کرے اور اس مقصد کے لیے کسی بھی طرح کا حرام ذریعہ اختیار نہ کرے صرف اس مال کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے جو کہ حلال اور جائز ذرائع سے کمایا گیا ہو۔ جو حلال وحرام میں تمیز کرے گا تو

بے شمار قباحتوں سے بچا رہے گا اسے اللہ رب العزت کی رضا خوشنودی حاصل ہو گی اگر حلال وحرام کے معاملے میں احتیاط نہ کرے گا تو پھر اسے اپنے لیئے بہت سے بگاڑ خود ہی پیدا کرے گا۔ روایات میں آتا ہے کہ مومن کو چاہیے کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے دروازے میں کھڑا ہو کر کھنکارے اور کہے اَلسَّلامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا۔ بعض احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جب مومن اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دروازے پر دو فرشتوں کو مقرر کرتا ہے جو اس کے مال اور گھر والوں کی نگہداشت کرتے ہیں اور شیطان ستر سرکش شیطانوں کو مقرر کر دیتا ہے۔ جب واپسی کے وقت مومن اپنے گھر کے دروازے کے نزدیک پہنچتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں' یا اللہ! اگر یہ حلال کمائی کر کے لوٹا ہے تو اس کو توفیق عطا فرما۔ پھر جب وہ کھنکھارتا ہے تو فرشتے قریب آ جاتے ہیں اور جب وہ السلام علینا من ربنا کہتا ہے تو شیطان روپوش ہو جاتے ہیں اور دونوں فرشتے آ کر اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو جاتے ہیں جب دروازہ کھول کر بسم اللہ کہتا ہے تو شیطان چلے جاتے ہیں اور فرشتے اس کے ساتھ اندر داخل ہوتے ہیں اس کے گھر کی ہر چیز سنوار دیتے ہیں اور اس کا دن آسائش سے گزرتا ہے۔ آرام سے بیٹھتا ہے فرشتے اس کے سر کے اوپر ہوتے ہیں وہ جو کچھ کھاتا پیتا ہے وہ پاک اور حلال ہوتا ہے' رات' دن جتنا عرصہ بھی وہ گھر میں رہتا ہے اس کی جان بھی پاک رہتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان ان باتوں پر عمل نہیں کرتا (یعنی حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتا حرام رزق کماتا ہے) تو فرشتے وہاں سے چلے جاتے ہیں اور شیطان اس شخص کے ساتھ گھر میں گھس جاتے ہیں اور گھر کی ہر چیز اس کی نظر میں قبیح بنا دیتے ہیں گھر والوں کی طرف سے ایسی باتیں سنواتے ہیں جو اس کو ناگوار گزرتی ہیں یہاں تک کہ اس کے گھر والوں کے ساتھ اس کے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اگر وہ بغیر بیوی کے ہے تو اس پر اونگھ اور سستی طاری ہو جاتی ہے اور مردار کی طرح سوتا ہے اُٹھ کر بیٹھتا ہے تو غیر مفید چیزوں کی خواہش کرتا ہے وہ خبیث النفس ہو جاتا ہے اس کا کھانا' پینا' سونا سب کچھ (وہ) اپنے لیے بگاڑ لیتا ہے۔ (جامع سنی فضائل اعمال)

اہل وعیال کی کفالت باپ کی ذمہ داری ہے

ایک اچھے باپ میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتا ہے اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کی ذمہ داری میں شامل ہے کہ اپنے اہل وعیال کی کفالت کرے اور جو وہ اس مقصد کے لیے کما کر لائے حلال ذرائع سے کمائے بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو خود تو اچھا کھاتے پیتے ہیں دوستوں کے ساتھ خوب عیش کرتے ہیں مگر اپنے اہل وعیال کی پرواہ نہیں کرتے ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلو تہی کرتے ہے حالانکہ ان کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ بیوی بچوں کی ضروریات کو پورا کرنا ان کی ذمہ داری ہے اگر وہ خود سے اس ذمہ داری کو پورا نہیں کریں گے تو پھر کون کرے گا بیوی بچوں کو گھر میں تنگی کی حالت میں رکھنا اور خود دوستوں کے ساتھ گلچھرے اڑاتے ہوئے روپے پیسے کا ضایع کرنا کسی بھی طرح دانشمندی کی بات نہیں ہے اور نہ ہی اسلام اس بات کو پسند کرتا ہے بعض ایسے بھی ہیں جو کمانے کے لیے کوشش ہی نہیں کرتے اس قدر نکھٹو کہ ان کو اپنے اہل وعیال کی کفالت کی ذمہ داری ذرا بھی محسوس نہیں ہوتی بیکار رہنے کی ان کو عادت پڑی ہوتی ہے ان کی اس عادت کے باعث گھر میں تنگدستی ڈیرے ڈالے رکھتی ہے اولاد جب ذرا بڑی ہوتی ہے اور سمجھ بوجھ رکھنا شروع کرتی ہے تو ایسے باپ کی ان کی نظروں میں کوئی خاص وقعت نہیں ہوتی بعض اوقات بچے یہ خیال کرتے ہیں کہ جب باپ نے ان کے بچپن میں ان کی ضروریات کا خیال نہیں رکھا ان کی کفالت کی ذمہ داری پوری نہیں کی تو اب ان کو بھی باپ کی کوئی پرواہ نہیں ہے لہٰذا ہر باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی کفالت سے غافل نہ ہوا کرے اور اپنی ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھانے کی کوشش کرتا رہے اولاد کی ضروریات کو اولین ترجیح دے۔ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ

"سب سے اچھا صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی خوشحالی برقرار رہے

اور سب سے پہلے ان پر خرچ کرو جن کی کفالت کی ذمہ داری تمہاری ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

معلوم ہوا کہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کا بہت ثواب ہے اور یہ خرچ کرنا صدقہ قرار پاتا ہے چنانچہ اس ضمن میں حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'

"جب کوئی شخص رضائے الٰہی کے لیے اور آخرت میں اجر کے حصول کے لیے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے تو اس کا یہ خرچ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) صدقہ قرار پاتا ہے۔" (ریاض الصالحین)

باپ اپنی اولاد پر جو کچھ خرچ کرتا ہے اصل میں اپنی ذمہ داری کو پورا کرتا ہے اس لیے کہ چونکہ اولاد اس کی ہے اور اس کے اہل میں ہے تو اپنے اہل وعیال کی کفالت کرنا بھی اس کے ذمے ہے اولاد کی کفالت سے غفلت کرنا گناہ کی بات ہے چنانچہ اس ضمن میں ایک حدیث پاک ہے کہ

"آدمی کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ ان کو ضائع کردے جن کا نان ونفقہ اس کے ذمہ ہے۔" (سنن ابی داؤد)

پیسہ کمانے کی ہوس

حلال ذرائع اختیار کرتے ہوئے انسان جس قدر بھی روپیہ پیسہ کمائے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے مگر روپے پیسے کی ہوس میں حلال وحرام کی تمیز رکھے بغیر دولت اکٹھی کرنا اور اس ناجائز اور حرام دولت سے اولاد کی کفالت کرنا ان کی ہر طرح کی جائز وناجائز فرمائشوں کو پورا کرنا کسی بھی طرح دین اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

آج کل سود کی لعنت بہت سے مسلمانوں میں عام ہوتی جا رہی ہے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ سود کے کاروبار میں مصروف ہیں وہ اس کو برائی اور گناہ نہیں سمجھتے آج

ہماری مارکیٹوں میں ایسے نمازی اور حاجی بھی بڑی تعداد میں ہیں جو کھلے عام سودی کاروبار کرتے ہیں حالانکہ سود اتنی بڑی لعنت ہے کہ اللہ رب العزت نے اسے ہمیشہ حرام قرار دیا یہود ونصاریٰ پر بھی یہ حرام تھا اور مسلمانوں پر بھی حرام ہے یہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں حرام ہے جو مسلمان اس بربادی میں ملوث ہیں وہ اللہ کے قانون کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چل رہے ہیں اس سلسلے میں وہ بعض اوقات بہت سارے بھونڈے اور نا قابل قبول عذر اور دلائل پیش کرتے ہیں اور سود کو کاروبار کے زمرے میں بیان کرتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کے کاروبار سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے سود کھانے والے پر سود کھلانے والے پر' اس کے دونوں گواہوں پر اور سود کے لکھنے والے پر۔'' (بخاری شریف)

غور کیجیے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس چیز کی وجہ سے لعنت فرمائیں وہ کتنا بڑا گناہ ہوگا۔

معراج کے سفر میں جب سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساتویں آسمان پر پہنچے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے پیٹ پھول کر اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ ایک رہنے والے گھر کی طرح نظر آرہے تھے ان تمام کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے صاف نظر آرہے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو سود کے کاروبار میں ملوث تھے۔ (مسند احمد)

باپ چونکہ گھر کا سربراہ ہوتا ہے اسلام نے اہل وعیال کی کفالت کرنے کی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے اپنے اہل وعیال کے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کو پورا کرنے کے لیے حلال ذرائع اختیار کرنے کی اجازت دی ہے بچوں کی تعلیم کے اخراجات اور ہر طرح کی

جائز ضروریات کو جائز طریقے سے پورا کرنا ہی ایک مسلمان مثالی باپ کی شان ہے۔

سود کا کاروبار حرام ہے اور اس ذریعے سے حاصل ہونے والی آمدنی کو اپنی یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اسی طرح سود کی کمائی سے کوئی بھی نیکی کا کام کیا جائے وہ بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتا۔ سود لینا اور سود دینا ہر طرح سے قابل مذمت فصل ہے اور شریعت مطہرہ میں اس کی ممانعت اور وعید آئی ہے افسوس ہے ان لوگوں پر جو مالدار ہوتے ہوئے بھی سودی کاروبار میں بڑی خوشدلی کے ساتھ مصروف ہیں اور اپنی اولاد کو اس ناجائز کمائی سے کھلا کر اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں اگر وہ چاہیں تو بڑی آسانی سے سود کے لین دین سے بچ سکتے ہیں تو یہ جتنی جلدی ہو کر لینی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ پر استقامت کی دعا مانگنی چاہیے کہ اللہ رب العزت ہر طرح کے رزق حرام سے محفوظ رکھے اور رزق حلال کما کر اولاد پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور ولی اللہ گزرے ہیں رجوع الی اللہ ہونے سے قبل بڑے مالدار تھے آپ کا ذریعہ آمدنی یہ تھا کہ آپ اپنی دولت لوگوں کو سود پر دیا کرتے تھے۔ سود در سود وصول کرنے کی وجہ سے آپ کی دولت میں بے پناہ اضافہ ہوتا جارہا تھا ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ ایک مقروض کے گھر گئے تا کہ اس سے سود کی رقم وصول کریں۔ وہ مقروض اس وقت اپنے گھر پر موجود نہ تھا البتہ اس کی بیوی گھر میں موجود تھی آپ نے اس سے سود کی رقم کا تقاضہ کیا اور کہا کہ میں اس وقت تک ہرگز یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ سود وصول نہ کرلوں۔ وہ عورت کہنے لگی کہ اس وقت میرا خاوند گھر پر موجود نہیں ہے اور گھر میں صرف ایک بکری ہی تھی اس کو بھی آج چند مہمانوں اور بچوں کو کھلانے کی غرض سے ذبح کر دیا ہے اگر تم مناسب سمجھو تو بکری کے سری پائے موجود ہیں وہ تم کو دے دوں۔

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انتہائی سخت گیر اور لالچی ذہن رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے اس عورت سے بکری کے سری پائے لیئے اور اپنے گھر لے آئے پھر اپنی بیوی سے کہا کہ ان کو بھون کر تیار کرو۔ بیوی نے جواب دیا کہ آج تو گھر میں ذرا سا بھی

ایندھن موجود نہیں ہے سالن کیسے تیار کروں۔ جناب حبیب عجمی کو ایک دم یاد آیا کہ ایک لکڑ ہارا بھی اپنا مقروض ہے چنانچہ اسی وقت اُٹھے اور سیدھے لکڑ ہارے کے ہاں جا پہنچے اور سود میں لکڑیاں لے آئے لکڑیاں بیوی کے حوالے کرنے کے بعد کہنے لگے کہ ایک نانبائی کو بھی میں نے سود پر رقم دے رکھی ہے میں اس سے جا کر پکی پکائی روٹیاں لے آتا ہوں تم اتنی دیر تک سالن تیار کرلو۔

آپ کے جانے کے بعد آپ کی بیوی نے سری پائے پکانے کے لیے ہنڈیا چولہے پر رکھی جب سالن تیار ہو گیا تو ایک برتن میں ڈال لیا۔ اسی اثناء میں باہر سے کسی فقیر نے صدا لگائی کہ کچھ کھانے کے لیے دو۔ حبیب عجمی کی بیوی نے فقیر سے کہا کہ تم تھوڑی دیر ٹھہر و ابھی میرا خاوند آتا ہے تمہیں روٹی اور سالن مل جائے گا۔ فقیر یہاں سے ناامید ہو کر آگے بڑھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد حبیب عجمی کی بیوی نے برتن میں چمچ ہلایا تو یہ دیکھ کر وہ انتہائی حیران ہو گئی کہ برتن میں شوربے کی بجائے خون تیر رہا ہے۔

جب حبیب عجمی روٹیاں لے کر واپس گھر آئے تو آپ کی بیوی نے رونی صورت بناتے ہوئے کہا کہ تمہارے برے کاموں کی وجہ سے آج یہ عجیب واقعہ رونما ہوا ہے کہ سری پائے کا شوربہ خون بن گیا ہے۔ حبیب عجمی نے چمچ اپنے ہاتھ میں لے کر برتن میں ڈالا تو واقعی سارا برتن خون سے بھرا ہوا دکھائی دیا اس واقعہ کو دیکھ کر حبیب عجمی کے دل پر اس قدر گہرا اثر ہوا کہ جسم پر کپکپی طاری ہو گئی اور اسی وقت سود کی کمائی سے توبہ کر لی۔ اس کے بعد جب آپ رات کو سوئے تو ساری رات نیند ہی نہ آئی بستر پر کروٹیں بدلتے بدلتے رات گزر گئی آپ کو بہت ہی بے چینی محسوس ہو رہی تھی صبح ہوتے ہی آپ نے یہ ارادہ بھی کیا کہ اپنے قرض سے صرف اصل رقم لوں گا اور ہرگز سود کا مطالبہ نہیں کروں گا۔

یہ جمعۃ المبارک کا دن تھا صبح ہی صبح محلہ کے لڑکے راستے میں گیند کے ساتھ کھیل رہے تھے ادھر سے حبیب عجمی گزرے تو ان کو دیکھتے ہی لڑکے آپس میں کہنے لگے ارے بھئی راستے سے پرے ہو جاؤ حبیب سود خور آرہا ہے کہیں اس کا منحوس سایہ ہم پر نہ پڑ جائے اور

ہم بھی اس کی طرح بدبختی کا شکار نہ ہو جائیں' حبیب عجمی نے یہ بات سنی تو دل کو ایک زبردست دھچکا سا لگا دل پر خوف اور رقت طاری ہو گئی سوچا میں اس قدر بدبخت ہوں کہ شہر کے بچے بھی میرے سائے سے دور بھاگتے ہیں اور مجھے منحوس سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت اس دور کے مشہور ولی اللہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دست مبارک پر توبہ کر لی اور پھر اسی مجلس پاک میں یہ اعلان بھی کیا کہ آج سے میں اپنے تمام قرضداروں کا سود ہی نہیں اصل رقم بھی معاف کرتا ہوں۔

سچے دل سے تائب ہونے کے بعد جب حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واپس اپنے گھر کو لوٹے تو راستے میں لڑکوں کی ایک ٹولی کھیل میں مصروف تھی لڑکوں نے جیسے ہی حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے پیچھے ہٹ جاؤ حبیب آرہے ہیں اور یہ آج توبہ کر کے آئے ہیں ان کا ادب واحترام ملحوظ خاطر رکھو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری دھول ان پر پڑے اور ہمارا شمار بے ادبوں میں ہو جائے۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب یہ سنا تو دل میں کہنے لگے سبحان اللہ! میں نے آج ہی اپنے گناہوں پر پشیمانی کے آنسو بہاتے ہوئے سچے دل سے توبہ کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی مخلوق کے خیالات میرے بارے میں بدل دیے ہیں۔ جب آپ اپنے گھر پہنچے تو تمام قرضداروں کو بلایا اور سب کو قرضہ معاف کرنے کا تحریری طور پر کاغذ دے دیا پھر اپنے گھر کی تمام چیزیں جو کہ سود کی کمائی سے بنائی گئی تھیں لوگوں میں بانٹ دیں حتیٰ کہ آپ کے اور آپ کے اہل وعیال کے پاس صرف وہ کپڑے رہ گئے جو کہ پہنے ہوئے تھے۔ اس کے بعد آپ نے صرف رزق حلال سے اپنے اہل وعیال کی کفالت کی۔ (پیارے اولیاء کرام کے پیارے واقعات)

اس واقعہ میں ہر مسلمان کے لیے عبرت اور سبق کا پہلو ہے خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جو مسلمان ہوتے ہوئے سود کا کاروبار کرتے ہیں اور اسی غلط کمائی سے اپنے اہل و عیال کی کفالت کرتے ہیں۔ وہ مسلمان باپ جو اپنے بچوں کی پرورش پر اخراجات حلال کما کر کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہوتا ہے اور اس کا فائدہ اسے دنیا و آخرت میں حاصل

ہوتا ہے۔

بچوں کو گالی گلوچ سے بچائیں

بعض بچوں کو دیکھا گیا ہے کہ بچپن سے ہی ان کو گالیاں نکالنے کی عادت پڑی ہوتی ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ بچہ جس ماحول میں اپنا وقت گزارتا ہے وہاں وہ بڑوں کو گالی گلوچ کرتے ہوئے سنتا ہے جس کا منفی اثر اس پر ضرور پڑتا ہے اکثر اوقات اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اس بچے کے باپ کو یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت گالیاں نکالتا رہتا ہے گھر میں ہو یا باہر اس کی زبان سے عادتاً گالیاں نکلتی ہیں چنانچہ جب بچہ اپنے باپ کو گالیاں نکالتے ہوئے دیکھتا اور سنتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کی عادات میں بھی گالیاں نکالنا شروع ہو جاتا ہے اس لیے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر باپ کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے اور اگر کسی کو گالیاں نکالنے کی بری عادت پڑی ہوئی ہے تو اسے چھوڑ دینا چاہیے ویسے بھی کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ گالی گلوچ سے کام لے بعض لوگ عام فہم گفتگو میں یا مذاق میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ گالی گلوچ سے بات کرتے ہیں اور اس بری عادت کو معیوب نہیں سمجھتے حالانکہ ان کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کو سخت ناپسند فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے گالی گلوچ کرے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اس بارے میں حضرت ابو جری جابر بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمادیجئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'

"کبھی کسی کو گالی نہ دینا۔"

حضرت ابو جری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی نہ آزاد کو نہ غلام کو نہ اونٹ کو نہ بکری کو۔ نیز رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے فرمایا اگر کوئی تمہیں گالی دے اور تمہیں کسی ایسی بات پر عار دلائے جو تم میں ہو اور وہ اسے جانتا ہو تو اس کو کسی ایسی بات پر عار نہ دلانا جو اس میں ہو اور تم اسے جانتے ہو اس صورت میں اس عار دلانے کا وبال اسی پر ہوگا۔ (ابوداؤد)

کبیرہ گناہ

ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'

"آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (وہ ایسے کہ) آدمی کسی کے باپ کو گالی دے پھر وہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دے اور کسی کی ماں کو گالی دے پھر وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دے (اس طرح گویا اس نے دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے کر خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دلوائی۔)" (مسلم شریف)

گالی گلوچ کرنے والے شیطان ہیں

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میری قوم کا ایک شخص مجھے گالی دیتا ہے جبکہ وہ مجھ سے کم درجہ کا ہے کیا میں اس سے بدلہ لوں؟ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا'

"آپس میں گالی گلوچ کرنے والے دو شخص شیطان ہیں جو آپس میں

فحش گوئی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے ہیں۔" (ابن ماجہ)

ہلاکت و بربادی کا باعث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'

"مسلمان کو گالی دینے والا اس شخص کی طرح ہے جو ہلاکت و بربادی کے قریب ہو۔" (طبرانی' جامع صغیر)

گالی کے جواب میں صبر کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (اس شخص کے مسلسل برا بھلا کہنے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صبر کرنے اور خاموش رہنے پر) خوش ہوتے رہے اور تبسم فرماتے رہے۔ پھر جب اس شخص نے بہت ہی زیادہ برا بھلا کہا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی کچھ باتوں کا جواب دے دیا۔ اس پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہو کر وہاں سے چل دیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! (جب تک) وہ شخص مجھے برا بھلا کہتا رہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما رہے پھر جب میں نے اس کی کچھ باتوں کا جواب دیا تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ناراض ہو کر اُٹھ گئے؟ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' (تم جب تک چپ تھے اور صبر کر رہے تھے) تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا پھر جب تم نے اس کی کچھ باتوں

کا جواب دیا تو (وہ فرشتہ چلا گیا اور) شیطان درمیان میں آ گیا اور میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھتا (اس لیے میں اُٹھ کر چل دیا) (مسند احمد)

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں بخوبی طور پر سمجھ لینا اور جان لینا چاہیے کہ کسی بھی صورت میں گالی گلوچ سے کام لینا جائز نہیں یہ ان لوگوں کے لیے سوچنے کی بات ہے جو گھر میں بچوں کے سامنے اپنی بیوی کو غصے کی حالت میں گالیوں سے نوازتے رہتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ بچے بھی ان گالیوں کو سن رہے ہیں اور ان کے ننھے ننھے ذہنوں پر اس کا اچھا اثر نہیں پڑے گا بچے اپنے باپ کی عادات کی تقلید کرنے کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا باپ کو اگر گالیاں نکالنے کی بری عادت پڑی ہوگی تو بچوں پر اس کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوگا اس لیے بچوں کے سامنے اپنی شخصیت و کردار کے اچھے پہلو پیش کیجئے۔ اگر کوئی باپ گالی گلوچ نہیں کرتا اس نے کبھی بچوں کے سامنے یا ان کی غیر موجودگی میں کسی کو گالی نہیں دی مگر اس کے باوجود اس کا کوئی بچہ باہر کے ماحول سے گالیاں سیکھ کر آتا ہے اور باپ کو پتہ چل جاتا ہے تو باپ کو بچے کی اس حرکت سے ہرگز چشم پوشی نہیں کرنی چاہیے اسے پیار سے سمجھانا چاہیے اور پھر نگاہ رکھنی چاہیے کہ بچہ اپنی حرکتوں سے باز آیا ہے یا نہیں اگر باز نہیں آیا تو پھر اس معاملے میں اس سے سختی بھی کرنی چاہیے تاکہ بچے میں گالیاں نکالنے کی عادت پختہ نہ ہو جائے۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں بچے کو سمجھایا جائے کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گالیاں نکالنے کو ناپسند فرمایا ہے تو رفتہ رفتہ بچہ یہ محسوس کرنے لگے گا کہ گالیاں دینا ایک برا فعل ہے اور گناہ ہے اور وہ اپنی اس عادت پر قابو پانے کی کوشش کرے گا لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ باپ اپنے بچے کے مزاج اور طبیعت کے مطابق اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرے اور اس کی اخلاقی تربیت میں کبھی کوتاہی سے کام نہ لے۔

بچوں کے ساتھ بھی کچھ وقت گزاریے

بچہ یا بچی چاہے شیر خوار ہی کیوں نہ ہو تمام کا کچھ وقت ایسا ضرور ہونا چاہیے جو

باپ اس کے ساتھ گزارے۔ بچے کو غذا اور نہانے دھونے سے ذرا پہلے فارغ کیا جاسکتا ہے اور جب ماں باپ رات کو کھانا کھا رہے ہوں تو بچے کو بھی وہاں لایا جاسکتا ہے۔ اگر وہ اتنا بڑا ہو کہ اونچی کرسی پر بیٹھ سکتا ہو یا کٹہرے میں رہ سکتا ہو تو اتنے میں ماں باپ کھانا کھائیں بچہ اپنا بسکٹ یا توس بھنبھوڑ سکتا ہے۔ اس سے بچے کے اس احساس کو تقویت پہنچتی ہے کہ میں بھی خاندان میں شامل ہوں اور گھر والوں کو میری ضرورت بھی ہے اور مجھ سے خوش بھی ہوتے ہیں۔

بعض صورتوں میں خاندان کے افراد کو یکجا کرنے کے لیے خاص منصوبہ بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ عام طور پر باپ مغرب کے لگ بھگ گھر پہنچتا ہے۔ پورے گھر کی طرح بچے کا لائحہ عمل بھی اتنا لچکدار ہونا چاہیے کہ باپ کے اوقات سے مطابقت کر سکے۔ جب دن سات بجے صبح سے شروع ہو کر سات بجے شام کو ختم ہوتا ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ بچے کہ لائحہ عمل ضرور صبح چھ بجے سے شام کے چھ بجے تک ہی کا بنایا جائے۔ آخر کا ایک گھنٹہ بچے کے لیے بھی نکالا جاسکتا ہے۔

ذرا بڑی عمر کے بچوں کو بھی تعلق کے احساس کی ضرورت ہوتی ہے' انہیں یہ گمان نہیں ہونا چاہیے کہ جب باپ دن بھر کے کام کاج کے بعد گھر واپس آتا ہے تو اس وقت ہمیں موجود نہیں ہونا چاہیے۔ باپ کے ساتھ کھانا کھانے' اس کی باتوں میں شریک ہونے' اسے نئی باتیں سنانے اور ان باتوں سے اس کی دلچسپی لینے سے بچوں میں ہم آہنگی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور انہیں خاندانی زندگی کو صحت مند اور مثبت نظر سے دیکھنے کی عادت ہوتی ہے۔

گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانا

چند پشتوں پہلے باپ عموماً گھر کا مسلمہ حاکم ہوتا تھا' وہ اکیلا ہی شعبہ عاملہ مجلس قانون ساز اور محکمہ قضاۃ ہوتا تھا۔ تمام اخراجات اس کے قبضے میں ہوتے تھے۔ تمام بڑے

فیصلے وہ خود کرتا تھا اور سزا و جزاء بھی خود ہی دیتا تھا۔

ماں باپ کے فیصلوں کی تعمیل کرتی تھی اور کھانا پکانا ریندھنا' صفائی ستھرائی اور بچوں کی پوری دیکھ بھال کرتی تھی۔ ضروری فیصلے اور اپنے ذاتی خیالات عموماً اسے اس طرح چھپا کر پیش کرنے ہوتے تھے کہ گھر میں باپ کے حاکم ہونے کے تصور میں فرق نہ آنے پائے۔

اب دور بدل چکا ہے۔ آج کل کے مثالی گھر میں ''سب سے بڑا'' کوئی نہیں ہوتا۔ ماں اور باپ ذمہ داری میں شریک ہوتے ہیں گو ان کے حلقہ اختیار الگ الگ ہوتے ہیں۔ اپنے بچے کی تعلیم کے بارے میں اب ماں کو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے روپے پیسے کے فیصلے میں ماں بھی شریک ہوتی ہے۔ قاعدے بنانے میں اور ان کی تکمیل کے بارے میں ماں اور باپ کو باہمی رضامندی سے فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔

اگرچہ کنبے کے لیے روزی کمانا باپ کی ذمہ داری ہے اور گھر کا چلانا بیشتر ماں ہی کی ذمہ داری ہوتی ہے پھر بھی کبھی برتن دھو لینے یا بچے کو شیشی پلانے یا اس کے پوتڑے بدل دینے پر باپ تو ناک بھوں چڑھاتا ہے اور نہ یہ کہتا ہے کہ یہ عورتوں کا کام ہے' اس لیے میرے علاقے سے خارج ہے۔

ماں کے علاقے میں دخل دے کر اور گھر کے زائد کام میں ہاتھ بٹا کر آج کل کا باپ نہ صرف اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے' بلکہ اپنا نمونہ پیش کر کے اپنے بچوں کو زنانہ اور مردانہ دونوں قسم کے فرائض منصبی کی تعلیم کے ساتھ دونوں قسم کے کاموں کا یکساں احترام کرنا بھی سکھاتا ہے اور انہیں تعاون اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے میں بھی مدد دیتا ہے۔

اگر باپ واقعی اپنے متعلقین کی ضروریات اور مسائل کو محسوس کرتا ہے تو اس کا طرز عمل ایسا نہیں ہوتا جس سے ظاہر ہو کہ بیرونی دنیا کی ذمہ داریوں کے مقابلے میں بچے کی پرورش یا گھر کا انتظام کرنا ایک بہت معمولی سی بات ہے۔

دوسری طرف یہ ہے کہ جب باپ کسی دن تیسرے پہر یا شام کو ماں کا ہاتھ بٹانے کے لیے بچوں کی پوری نگرانی اپنے ذمہ لے لے تو ماں کو اس کی اس اہلیت کو سراہنا چاہیے اور ''یہ کرنا اور یہ نہ کرنا اور اس کا خیال رکھنا'' کی بھرمار کر کے اس کی حوصلہ شکنی نہیں کرنی چاہیے۔ بچوں کے لیے یہ صحت مند علامت نہیں ہوتی کہ ماں کو وہ ہر موقع کے لیے ناگزیر سمجھیں' اور نہ ماں کے لیے یہ سمجھنا مناسب ہے کہ اگر کوئی کام ''ٹھیک سے'' کرنا ہو تو بس وہ خود ہی اسے کر سکتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ باپ نے جب کسی موقع پر کام کی ذمہ داری قبول کر لی ہو تو اسے اچھی طرح نبھانا چاہیے' یہ نہیں کہ ذرا معاملہ بگڑتا دیکھے اور برہم ہونا شروع کر دے۔ اگر آلو کے پرت کھاتے کھاتے سعدیہ چاروں طرف بکھیر دے یا نہانے میں سلیم آنکھوں میں صابن پہنچا لے تو باپ بے بس ہو جائے اور گھبرا کر ماں کو آوازیں دینے لگے۔ ضرورت اس کی ہے کہ بچے محسوس کریں کہ ہمارا باپ بھی اتنا ہی سلیقہ مند اور اعتماد کے لائق ہے' جتنی کہ ماں اور ضرورت پڑنے پر ہم ہمیشہ اپنے باپ پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ اور سوءِ اتفاق سے ایسے اچانک موقعے ہر گھر میں آتے ہی رہتے ہیں ماں کی بیماری کی صورت میں جب باپ کی قابلیت عارضی طور پر ماں کا بدل ثابت ہونی چاہیے' اسی طرح بچہ چپکے چپکے بہت کچھ سیکھ جاتا ہے' ورنہ ایسے موقع اس کے لیے بڑے حوصلہ شکن ثابت ہو سکتے ہیں۔

والدین کی مشترکہ ذمہ داری

خاندان کی تنظیم کرنے میں بھی ماں باپ دونوں کو ذمہ داری لینی چاہیے۔ بچے بالارادہ شاذ ہی کوئی بدی کرتے ہیں' لیکن ان کا تجسس تجربہ کرنے کی خواہش' لوگوں اور حالات سے نمٹنے میں ان کی ناتجربہ کاری اکثر انہیں پریشانیوں میں پھنسا دیتی ہے۔

کامیاب بالیدگی کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کردار کی مناسب حدود سے اچھی طرح واقف ہو جائے۔ اس کا یہ مفہوم بھی ہے کہ دوسروں کا لحاظ کرنا سیکھا جائے اور کردار کی حدود

کو قبول کرنے کے لیے اپنی رہنمائی آپ کریں۔

جب تک بچہ اپنی رہنمائی مؤثر طور پر خود کرنے کی پختہ اہلیت پیدا نہ کر لے اس کی تربیت میں تنظیم ایک اہم جزو کی حیثیت رکھتی ہے وہ شدید یا تحکمانہ قسم کی تنظیم نہیں' جس سے بچے میں خوف پیدا ہو جائے بلکہ مستقل محبت آمیز سوچی سمجھی رہنمائی جس سے بچے کو درست اور نادرست کے متعلق اپنے تصورات خود قائم کرنے میں مدد ملے۔ یہ رہنمائی ماں اور باپ دونوں کے ذمے عائد ہوتی ہے۔

بچے کا یہ محسوس کرنا مفید ہوتا ہے کہ میرے معاملات میں میرے ماں اور باپ بنیادی طور پر متفق ہیں۔ اسے معلوم ہو جائے کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ اسے یہ موقع نہیں ملتا کہ ماں کو باپ سے یا باپ کو ماں سے برسرپیکار کر دے یا ماں باپ میں سے جو سخت گیر نظر آئے اس سے کھنچا کھنچا رہے۔

اگر کم عمر بچے کو یہ محسوس ہونے لگے کہ وہ باپ کو ہموار کر کے ماں کی رضامندی حاصل کر سکتا ہے یاں ماں کو پرچا کر باپ کی رائے کے خلاف اپنی حمایت کرا سکتا ہے' تو ممکن ہے کہ وہ ماں اور باپ دونوں سے اپنے تعلق کے بارے میں مذبذب ہو جائے۔ اگر اس کے والدین اس کے حدود کو واضح نہ کر سکیں اور اپنے فیصلوں پر قائم نہ رہ سکیں' اگر وہ اپنے مطالبات اور توقعات میں تبدیلیاں کرتے رہیں تو بچے کو اس کا صحیح علم نہیں ہو سکتا کہ اس سے کیا توقع کی جا رہی ہے۔

باپ کے رویے کا بچے پر اثر

بعض باپ سمجھتے ہیں کہ بچوں میں باقاعدگی پیدا کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے' کہ شروع ہی میں انہیں بتا دیا جائے کہ گھر میں سب سے بڑا درجہ کس کا ہے۔ بعض باپوں کی پرورش خود بھی اسی طرح کی گئی تھی۔ اس بات کا احساس انہیں نہیں ہوتا کہ غیر شعوری طور پر وہ اس طرح اپنی اس ناخوشی کا بدلہ لے رہے ہیں' جو بچپن میں اسی قسم کے سلوک سے انہیں

محسوس ہوئی تھی۔ اس طرح وہ اپنے غیر ہمدرد باپ کو سزا دینے کی خفیہ خواہش پوری کرتے ہیں' مگر یہ نہیں سوچتے کہ اس کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود اُن کے بچے بھی ایسے ہی موقع کی تاک میں لگے رہیں۔

جو باپ سخت اور انتقامی انداز اختیار کرتے ہیں' ان کے بچے ان سے ڈرنے لگتے ہیں اور پھر اس خوف کو استادوں' افسروں اور ایسے دوسرے لوگوں سے اپنے تعلقات میں بھی منتقل کرنے لگتے ہیں' یعنی ان سے بلاوجہ مرعوب رہنے لگتے ہیں۔ نتیجہ بالآخر یہ ہوتا ہے کہ خود اعتمادی بالکل کھو بیٹھتے ہیں۔ ایسا شخص کا باپ ہر قیمت پر اطاعت کا خواہاں ہو' خواہ اس میں بچے کی روح ہی کچل کر رہ جائے' بچپن کی ابتداء ہی میں سمجھ بیٹھتا ہے کہ بہتری دبے رہنے ہی میں ہوتی ہے۔

شروع زندگی میں اگر ضرورت سے زیادہ سخت نگرانی کی جائے تو بعض بچے بالکل الٹا راستہ اختیار کر لیتے ہیں اور ہر حکم سے سرتابی کرنے لگتے ہیں۔ جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں' ہر بات کی مخالفت پر تلے رہتے ہیں اور کیسے ہی قاعدے قانون ہوں ان کی نافرمانی کرنے اور اُن کے خلاف دلیلیں دینے میں انہیں لطف آتا ہے۔

بچے کو سزا کا خوف

بہت سے خاندانوں میں یہ ایک اخلاقی مسئلہ ہے کہ بچہ کو مارا جائے یا نہیں؟ بطور سزائے ٹھکائی بعض دفعہ بہت چھوٹے بچوں میں مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ بچے کو دلیلوں سے قائل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ ان کو سمجھ ہی نہیں سکتا' اس لیے دو تین سال کا بچہ اگر کوئی خطرناک حرکت اپنے لیے یا دوسروں کے لیے کر رہا ہو اور منع کرنے سے باز نہ آتا ہو تو ایک آدھ ہاتھ مار دینا نامناسب نہیں ہوتا۔

مگر جسمانی سزا کے حق میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ذرا بڑے بچوں کے لیے اس قسم کی سزا کا نقصان یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ساتھ زیادتی کی گئی

اور انہیں ذلیل کیا گیا اور یہ احساس برے نتائج پیدا کر سکتا ہے "اچھا اپنے ابا کو آنے دو" کے اعلان سے ہی اس قسم کے خیالات اور زیادہ شدید ہو جاتے ہیں' کیونکہ بچے کو سزا کا منتظر رہنا پڑتا ہے۔ اس صورت میں پٹائی اسے نہایت سنگدلانہ اور انتقامی محسوس ہوتی ہے۔ اور چونکہ سزا ارتکاب عمل کے کافی وقفے کے بعد ملتی ہے تو اس کا اثر اتنا نہیں ہوتا جتنا کہ فوری سزا کا۔

یہ حقیقت اور بھی زیادہ اہم ہے کہ روزانہ جج یا جلاد بن کر باپ کا آنا باپ کی حیثیت کو بالکل گرا دیتا ہے۔ بھلا وہ کیسے توقع کر سکتا ہے کہ گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا جائے گا' دوسری طرف بعض مواقع ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بچے کے طرزِ عمل کے بارے میں ماں کو توقف کر کے شوہر سے مشورہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ اچھا ہے۔ کہ بچے کو آگاہی ہو جاتی ہے کہ جو بھی فیصلہ ہوگا وہ ماں اور باپ دونوں کے مشورے سے ہوگا۔

بچے کو سنوارنے کے طریقے تلاش کرنا

دانشمند اور مہربان باپ تنظیم کے ایسے طریقے تلاش کرتا ہے جن سے بچے میں اچھے کام کرنے کی خود بخود خواہش پیدا ہو اور اس کو احساس ہو جائے کہ ممنوعہ کام کرنے سے خود اس کو وہ خوشی حاصل نہیں ہوتی جو اچھے کام سے ہوتی ہے۔ اندھا دھند سزا دینے سے یہ بات کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

اچھے طرزِ عمل پر اگر صدقِ دل سے اظہار خوشنودی کیا جائے اور اپنی پسندیدگی کو ظاہر کیا جائے تو بچے کی بدتمیزی کرنے کی خواہش میں کمی آ جاتی ہے' لیکن دھمکانے اور ہر وقت تاک لگائے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا' باپ کی باتیں اکثر اس کان سے سن کر اس کان سے اڑا دی جاتی ہیں۔

اگر کسی بچے کو اس کی اچھی باتوں کی وجہ سے کچھ خاص حقوق دیے گئے ہوں تو ان حقوق کو نافرمانی کی صورت میں ضبط کر لینے سے اچھا نتیجہ نکلتا ہے۔ اگر معاذ بارش میں سے

اپنی سائیکل اندر نہیں لاتا اور باپ چند روز کے لیے اس کا بائیسیکل پر سوار ہونا بند کر دیتا ہے' تو معاذ کو آئندہ احتیاط برتنے کا سبق مل جائے گا۔

لیکن شاید تنظیم کے سب سے اچھے طریقے وہ ہوتے ہیں جنہیں بچہ خود اپنی یا دوسروں کی غلطیوں سے سیکھتا ہے' مثلاً جب باپ کے ہاتھ سے بھرا ہوا پانی کا گلاس الٹ جاتا ہے تو وہ فوراً فرش کو پونچھ کر صاف کر دیتا ہے۔ اگر ماں اپنے پائیں باغ کی طرف سے غفلت کرتی ہے تو اس کے پھول مرجھا جاتے ہیں اور اسے انہیں دوبارہ شگفتہ کرنے کے لیے سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ اس طرح اگر معاذ اپنی سائیکل باہر بارش میں چھوڑ دیتا ہے تو بائیسیکل کو پونچھنے اور خشک کرنے کے علاوہ ریگ مال لے کر پہیوں کی تاروں پر سے زنگ چھڑانا پڑتا ہے۔ عموماً یہ کام ذرا سخت ہوتا ہے' لیکن ''سکھانے'' کا یہ طریقہ بچے کو اتنا کچھ سکھا دیتا ہے کہ طویل لکچروں اور سخت سزاؤں سے بھی وہ اتنا نہیں سیکھ سکتا۔ اگر وہ کوئی شیشہ توڑ دے تو وہ اپنے جیب خرچ سے اس کی پوری یا ادھوری قیمت ادا کرے۔ اپنی غلطیوں کی خود تلافی کرنے سے کمسن بچہ محسوس طریقے پر سیکھ سکتا ہے کہ بعض طرزِ عمل کیوں ناپسندیدہ ہوتے ہیں اور وہ یہ بھی سیکھ جائے گا کہ زندگی بھر اُسے اپنے طرزِ عمل کا خمیازہ خود بھگتنا پڑے گا۔

بچے کو زِچ نہ کریں

بچے کی پرورش کے دوسرے پہلوؤں کی طرح تنظیم میں بھی اعتدال بہت ضروری ہے۔ تنظیم میں استقلال بھی ضروری چیز ہے لیکن بچے کو زچ کر دینا بھی اچھا نہیں' کیونکہ تنظیم میں بے اعتدالی سے بچے کو فائدہ کم اور نقصان زیادہ پہنچ سکتا ہے۔

جہاں تک ممکن ہو یہ بہتر ہے کہ چھوٹی اور غیر اہم غلطیوں کو نظر انداز کر دیا جائے' اور بڑی اہم باتوں پر غور کیا جائے۔ مقررہ طرزِ عمل سے ذرا ذرا سے انحراف پر ٹوکے جانے اور مجرم ٹھہرائے جانے سے بڑھتا ہوا بچہ چکرا کر رہ جاتا ہے اور وہ ناامید ہو کر سمجھنے لگتا ہے کہ مجھ سے کوئی کام ٹھیک ہوتا ہی نہیں۔

بچے کے پورے کردار کو دیکھنے کے بعد ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کی بے راہ روی کو نظر انداز کیا جائے یا نہیں۔ اگر سعیدہ عام طور سے وقت کی پابندی کرتی ہے اور ذمہ دار ہے' تو کسی دن صبح کو اگر اس کی آنکھ دیر سے کھلے یا کوئی اور بات ہو جائے اور وہ اپنے کمرے کو صاف اور بستر کو ٹھیک کیے بغیر ہی اسکول کی طرف لپک جائے تو ہم اسے آسانی سے معاف کر سکتے ہیں۔

بچے کی عمر کے مطابق اس کی اصلاح کرنا

تنظیم کے سلسلے میں بچے کی عمر کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ دو سال کا بچہ عموماً اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ وہ کسی کی ذاتی ملکیت کے تصور کا یا دوسروں کے حقوق اور ان کی پاسداری کے خیال کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ ایسے حالات میں ناقابل قبول مشغلے کے بدلے اگر اس کے لیے قابل قبول مشغلہ تجویز کر دیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ غل مچانے' ضد کرنے' بھول جانے اور گندے رہنے کو بھی بچے کی عمر کا لحاظ رکھتے ہوئے روکنا ٹوکنا چاہیے۔

پورے گھر کے امن میں ان باتوں کو مخل نہیں ہونے دینا چاہیے' لیکن اگر ہمیں یہ بات معلوم ہو کہ سات سے آٹھ سال کے بچے بھی ایسے ہو سکتے ہیں تو ہم نعیم کے کھانے میں بے احتیاطیوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیں گے' یا اگر دس سال کا سلمان اپنی ہم عمر رشتے کی بہن زلیخا کے ساتھ کہیں بھی جانے پر آمادہ نہیں ہوتا تو یہ بات اس لیے قابل گرفت نہیں ہے کہ سلمان کی ٹولی کے سبھی لڑکے لڑکیوں سے پریشان ہو جاتے ہیں۔

اگر ہم کسی بچے کے کردار کو اس کی نشوونما کی روشنی میں دیکھیں تو ہم یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اس کے ہاتھ سے کوئی طشتری چھوٹ جاتی ہے یا اس سے بجلی کا لیمپ الٹ جاتا ہے تو ایسا اس کی بے احتیاطی یا بے پروائی سے نہیں ہوتا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جن ناہموار رفتار سے اس کے جسم کے مختلف اعضاء نشوونما پا رہے ہیں اس میں ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کھلم کھلا سرکشی کا کیا علاج ہے۔ سات سال کا عمران چیخ کر

اپنے باپ سے کہتا ہے۔ ''میں یہ کام ضرور کروں گا میں اسے ضرور ماروں گا اس کا باپ کہتا ہے۔ ''میرا کوئی بچہ مجھ سے اس طرح بات نہیں کر سکتا' اپنے کمرے میں چلے جاؤ۔

لیکن کیا باپ کا یہ فوری عمل اس صورت حال کا بہترین عمل تھا؟

اس طرح پھٹ پڑنے والے بچے کو سزا نہ دینا بڑے سمجھ دار باپ کا کام ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اپنے غصے کو قابو میں رکھیں تو اس سے بہتر نتائج نکل سکتے ہیں اپنے بچے کے جذباتی دھماکوں کے مقابلے میں ہمیں اپنا دل ٹھنڈا رکھنا چاہیے۔

تمام بچوں کے دلوں میں اور تمام نوجوانوں کے دلوں میں بھی اپنے والدین' اپنے دوستوں اپنے بھائی بہنوں کے خلاف جذبات بغاوت ہوتے ہیں۔ بغاوت اور کشاکش کا طرزِ عمل' سکول کے حصہ عمر میں نمایاں طور پر بڑھ جاتا ہے۔ یقیناً ہم ایسی شدید حرکتوں کو مثلاً کسی کو مارنے یا کسی کی چیزوں کو برباد کرنے کو معاف نہیں کر سکتے' اور نہ ہم ایسی دھمکیوں کو پسند کر سکتے ہیں کہ ''میں تمہیں مار ڈالوں گا'' یا ''کاش تم مر جاؤ۔'' مگر دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بچے کے ان احساسات کو فطرت کا تقاضا سمجھیں' چاہے ہم اس کے طریقہ اظہار کو پسند نہ کریں۔

عمران کی طرح جذبات کا اظہار کر لینے سے بچے کو کم نقصان پہنچتا ہے' مگر اس کے مقابلے میں جذبات کو دبائے رکھنے سے زیادہ نقصان پہنچ سکتا ہے۔ گھٹے ہوئے جذبات اندر ہی اندر پکتے رہتے ہیں اور آگے چل کر کسی اور زیادہ تباہ کن شکل میں پھٹ سکتے ہیں۔ زبانی دھماکے کے مضر جذبات کو بالکل اسی طرح زائل کر دیتے ہیں۔ جیسے بھبکے میں سے زیادہ بھاپ نکل جاتی ہے اور اس سے کوئی بڑا نقصان نہیں ہوتا۔

عمران سے اس کے طرزِ عمل پر بات چیت کرنے کا سب سے اچھا وقت وہ ہے' جب اس کا غصہ زائل ہونے لگے۔ اب اس کا باپ اسے بتا سکتا ہے کہ ''مجھے تمہارے جذبات سے پوری پوری ہمدردی ہے مگر اس کا خیال رکھو کہ کوئی بڑا بچہ یہ پسند نہیں کرتا کہ اسے صلواتین سنائی جائیں یا اسے دھمکیاں دی جائیں یا برا بھلا کہا جائے۔ اگر ہم جانتے

ہیں کہ دوسرے ہمیں چاہیں اور پسند کریں تو ہمیں اپنے مزاج پر قابو رکھنا بھی سیکھنا چاہیے۔''

یہ خیال بھی اچھا ہے کہ باپ عمران کو کچھ عملی تجویزیں بھی بتائے مثلاً یہ کہ وہ اپنے غصے کو کسی محنت طلب کام یا کھیل کی مصروفیت میں گم کر سکتا ہے۔

اس سے زیادہ اہم باپ کا یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کو برا بھلا کہنے اور دھمکیاں دینے کی تہ میں اصل سبب کیا ہے۔ شاید عمران کو اس بات کو یقین دلانے کی ضرورت ہے کہ وہ تو بڑا اچھا لڑکا ہے اور اس سے سب محبت کرتے ہیں۔

اپنے بچوں کو بد دعا نہ دو

بعض بچے اپنی حرکات و عادات کے باعث ماں باپ کو بہت تنگ کرتے ہیں یا ان کی کسی حرکت کی وجہ سے والدین کو زبردست غصہ آ جاتا ہے کئی مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ باپ سارا دن کام کاج کے سلسلہ میں گھر سے باہر رہا گھر میں آتے ہی اسے اپنے بچے کی شکائیت ملی کہ آج اس نے یہ غلط حرکت کی ہے ہمسائے کے بیٹے سے جھگڑا کیا ہے یا بلاوجہ محلہ میں کسی کو تنگ کیا ہے باپ چونکہ تھکا ہوا آیا ہے وہ آئے دن اپنے بیٹے کی اس طرح کی شکائتیں سن کر آگ بگولا ہو جاتا ہے اس کا بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے بعض مرتبہ تو بچے کے ساتھ مار پیٹ سے کام لیتا ہے جبکہ بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ وہ زچ ہو جاتا ہے اور غصے کی حالت میں بد دعائیں دینا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر باپ کو تحمل اور برداشت سے کام لینا چاہیے بچوں کو بد دعائیں دینا مسئلے کا حل نہیں ہے اس سے بچے کی ہرگز اصلاح نہیں ہوتی باپ اپنے بچوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے اسے سمجھانے سے کسی صورت پہلو تہی نہ کرے پیار اور ڈانٹ دونوں طریقے ساتھ ساتھ چلتے رہیں تو بچے پر باپ کی منشاء کے مطابق اثر ہوتا ہے اور بالآخر ایسا وقت ضرور آتا ہے کہ بچہ اچھائی اور برائی کے پیمانوں کو خوب اچھی طرح سمجھ جاتا ہے اور اس کی ان شرارتوں میں کمی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی آئے دن شامت آئی رہتی ہے۔

اولاد کے ساتھ ہمیشہ نیکی' بھلائی اور نرمی کا سلوک کرنا چاہیے ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اپنے کسی لڑکے کی شکائیت کی' آپ نے فرمایا کیا تم نے اس پر بددعا کی ہے؟ اس نے کہا' ہاں آپ نے فرمایا تو نے اسے برباد کر دیا ہے اولاد کے ساتھ نیک سلوک اور نرمی کرنی چاہیے۔

اسی طرح ایک شخص نے حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ میں کس سے نیکی کروں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا' اپنے والدین سے نیکی کر' اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے والدین نہیں ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا' اپنی اولاد سے نیکی کر کیونکہ جس طرح والدین کا تجھ پر حق ہے اسی طرح اولاد کا بھی تجھ پر حق ہے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس باپ پر رحم فرمائے جس نے اپنے بیٹے سے نیکی میں تعاون کیا (یعنی اسے نیک عمل پر ابھارا) اور عمل بد کی صورت میں ادائیگی حقوق کا بار اس پر نہیں ہے۔ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ اولاد کو عطیات میں برابر کا شریک کرو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تیرے لیئے تیرا بیٹا گل تازہ بو ہے' سات برس تک وہ تیرا خادم ہے اس کی خوشبو سونگھ پھر وہ تیرا شریک ہے یا تیرا دشمن ہے۔ (مکاشفۃ القلوب)

ہر مسلمان باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ اچھائی کا برتاؤ کرتے ہوئے اس کی اصلاح کے لیے کمربستہ رہنا چاہیے اور کبھی ہتھیار نہیں ڈالنے چاہئیں بچوں کو بددعائیں دینے کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ نے بچے کی ہٹ دھرمی کے سامنے اپنی ہار تسلیم کر لی ہے اور آپ اسے مزید سمجھانے کے لیے تیار نہیں ہیں ایسی صورت حال میں تحمل اور بردباری بہت کام آتی ہے آپ اپنی کوشش جاری رکھیں انشاء اللہ تعالیٰ بچے پر اثر ضرور ہوگا آپ اپنی ذمہ داری اور فرائض سے کوتاہی نہ کریں نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں اللہ رب العزت بہتر جانتا ہے وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔

اگر کوئی باپ اپنی اولاد کے حق میں وقتی طور پر غضبناک ہو کر بددعا کرتا ہے تو بعض مرتبہ یہ دعا قبول بھی ہو سکتی ہے اور باپ کی بددعا سے اگر اولاد کسی پریشانی یا مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو باپ کا بھی پدری جذبہ محبت کے تحت پریشان ہونا یقینی بات ہے اس وقت بہت پچھتاوا ہوتا ہے کہ کیوں غصے کی حالت میں اپنے منہ سے بددعا کے الفاظ نکالے لہٰذا ہر باپ کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ وہ اولاد کے حق میں ہمیشہ اچھی دعا ہی کیا کرے اگر کبھی غصہ آ جائے تو بجائے بددعا دینے کے یہ دعا بھی کی جا سکتی ہے کہ یا اللہ! میرے بچے کو ہدائیت نصیب فرما' نیکی کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما برے کاموں سے دور رہنے اور ان سے بچنے کی ہمت و توفیق مرحمت فرما۔ اس طرح کی دعائیں کرنے سے آپ کو اور آپ کے بچے کو ضرور فائدہ ہوگا ماں باپ کی دعا بہت اثر رکھتی ہے اور اس کی قبولیت بارگاہ الٰہی میں جلد ہوتی ہے اس ضمن میں ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'

"تین دعائیں ہیں جو خاص طور پر قبول ہوتی ہیں ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ایک اولاد کے حق میں ماں باپ کی دعا دوسرے مسافر اور پردیسی کی دعا تیسرے مظلوم کی دعا۔" (ترمذی)

اس حدیث پاک سے بخوبی طور پر یہ سبق ملتا ہے کہ ماں باپ کی دعائیں اولاد کو بہت فائدہ پہنچا سکتی ہیں اللہ تعالیٰ والدین کی دعاؤں کو جلد شرف قبولیت عطا فرماتا ہے اس لیے ہر باپ کو چاہیے کہ وہ نماز پنجگانہ کے بعد اپنی دعاؤں میں اپنے اہل وعیال کی بہتری اور بھلائی کی دعاؤں کو بھی شامل رکھا کرے جو کوئی اس بات کا خواہاں ہو کہ اپنے اہل وعیال کو نیکی کے راستے پر گامزن دیکھے اور اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کے راستے پر کوشاں دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ ہر نماز کے بعد نہائیت خشوع وخضوع کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں یہ دعا مانگا کرے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا

لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًاo (سورۂ فرقان آیت 74)

ترجمہ: ''اے ہمارے پروردگار! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ہم کو آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا پیشوا بنا۔''

اس دعا کو ہر نماز کے بعد پڑھنے کا معمول بنا لینے سے بفضل باری تعالیٰ اہل وعیال صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں گی اولاد کی طرف سے سکون ہوگا اللہ رب العزت اپنا خصوصی فضل وکرم نازل فرمائے گا اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے زیر دست گھر والوں کے قلوب کی اصلاح فرمائے گا اور ان کو نیکی کے رستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔

اپنے گھر کو میدان جنگ نہ بنائیں

اگر باپ یہ محسوس کرے کہ بچہ اس کی نرمی اور پیار کا ناجائز فائدہ اُٹھا رہا ہے جس کی وجہ سے اس کی ایسی شرارتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے کہ جس سے دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے یا کسی کا دل دکھتا ہے آرام سے سمجھانے پر کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو ایسی صورت میں باپ کو تھوڑا سا سختی سے بھی کام لینا چاہیے تاکہ بچہ جان بوجھ کر غلطی نہ کرے اگر باپ بچے کو مسلسل ڈھیل دے دے گا اور اس کی غلطیوں اور سرکشی پر باز پرس نہیں کرے گا تو پھر بچے کے دل سے باپ کا رعب داب رفتہ رفتہ ختم ہوجائے گا اور اس کی من مانیاں بہت سے مسائل پیدا کریں گی۔ بچے کی ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے یہ بات ذہن میں ضرور ہے کہ اپنے گھر کو میدان جنگ بنانے کی کوشش نہ کی جائے غصے کی حالت میں پورے گھر کو لپیٹ میں نہ لے لیا جائے بچے کو ڈانٹتے ہوئے بیوی پر بیخ پا نہ ہوا جائے۔ مثال کے طور پر بچہ سکول سے گھر آیا ہے واپسی پر اپنی کوئی کاپی یا کتاب سکول میں بھول آیا یا باپ نے بچے کو پیسے دے کر بازار میں کوئی چیز لانے کے لیے بھیجا بچہ بازار گیا اور اس سے پیسے گم ہوگئے واپس آ کر اس نے

بتایا کہ اس سے پیسے گم گئے ہیں تو اب والد صاحب یکدم غصے میں آ گئے اور بچے کو ڈانٹنے کے ساتھ ساتھ بیوی پر بھی برس پڑے کہ یہ سب تمہارے لاڈ پیار کا کیا دھرا ہے اس قدر بگڑتا جا رہا ہے کہ اسے کچھ ہوش ہی نہیں میں صبح سے شام تک محنت کرتا ہوں تب کہیں جا کر مشکل سے گزارا ہوتا ہے اور یہ بد بخت ہے کہ اسے اس بات کی پرواہ ہی نہیں آئے دن کی کوئی نہ کوئی نقصان کر کے گھر آ جاتا ہے ذرا بھی اسے ذمہ داری کا احساس نہیں اور یہ سب کچھ تیری وجہ سے ہے تو اسے کچھ سمجھاتی ہی نہیں جس طرح تو غیر ذمہ دار ہے اسی طرح یہ بھی ہے میرا کیا ہے ایک دن تو خود ہی روئے گی کوئی بڑا نقصان کر کے آ گیا تو پھر تم ماں بیٹے کے ساتھ میں وہ سلوک کروں گا کہ تم یاد رکھو گے۔

باپ کی اس ڈانٹ اور غصے کا اثر بچے پر کچھ ہو نہ ہوا گر بیوی میں برداشت اور تحمل نہیں ہے یا اس کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا اور اس نے کوئی ایسا جواب دے دیا کہ جس سے تن بدن میں آگ لگ گئی تو پھر چند لمحوں میں ہی اچھا بھلا گھر میدان جنگ بننے میں کوئی کسر نہیں وہ جائے گی اور توجہ اصل بات سے ہٹ جائے گی میاں بیوی کے مابین اپنی ہی لڑائی شروع ہوجائے گی۔ ایک اچھے اور مثالی باپ کو اس طرح کی صورت حال پیدا کرنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ اس کے اس رویے کا بچے پر اچھا اثر نہیں پڑے گا باپ کی شخصیت کا منفی تاثر اس کے دل پر قائم ہوجائے گا اور ہوسکتا ہے کہ اس کے دل میں باپ کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہوجائے ماں کو ڈانٹ ڈپٹ ہوتے دیکھ کر ماں کے لیے محبت پیدا ہوجائے کہ باپ خواہ مخواہ ماں کے ساتھ سختی سے پیش آ رہا ہے یا پھر بعض اوقات یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بچے کے دل سے ماں کی اہمیت جاتی رہے اور ماں کا بچے پر جو ایک طرح کا رعب ہوتا ہے وہ جاتا رہے اور بچہ جب بھی موقع ملے ماں سے بدتمیزی سے پیش آنے لگے اور ماں کی کسی بات کو اہمیت ہی نہ دے رفتہ رفتہ بدتمیزی کی یہ عادت بڑے ہو کر بچے میں پختہ ہوجائے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا اس کا معمول بن جائے۔ غور کیجیے کہ اس کا اصل قصور وار کون ہے یقیناً وہ باپ بچے کے بگاڑ کا ذمہ دار ہے کہ جسے یہ ڈھنگ ہی نہیں کہ بچے کو کس طرح سمجھایا جاتا ہے۔

اگر بچے کی تربیت میں ماں کی وجہ سے کوئی کمی نظر آرہی ہو تو آپ بچے کی ماں کو علیحدگی میں آرام سے سمجھا سکتے ہیں اور اسے بتا سکتے ہیں کہ بے جا لاڈ پیار سے بچہ بگڑ جاتا ہے غلطی پر بچہ کو ڈانٹنے سے بچے کا ہی بھلا ہے اسے اچھائی اور برائی کا فرق ہم نہیں بتائیں گے تو گھر میں اور کون بتائے گا ہمارا مقصد تو بچے کی اصلاح کرنا ہے۔ اگر مثال کے طور پر جب اپ بچے کو کسی غلطی کے باعث ڈانٹ رہے ہوں اور اس موقع پر آپ کی بیوی درمیان میں آجائے اور بچے کی طرفداری کرتے ہوئے آپ کی ڈانٹ ڈپٹ سے اسے بچانا چاہے تو اس وقت بھی آپے سے باہر نہ ہوں اپنی بیوی کو اس بات پر ڈانٹنا شروع کردیں کیونکہ وہ تو مامتا کی وجہ سے مجبور ہو کر بیچ میں آگئی ہے بعد میں جب تنہائی ہو تو اس وقت پیار سے بیوی کو سمجھائیں کہ جب بچے کی غلطی کی وجہ سے اسے ڈانٹا جارہا ہو تو اس وقت بچے کی طرفداری نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے بچے کو ایک طرح کی شہہ ملتی ہے اور وہ اپنی غلطی سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتا اس طرح بچے کی اصلاح کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

بچے کے دل میں اس کی ماں کی قدر پیدا کریں

ایک مسلمان باپ گھر کے ماحول کو خوشگوار اور اچھا رکھنے کی ہر طرح سے کوشش کرتا ہے گھر میں موجود افراد کے مابین پیار و محبت کی فضا کو قائم رکھنے میں اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کرتا ہے وہ وقتاً فوقتاً بچوں کے سامنے ان کی ماں کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ایسا انداز اختیار کرتا ہے کہ جس سے بچوں کے دل میں ان کی ماں کی عظمت و اہمیت میں اضافہ ہوتا ہے بچے ماں اور باپ دونوں کے مابین قائم رشتے کے تقدس کو پیار تحمل اور الفت و بھلائی کے جذبے میں قائم ہوتا ہوا دیکھتے ہیں تو ان کے دلوں میں بھی ماں باپ سے اُنس اور پیار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

باپ کو چاہیے کہ اگر وہ یہ محسوس کرے کہ کوئی بچہ ماں کے ساتھ بدتمیزی کے ساتھ پیش آتا ہے ماں کی کسی بات کو اہمیت نہیں دیتا گویا کہ ماں کے قابو سے نکلتا جارہا ہے اس

کے اس فعل کا دوسرے بچوں پر بھی اثر پڑ سکتا ہے تو اس بچے پر خصوصی توجہ دے اسے تنہائی میں پیار و محبت سے ماں کی عظمت کے بارے میں بتائے اور اسے سمجھائے کہ ماں کی نافرمانی کرنا اور ماں کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آنا گناہ ہے۔ ہمارے پیارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو تم اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرو تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو پھر تم اپنے باپ کے ساتھ صلہ رحمی کرو پھر تم اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو پھر اس کے بعد دور کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔" (مظہری)

اگر بچہ ذرا بڑا ہوا اور سمجھ بوجھ رکھتا ہو تو باپ اسے بتائے کہ ماں کے احسانات اس قدر ہوتے ہیں کہ کوئی ان کا بدلہ نہیں اتار سکتا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ماں کے حقوق کو اتنی اہمیت دی ہے ماں بچوں کو سکھاتی ہے اور انہیں اچھی تربیت دیتی ہے بچپن کی تعلیم و تربیت کا اثر بچے کی مستقبل کی زندگی پر ضرور پڑتا ہے دنیا کی تمام عظیم شخصیتیں اپنی عظیم ماؤں کی وجہ سے عظیم کہلائیں لہٰذا چاہیے کہ کبھی ماں کی حکم عدولی نہ کرے ماں کو تنگ نہ کرے۔

گھر میں اور بچے کے دل میں ماں کی اہمیت بڑھانے کی غرض سے باپ کو چاہیے کہ وہ موقع محل کی مناسبت سے بچے کے سامنے اس کی ماں کی تعریف بھی کر دیا کرے کبھی اس کے کھانے کی تعریف اور کبھی گھرداری کے دیگر معاملات کو خوش اسلوبی سے انجام دینے کی تعریف کرنے سے ایک تو بچے کے دل میں اس کی ماں کی اہمیت بڑھ جائے گی دوسرے آپ کی بیوی کے دل میں بھی آپ سے اور گھر سے پیار میں اضافہ ہوگا بچے جب ماں باپ کو ایک دوسرے کے کاموں کی تعریف کرتے ہوئے سنیں گے تو گھر کی فضا میں اتفاق، محبت اور پیار دیکھتے ہوئے ان کے دلوں میں بھی ماں باپ کے بارے میں نیک جذبات پروان چڑھیں گے اور گھر کی پرسکون فضا ان کی تربیت کے ضمن میں مددگار ثابت ہوگی ماں باپ کا سلوک اتفاق مستقبل میں ان کے لیے فائدہ مند ہوگا جب وہ عملی زندگی

میں قدم رکھیں گے تو ماں باپ کے باہمی اتفاق اور خلوص و پیار کے جذبات ان کی رہنمائی کریں گے۔

اگر آپ کا بچہ آپ کی نافرمانی کرتا ہے اور پیار سے سمجھانے پر بھی راہ راست پر نہیں آتا جبکہ آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ بچہ اپنی ماں کے زیادہ لاڈ پیار کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو آپ بچے کی اصلاح کی غرض سے اپنی بیوی کو اعتماد میں لیتے ہوئے اسے پہلے سے آگاہ کر دیں کہ میں بیٹے کی اصلاح کے لیے اسے فلاں وقت ڈانٹوں گا اس وقت بچے کی کسی طرح کی حمائیت یا طرفداری نہ کرنا بلکہ بہتر ہے کہ اس وقت بالکل خاموشی اختیار کر لینا اس طرح بچے پر میری ڈانٹ مؤثر ثابت ہوگی اور وہ جان لے گا کہ وہ غلطی پر ہے اسی لیے گھر میں کوئی اس کی طرفداری نہیں کر رہا اس طرح بچہ راہ راست پر آ جائے گا۔

گھر میں ظالم بن کر نہ رہیں

بچوں کے سامنے ان کی ماں کو بات بات پر جھڑک دینا بلاوجہ کی روک ٹوک اور نوک جھونک کرنے سے بچوں پر اس کا کوئی اچھا اثر نہیں پڑتا گھر میں منہ پھلائے رہنا اور بیوی کی کوئی بھی بات برداشت نہ کرنا کوئی اچھی عادت نہیں ہے بچے چونکہ ماں کے زیادہ قریب ہوتے ہیں اس لیے ان کو اپنے باپ کا یہ رویہ ناپسند ہوتا ہے وہ باپ کو ایک ظالم و جابر سمجھتے ہیں جس کا کام ہر معاملے میں سختی کرنا ہوتا ہے بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ روپے پیسے کے معاملے میں اس قدر کنجوس ہوتے ہیں کہ انہیں کنجوسی اور کفائیت شعاری کے مابین امتیاز کا پتہ ہی نہیں ہوتا۔ گھر میں معمولی سا خرچہ زیادہ ہو جائے وہ بیوی کی جان کو آ جاتے ہیں اور بچوں کے سامنے وہ کھری کھری سنانا شروع کر دیتے ہیں کہ بچوں کے دل بھی دہل جاتے ہیں۔

ایک بخیل شخص نے اپنی بیوی کو قسم دی کہ خبردار! گھر میں کسی کو خیرات نہ دینا۔ ایک دن اس عورت نے خاوند کی تنبیہہ کی پرواہ کیئے بغیر کسی محتاج کو کچھ خیرات دے دی اور

اتفاقاً خاوند نے دیکھ لیا۔ غصہ میں آ کر کہنے لگا تو نے میری حکم عدولی کیوں کی بیوی نے کہا' میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے تھوڑا سا دیا ہے۔ خاوند نے غضبناک ہو کر آگ کا ایک ڈھیر لگایا اور کہا' اگر تو نے یہ کام خدا کے لیے کیا ہے تو اس آگ میں خدا کے لیے کود پڑو۔ اس نیک عورت نے اپنے بدن کو زیور اور عمدہ لباس سے آراستہ کیا خاوند نے پوچھا' یہ آراستگی کا کون سا موقع ہے؟ کہا جب دوست اپنے دوست سے ملتا ہے تو اس کے لیے کچھ بناؤ سنگار بھی کرتا ہے۔ یہ کہہ کر آگ میں گر پڑی۔ خاوند یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ باوجود آگ کی تیزی کے عورت آگ میں بالکل محفوظ رہی اور آگ نے اس کا بال تک نہ جلایا اور وہ صحیح سلامت رہی۔ اسی وقت ہاتف سے اُسے آواز آئی کہ اے شخص تو تعجب نہ کرے آگ ہمارے دوستوں کو نہیں جلایا کرتی۔ یہ سن کر اس شخص نے سچے دل سے بخل سے توبہ کر لی اور اپنی نیک بیوی کو عزت و تعظیم سے رکھا۔ (نزہتہ المجالس جلد اول)

گھر میں بلاوجہ کی روک ٹوک اچھی بات نہیں ہوتی اچھا اور مثالی باپ وہی ہوتا ہے جو بچوں کے ساتھ پیار ومحبت کا رویہ رکھتا ہے بچوں کی ماں کے ساتھ بھی اس کا رویہ خوشگوار ہوتا ہے اس طرح کا خوشگوار رویہ رکھنے والا باپ اپنے بچوں کے دل میں سماجاتا ہے اس کی بیوی کے دل میں بھی خاوند کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔

بعض مرتبہ گھر میں ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کہ ماں بچوں کی ان کی کسی غلطی کی وجہ سے ڈانٹ رہی ہوتی ہے یا پھر بچوں کو سزا دیتے ہوئے مار رہی ہوتی ہے تو اس موقع پر یہ ہوتا ہے کہ باپ کی شفقت ومحبت جوش میں آ جاتی ہے حالانکہ اس وقت باپ کو تحمل اور بردباری سے کام لینا چاہیے اور اپنے آپ پر قابو رکھتے ہوئے یہ سوچنا چاہیے کہ بچوں کی ماں ان کی بھلائی اور اصلاح کی غرض سے ہی یہ سب کچھ کر رہی ہے مگر چونکہ شیطان لعین کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا یہ موقع بھی شیطان کے کارگروار کے لیے بہت اچھا ہوتا ہے شیطان اس موقع سے پورا پورا فائدہ اُٹھاتا ہے وہ میاں بیوی کے مابین لڑائی کروا کے ان کے درمیان پھوٹ کا بیج بونے کی کوشش کرتا ہے۔ باپ اس وقت شیطان کے بہکاوے میں آ جاتا ہے اور غصے میں بیوی پر برس پڑتا ہے کہ اب بس بھی کرو بچوں کو جان سے ہی مار

دینا چاہتی ہو۔ بیوی چونکہ اس وقت بچوں پر غضبناک ہو رہی ہوتی ہے اسے اپنے خاوند کی یہ بے جا مداخلت ناگوار گزرتی ہے اور وہ بھی بھڑک جاتی ہے اور خاوند کو کھری کھری سنانا شروع کر دیتی ہے اس طرح میاں بیوی کے درمیان اپنی ہی لڑائی چھڑ جاتی ہے بچے اس صورت حال میں خاموش تماشائی بننے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے اور ان کی اصلاح کا کام دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ بعض اوقات تو یہ معمولی سا جھگڑا اس قدر طوالت اختیار کرتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان بعد میں ایک خاموش جنگ شروع ہو جاتی ہے اب ضد اس بات کی ہو جاتی ہے کہ دونوں میں سے کون کس کو منائے اور کون اپنی غلطی تسلیم کرے۔ بچوں کی ماں سمجھتی ہے کہ وہ حق پر ہے اور اس کے خاوند نے خوامخواہ اس کی دل شکنی کی ہے اور اس کو بلا وجہ ڈانٹا ہے جبکہ خاوند یہ خیال کرتا ہے کہ چونکہ میں گھر میں بڑا ہوں ہر ایک کو میری بات ماننا چاہیے میری بیوی نے میری بات کو اہمیت نہیں دی اور مجھ سے جھگڑا شروع کر دیا اس لیے اب وہ معافی مانگے گی تو میں اس سے کلام کروں گا۔ اگر کوئی سمجھانے والا نہ ہو تو اس حالت میں کئی ہفتے گزر جاتے ہیں گھر میں ماں باپ کے درمیان اس سرد جنگ کی کیفیت کا بچوں پر منفی اثر پڑتا ہے ان کا ذہن الجھ کر رہ جاتا ہے وہ اپنے بے شمار مسائل اپنے والدین سے نہیں کہہ سکتے ایسی صورت میں ماں باپ کی توجہ بھی بچوں سے ہٹ جاتی ہے جو یقیناً ایک مثالی گھر کے لیے نقصان کا باعث ہوتی ہے۔

پھر جب کبھی کوئی ایسا موقع آتا ہے کہ دونوں کے غصے کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو دونوں ہی اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ کسی طرح دونوں کے مابین صلح ہو جائے اور پھر جلد ہی دونوں اس صلح میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں کیونکہ خاوند یہ سوچتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ نیک نیتی سے کیا تھا اور بچوں کی محبت کے غلبے کے باعث بیوی کو اس انداز سے روکا کہ بات بگڑ گئی جس سے جھگڑا ہو گیا اگر اس وقت تحمل و برداشت سے کام لیتا تو اس طرح کی نوبت ہی نہ آتی وہ دل ہی دل میں اپنی غلطی کو تسلیم کر لیتا ہے اسی طرح بیوی بھی چونکہ خاوند کی وفادار ہوتی ہے بچوں اور خاوند سے محبت کا جذبہ اس کے دل میں ہوتا ہے وہ بھی یہی سوچ کر اپنی غلطی تسلیم کرتی ہے کہ اگر میں اس وقت خاوند کے غصے کو برداشت کر لیتی اور

کوئی جواب نہ دیتی تو بات اس قدر لمبی نہ ہوتی بہر حال میاں بیوی کی صلح سے گھر کا کشیدہ ماحول خوشگوار ہو جاتا ہے بچے بھی سکھ اور چین کا سانس لیتے ہیں کیونکہ ان کو پھر سے ماں باپ کی بھرپور توجہ حاصل ہو جاتی ہے۔

سمجھدار باپ وہی ہوتا ہے جو معاملے کی نزاکت کو محسوس کر لیتا ہے اور کبھی بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتا لہٰذا جب کبھی ایسی صورت حال پیش آئے تو شیطان کے وار سے ہوشیار رہیں۔ بچوں سے محبت اور شفقت کے جوش میں اپنے ہوش کو قائم رکھیں۔ بچوں سے محبت کا تقاضہ یہ نہیں ہے کہ ان کی اصلاح کے پہلو کو نظر انداز کر دیا جائے آپ یہ خیال کریں کہ ماں اگر بچوں کو مار پیٹ کر رہی ہے یا ان کو ڈانٹ رہی ہے تو اس کے نزدیک بھی یہ سب کچھ بچوں کی بہتری اور بھلائی کے لیے ہے کوئی ماں اپنے بچوں کی دشمن نہیں ہوتی بلکہ ماں کے دل میں بچوں کی محبت کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے اب اگر ماں بچوں کے ساتھ سختی سے پیش آ رہی ہے کہ اس کے پیش نظر بچوں کی اصلاح کا جذبہ ہے۔

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ والدہ کی دعا جلدی قبول ہوتی ہے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ کیوں؟ فرمایا' اس لیے کہ وہ باپ سے زیادہ رحم کرتی ہے اور رحم کرنے والے کی دعا ساقط نہیں ہوتی۔

مسلمان باپ کے لیے سمجھداری کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ جب بھی ایسی صورت حال سے دوچار ہو کہ جب ماں بچوں کی اصلاح کی خاطر تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ سے کام لے رہی ہو تو اس وقت خاموشی اختیار کرے یہ کوئی دانشمندی نہیں کہ بچوں کی بے جا طرفداری کرتے ہوئے بیوی سے جھگڑا شروع کر دیا جائے بعض بچے پیار محبت کی زبان نہیں سمجھتے ان کو ڈانٹ ڈپٹ سے سمجھانا پڑتا ہے اور یہ کام ایک ماں بخوبی طور پر جانتی ہے کہ بچوں کی اصلاح کس طرح سے ممکن ہے۔ وہ لوگ جن کے ذہن میں یہ بات سما جاتی ہے کہ بیوی عقل سے عاری ہے بچوں کو سنبھالنے اور پرورش کرنے کا اسے ڈھنگ نہیں آتا بچوں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرتی ہے جب دیکھو بچوں کے ساتھ مار پیٹ کرتی رہتی ہے پتہ نہیں اس پر کس

بات کا غصہ سوار رہتا ہے اگر کچھ کہہ دو جھگڑے کی نوبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے افراد کو اپنی سوچ کا زاویہ درست کرنے کی ضرورت ہے اُنہیں یہ جاننا چاہیے کہ بچوں کی اصلاح اور تربیت و پرورش کی جو ذمہ داری اُن پر عائد ہوتی ہے اسی طرح ایک ماں بھی اپنے طریقے سے اپنی ذمہ داری کو نبھاتی ہے اور اس میں بچوں کے ساتھ پیار محبت اور ڈانٹ ڈپٹ غرضیکہ ہر طریقے سے کام لیتی ہے۔ ماں کا مقصد بگاڑ نہیں بلکہ اصلاح پیدا کرنا ہوتا ہے۔

ہر باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی سمجھ بوجھ سے کام لیا کرے جلد بازی اور جذباتی پن سے گریز کرتے ہوئے اصل حقائق کی تہہ تک پہنچے شیطان تو مسلمانوں کا دشمن ہے وہ تو مسلمانوں کے مابین پھوٹ ڈال کر اپنے مقصد میں کامیابی کا خواہاں ہوتا ہے شیطان اس وقت بہت خوش ہوتا ہے جب دو میاں بیوی جو کہ اچھے بھلے سلوک اتفاق اور پیار محبت سے رہ رہے ہوں ان کے مابین ناچاقی ڈلوا کر ان میں فساد و جھگڑے کی فضا پیدا کر کے نقصان پہنچایا جائے۔

باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کی فضا کو بہتر بنانے اور بچوں کی تربیت و اصلاح کے حوالے سے ماں کی اہمیت کو نظر انداز نہ کرے ہر وقت اپنا حکم چلانے سے گریز کرے اور ایک ظالم کی طرح بچوں اور بچوں کی ماں کو ہر وقت ہراساں نہ کیئے رکھے اگر باپ اپنی غلط عادات کو نہیں چھوڑے گا تو اس کی شخصیت بچوں کے ذہن میں ایک ظالم کی حیثیت سے اُبھرے گی اور ہو سکتا ہے کہ ظالم باپ کا خوف بچوں کی شخصیت مسخ کر کر دے اور بچے زندگی کے میدان میں وہ کامیابیاں حاصل نہ کر سکیں جن کی ہر ماں باپ اپنے بچوں سے توقع رکھتے ہیں۔ اس لیے ہر باپ کو اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی وجہ سے گھر کی فضا مکدر نہ ہو اس کے رویے کے باعث گھر میں لڑائی جھگڑا قائم نہ ہو اگر آپ اس بات کو اہمیت نہ دیں گے تو پھر اچھے بھلے ہنستے بستے خوشگوار ماحول والے گھر کو جہنم کا نمونہ بننے میں دیر نہ لگے گی اور اس کا منفی اثر آپ کے بچوں پر ضرور پڑے گا۔ کوشش کریں کہ اگر کبھی بیوی کے ساتھ جھگڑے کی نوبت پیدا ہو جائے تو حکمت عملی سے معاملے کو ٹال دیں اس میں آپ کی آپ کے بچوں کی اور پورے گھر کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔

گھر کے ماحول کو تلخ نہ ہونے دیں

بیوی کو اگر غصے کی حالت میں طرح طرح کے طعنے دے کر سختی کے ساتھ یہ باور کرایا جائے کہ اس نے فلاں غلطی کی ہے یا جان بوجھ کو بچے کو پیٹا ہے اپنا غصہ بچے پر نکالا ہے تو ایسی صورت میں گھر کا ماحول کبھی بھی خوشگوار نہیں رہ سکتا یقیناً اس سے گھریلو ماحول تلخ ہو جاتا ہے اگر گھر میں آپ کی والدہ اور بہنیں بھی موجود ہیں اور مشترکہ خاندانی نظام کے تحت آپ رہ رہے ہیں تو ان حالات میں معاملہ مزید سنگین صورت اختیار کر سکتا ہے کیونکہ آپ کے اپنی بیوی پر برہم ہونے اور بیوی کے جواب دینے پر آپ کی والدہ یا آپ کی بہن نے مداخلت کر دی اور آپ کی طرفداری اور حمایت میں آپ کی بیوی کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اسے میکے والوں کا نام لے لے کر طعنے دینا شروع کر دیے کہ جس گھر سے آئی ہے وہاں کی بری عادات بھی ساتھ ہی لے کر آئی ہے ان لوگوں کا تو وطیرہ ہی یہی ہے کہ سسرال والوں سے فضول لڑائی جھگڑا کرنا غرضیکہ اس طرح کی مداخلت اور باتوں سے بات مزید بگڑ جاتی ہے اور گھر کا ماحول اس قدر کشیدہ ہو جاتا ہے کہ پھر معاملہ آپ کے کنٹرول سے نکل جاتا ہے اور سارا گھر اس لڑائی میں شریک ہو جاتا ہے۔

اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کی بیوی کی عادت ایسی ہے کہ آپ کی ہر بات کو وہ برداشت کر لیتی ہے اور معاملے کو خوش اسلوبی سے حل کرنا جانتی ہے شوہر کی خوشی میں اپنی خوشی سمجھتی ہے اور شوہر کے غصے کو تحمل و بردباری سے برداشت کرنے کی اہلیت رکھتی ہے تو پھر جب آپ کوئی بات اپنی بیوی سے کہنا چاہیں گے تو وہ آپ کی بات ہر انداز سے سن کر آپ کی منشا کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے گی لیکن اگر آپ کی بیوی کی عادت ایسی ہے جیسی کہ زیادہ تر عورتوں کی ہوا کرتی ہے یعنی شوہروں کے غصے کو برداشت نہ کرنا اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینا تو پھر آپ کے لیے لازم ہے کہ بیوی کو آرام اور پیار کے ساتھ تنہائی میں سمجھائیں اور اس انداز سے نہ سمجھائیں کہ اس کی سابقہ غلطیوں اور عیوب کا حوالہ

دیتے ہوئے دھمکی آمیز لہجے میں بات کریں اس سے بات بگڑ سکتی ہے اور بیوی کو سمجھانے کی بجائے آپ کی اس سے لڑائی ہو سکتی ہے۔

اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کی بیوی نے بچے کو جس بات پر مارا پیٹا ہے وہ بات اس قدر قابل گرفت نہ تھی معمولی تنبیہہ سے بھی بچے کی اصلاح کی جاسکتی تھی تو ایسی صورت میں بھی بیوی سے یہ نہ کہیں کہ بچے کو مارنا سراسر تمہاری غلطی تھی بچے کی غلطی اتنی بڑی نہیں تھی بلکہ پیار سے سمجھائیں کہ بچے کو کسی غلط بات پر سزا دینا اچھی بات ہے لیکن زیادہ مار پیٹ سے بچہ ڈھیٹ بھی ہو سکتا ہے اس لیے مار کے ساتھ ساتھ ذرا پیار محبت سے بھی کام لے لینا چاہیے آپ کا سمجھانے کا انداز محبت بھرا ہوگا تو آپ کی بیوی کے دل میں آپ کی بات گھر کر جائے گی اور وہ کتنی ہی غصیلی' منہ پھٹ یا ترکی بہ ترکی جواب دینے والی ہوگی آپ کی بات توجہ سے سنے گی۔

اپنی ماں اور بہنوں کے سامنے اپنی بیوی کو اس قدر زیادہ نہ ڈانٹیں کہ وہ اس میں اپنی بے عزتی محسوس کرے اور یہ خیال کرے کہ میاں اسے جان بوجھ کر سب گھر والوں کے سامنے ذلیل کر رہا ہے۔ جب آپ کی بیوی کسی بچے کی غلطی پر اسے ڈانٹ رہی ہو تو اس وقت جبکہ بیوی بھی غصے میں ہو آپ خود غصے میں آ کر بیوی کو نہ ٹوکیں کیونکہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ بیوی غصے کی حالت میں آپ کے ساتھ مقابلے پر اُتر آئے اور دونوں کی تلخی میں بچہ اس تذبذب میں پڑ جائے کہ اسے جس غلطی کی وجہ سے مارا جا رہا تھا پتہ نہیں وہ غلط تھی بھی یا نہیں کیونکہ باپ نے مداخلت کر کے بچے کو اپنی طرفداری کا ثبوت فراہم کر دیا۔ یاد رکھیے جس گھر میں ہر وقت لڑائی جھگڑے کی فضا رہے میاں بیوی کے مابین تناؤ کا ماحول رہے تو ایسے گھر میں بچوں کی سوچ پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات کا نزول نہیں ہوتا۔ گھر کا ماحول تلخ ہو تو آپ کو بھی سکون نہیں مل سکتا نہ آپ کی بیوی سکون سے رہ سکے گی اور بچے جو کہ نشوونما کے ادوار سے گزر رہے ہوتے ہیں ان کی نشوونما متاثر ہو جاتی ہے ان کے ننھے ذہن الجھ کر رہ جاتے ہیں جس کا اثر ان کی جسمانی صحت پر بھی بڑا پڑتا ہے۔

ماں کی ڈانٹ کے بعد بچے کو سمجھانا

جب آپ کی بیوی بچے کو اس کی کسی غلطی پر ڈانٹ رہی ہو یا غصے میں اسے چند تھپڑ اس کی اصلاح کی خاطر لگا رہی ہو اس وقت آپ کا اس کے کام میں مداخلت کرنا کسی بھی طور درست نہیں جب معاملہ ٹھنڈا ہو جائے تو بچے کو تنہائی میں یا اس کی والدہ کی موجودگی میں ہی پیار سے اپنے پاس بلائیں اور اسے محبت بھرے الفاظ سے سمجھائیں کہ بیٹا! آپ تو اتنے اچھے ہیں ماں باپ کی ہر بات کو مانتے ہیں پھر کیوں آپ سے کوئی ایسا کام ہو جاتا ہے کہ جس سے آپ کو ڈانٹ اور مار پڑ جاتی ہے آپ کی ماں آپ سے کتنا پیار کرتی ہے آپ کو اچھے اچھے کھانے بنا کر کھلاتی ہے آپ کا ہر طرح سے خیال رکھتی ہے پھر جب آپ ضد کرتے ہو یا ماں کو تنگ کرتے ہو تو ماں کو تکلیف ہوتی ہے اسی لیے ماں آپ پر غصے ہوتی ہے ضد کرنا اور بلاوجہ تنگ کرنا بری بات ہے اس سے ماں کا دل دکھتا ہے اور ماں کا دل دکھانا اچھی بات نہیں ہے آپ نے دودھ کا گلاس اپنے کپڑوں پر گرا لیا حالانکہ آپ کی ماں آپ کو بار بار کہہ بھی رہی ہے کہ گلاس کو ٹھیک طرح سے پکڑو اور آرام سے پیو مگر آپ ماں کی بات پر توجہ ہی نہیں دے رہے تھے اپنے کپڑے بھی خراب کر لیے اور ڈانٹ بھی کھائی۔ آپ کتنے دنوں سے نہائے نہیں آپ کی امی جان آپ کو روز نہانے کا کہتی ہیں مگر آپ سنی ان سنی کر دیتے ہیں بیٹا! روز نہانے سے بندہ تر و تازہ رہتا ہے آپ کی امی جان تو آپ ہی کے فائدے کے لیے آپ کو کہہ رہی تھیں۔ آپ ہوم ورک کرنے میں اتنی دیر لگا دیتے ہو کہ آپ کے دوسرے بہن بھائی ہوم ورک کر کے فارغ ہو جاتے ہیں لیکن آپ اتنے سست ہو کہ آپ سے اپنا ہوم ورک جلد مکمل نہیں ہوتا آپ کی امی جان ٹھیک ہی تو آپ سے کہتی ہیں کہ اگر اسی سست روی سے ہوم ورک کرو گے تو امتحانی پرچہ کیسے مقررہ وقت میں حل کرو گے۔

آپ کے اس طرح بچے کو سمجھانے کا آپ کو بہت فائدہ ہوگا یعنی گھر کی فضا تلخ

نہیں ہوگی اس کے علاوہ آپ کی اہلیہ بھی یہ محسوس کرے گی کہ آپ نے اپنا رول بڑے اچھے طریقے سے نبھایا ہے اور بچے کی اصلاح کرنے میں اپنا کردار ادا کیا ہے علاوہ ازیں آپ کی بیوی کا غصہ بھی کافور ہو جائے گا کہ جس مقصد کے لیے وہ بچے کو ڈانٹ رہی تھی اس کا خاوند بھی یہی چاہتا ہے کہ بچے کی اصلاح ہو جائے اور وہ بچے کو ڈانٹنے میں حق بجانب تھی۔ اس کے ساتھ ہی بچے کے ذہن میں بھی اس بات کا احساس پیدا ہوگا کہ ماں باپ اس کی بھلائی کے لیے ہی سب کچھ کرتے ہیں امی جان مجھے ٹھیک ہی ڈانٹ رہی تھیں میں آئندہ لاپرواہی سے کام نہیں کروں گا۔ ماں کی ڈانٹ اور باپ کا پیار سے سمجھانا بچے کو یاد رہے گا اور وہ آئیند محتاط رہے گا کہ اس سے دوبارہ وہ غلطی کوتاہی اور لاپرواہی نہ ہو جائے کہ جس کی وجہ سے ماں باپ اس سے ناراض ہو جائیں یا اسے ڈانٹ پڑے۔

بیوی کی زندگی کو اجیرن نہ بنائیں

جس طرح ایک مثالی باپ اپنے اہل وعیال کی ضروریات اور ان کی کفالت کے ضمن میں اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتا ہے اسی طرح ماں بھی اپنے بچوں اور خاوند کی گھریلو ضروریات کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو پوری کرتی ہے۔ یاد رکھیں بچے گھر میں سب سے زیادہ وقت ماں کے ساتھ گزارتے ہیں۔ باپ اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی غرض سے تلاش معاش کے سلسلہ میں دن کا زیادہ تر وقت گھر سے باہر رہتا ہے۔ ماں کے پاس زیادہ تر وقت تک رہنے کے باعث بچے اپنی بچگانہ حرکتوں سے جتنا ماں کو تنگ کرتے ہیں اتنا وہ باپ کو تنگ نہیں کرتے علاوہ ازیں ماں سارا دن گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی ہے امور خانہ داری کے حوالے سے ماں اپنی ذمہ داریوں کو اس طرح نبھاتی ہے کہ جس کے لیے وقت کا کوئی تعین نہیں ہوتا رات ہو یا دن ہر وقت گھر اور بچوں کے کام کاج کے لیے تیار رہتی ہے اگر مشترکہ خاندانی نظام کے تحت رہ رہی ہو تو اس بچے اور خاوند کے کاموں کے ساتھ ساتھ اپنی ساس' سسر اور نندوں وغیرہ کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے اس طرح اس کی ذمہ

داریوں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

آپ کی بیوی بھی آپ کی طرح انسان ہے اگر کبھی بچوں کے تنگ کرنے اور خانہ داری کے بوجھ کی وجہ سے آپ کا کوئی کام کرنے کا اسے موقع نہ ملے یا اس کے مزاج میں معمولی سی تلخی آجائے تو بیوی کے مزاج کی گرمی کو جھگڑے کی بنیاد نہ بنائیں اور اس کو سارے گھر والوں کے سامنے ذلیل نہ کریں تحمل اور برداشت سے کام لیں اور اس طرح کا سلوک نہ کریں کہ بیوی کی زندگی اجیرن ہو کر رہ جائے اگر وہ ساس اور نندوں کے طعنے سنتی ہے اور برداشت کرتی ہے تو کم از کم آپ تو اس کے ساتھ ایسا رویہ نہ رکھیں کہ جس سے وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ گھر میں کوئی بھی اس کا ہمدرد نہیں ہے۔

ہر وقت بیوی پر غصہ کرتے رہنا اور بات بات پر اسے طعنے دیتے رہنا کسی بھی طرح آپ کو زیب نہیں دیتا۔ آپ کے غلط رویے کے باعث آپ کی بیوی ذہنی اور جسمانی طور پر بیمار ہو سکتی ہے آپ یہ خیال کریں کہ اگر آپ کی بیوی دن بھر آپ کے طعنوں کی وجہ سے کڑھتی رہے گی تو وہ بچوں پر اپنی توجہ صحیح طرح سے نہ دے سکے گی جو کہ یقیناً آپ کے لیے بھی قابل قبول بات نہ ہوگی آپ اپنی بیوی کی زندگی کو اجیرن بنا کر اپنی ذاتی انا کی تسکین تو کر سکتے ہیں لیکن اپنے اس رویے کو اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے حق میں کسی بھی طرح فائدہ مند نہیں بنا سکتے۔

کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ اگر آپ کی بیوی کو تنگ کرنے کی عادت کی وجہ سے آپ کی بیوی تنگ آ کر بالآخر آپ سے روٹھ کر اپنے میکے چلی جائے اور بچے آپ کے حوالے کر جائے اور یہ کہہ جائے کہ اب خود ہی بچوں کو سنبھالیں تو ایسی صورت میں آپ کے لیے بہت سی مشکلات پیدا ہو جائیں گی آپ کے گھر کا سارا نظام ہی درہم برہم ہو جائے گا آپ صبح سویرے بچوں کو تیار کر کے ناشتہ کروانے اور سکول بھیجنے تک کے کام کو ایک مصیبت سمجھیں گے اور پھر آپ کو اس بات کی بھی فکر کرنی پڑے گی کہ سکول سے واپسی کے بعد بچوں کو کس طرح کھانا دیا جائے کیونکہ جس

وقت بچوں کو سکول سے چھٹی ہوتی ہے اس وقت تو آپ کے دفتر اور کاروبار کا وقت ہوتا ہے اگر بالفرض آپ یہ سب کچھ کر بھی لیں تو یہ سلسلہ کتنے دنوں تک چلے گا آپ کی ملازمت یا آپ کا کاروبار بھی اس سے متاثر ہو سکتا ہے اور پھر کوئی ایک بچہ بیمار ہو جائے تو بچے کی جو دیکھ بھال اور اس کا خیال ایک ماں رکھ سکتی ہے باپ نہیں رکھ سکتا غرضیکہ بیوی کو تنگ کر کے اسے گھر چھوڑ کر میکے چلے جانے پر مجبور کر دینے سے آپ خود بھی سکون سے نہیں رہ سکیں گے آپ کی اپنی زندگی بھی اجیرن ہو جائے گی اور یہ سب کچھ آپ کا اپنا کیا دھرا ہو گا اس لیے ایسی صورت حال پیدا ہونے سے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو محفوظ رکھیں۔

جو لوگ اپنی بیویوں کو ستاتے ہیں اور ان کو تنگ کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح بیوی ان کے قابو میں رہے گی اور بیوی پر رعب رہے گا وہ خسارے میں رہتے ہیں سچی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے دل میں اپنی جگہ نہیں بنا پاتے اور پھر بچے بھی ان کے غلط رویے کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے ان کے دلوں میں اپنے باپ کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں ہوتا ہمارے معاشرے میں ایسی بہت سی کہانیاں اور واقعات بکھرے پڑے ہیں جو اس طرح کے باپوں کی وجہ سے عبرت اور نصیحت کا درس دیتے ہیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جو ایک ایسے باپ کی زبانی ہے جس نے اپنے رویے سے اپنی بیوی کی زندگی اجیرن بنا کر رکھ دی تھی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور گھریلو امور کے حوالے سے ہم میں جو غلطیاں اور کوتاہیاں پائی جاتی ہیں ان کو دور کرنے کی ہمت و توفیق مرحمت فرمائے۔

عذابِ تنہائی

میں ایک ایسا مرد ہوں' جس کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا' مگر میں نے نہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا اور نہ اس کی نعمتوں کو سنبھال کر رکھا۔ میرا باپ بچپن میں فوت ہو

گیا تھا اور میری ماں نے مجھے بڑی محنت و مشقت سے پڑھا لکھا کر اس قابل کیا کہ میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو جاؤں۔ نوکری ملنے کے بعد' جیسا کہ سب ماؤں کی آرزو ہوتی ہے کہ جلد بیٹے کا گھر بسا دیں' ماں نے بھی مجھے بہت سی لڑکیاں دکھائیں' مگر میں کیونکہ اپنے خاندان کا پہلا فرد تھا اور میں خوش شکل اور چرب زبان بھی تھا اور لوگوں کو متاثر کرنے کے فن سے بھی آشنا تھا' اس کے علاوہ مغرور اور خودسر ہونے کے باعث میں اپنے غریب رشتے داروں کو منہ تک نہ لگاتا تھا۔ آخر ایک لڑکی کو دیکھ کر میں نے ہاں کر دی اور یوں میری شادی ہو گئی۔ اب اسے میری پسند کہیں یا نہ کہیں' لڑکی میری دیکھی بھالی تھی اور ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ سلیقہ شعار اور فرض شناس تھی۔ خوبصورت تو نہ تھی' بس قبول صورت تھی۔ شمع محفل نہ بن سکتی تھی' نہ جان محفل بننے کی صلاحیت رکھتی۔

لہٰذا جلد ہی وہ میری نظروں سے گر گئی۔ لیکن وہ میری زیادتیوں کا اپنے گھر والوں سے تذکرہ تک نہ کرتی۔ جس طرح شادی سے پہلے ماں میرے کام کرتی تھی' اسی طرح اس نے سنبھال لئے' مگر جو رویہ میرا ماں کے ساتھ لاتعلقی کا تھا' وہی بیوی کے ساتھ رہا۔ نہ میں نے کبھی ماں کا خیال کیا تھا' نہ بیوی کا۔ جب کبھی میں اپنے دوستوں کے گھر جاتا اور ان کا اپنے خاندان والوں سے پیار محبت کا سلوک دیکھتا تو اپنے رویہ کا فرق محسوس کرتا۔ میں حد سے زیادہ خودسر اور خود پسند تھا۔ جلد ہی بیوی نے میری طبیعت کا اندازہ کر لیا۔ کبھی کبھی وہ مجھے احساس دلانے کے لیے دوسروں کی مثال دیتی تو میں چڑ جاتا۔ کئی رشتہ دار عورتیں میری بیوی کی تعریف کرتیں تو میں جل کر بیوی میں ہزاروں عیب نکال کر اس کو بددل کر دیتا اور اگر بیوی کسی دوست کی اس طرح تعریف کرتی کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے' کتنا خیال رکھتا ہے' تو میں دوست میں کوئی بڑا عیب نکال کر اس کو برا بنا دیتا' یا پھر ایسے دوستوں کے گھر بیوی

کو لے جانا ہی چھوڑ دیتا۔ ابتدا میں وہ میرا بڑا خیال کرتی۔ گھر کے اندر باہر کے تمام کام خوش اسلوبی سے ہو جاتے۔ بچے بھی جلدی جلدی ہوئے۔ وہ میرے آرام کی خاطر الگ چھوٹے بچوں کو لے جا کر سوتی۔ جلدی جلدی بچوں کی پیدائش اور کام کی زیادتی کے باعث اگر اس سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جاتی تو اس کے بدلے کو نہ صرف اپنی ماں اور بچوں کے سامنے گالیاں دیتا' بلکہ اس کے احتجاج پر اس کے اوپر ہاتھ اٹھانے سے بھی باز نہ رہتا۔ آج ان حالوں کو پہنچ کر اب میں سوچتا ہوں کہ لوگ جانور بھی پالتے ہیں تو اس سے پیار کرتے ہیں اس کا خیال رکھتے ہیں' مگر میں تو اپنی ذات کے خول میں بند تھا۔ ماں' بیوی' بچوں' سب سے خدمت لیتا مگر خود کسی کے کام نہ آتا۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے کیسے بڑے ہوئے؟ کب بیمار ہوئے اور کیسے صحت یاب ہوئے؟ گھر کیسے چلایا جاتا ہے؟ اور کس کس اشیاء کی قیمتیں کب بڑھیں؟ مجھے کچھ معلوم نہ تھا' گھر والوں نے مجھے ہر فکر سے آزار کر دیا تھا' پھر بھی میں دفتر جانے اور پیسے کما کر لا کر دینے کو اپنے گھر والوں پر احسان سمجھتا تھا۔ میرے سارے دوست دفتر کے ٹور پر جاتے تو بیوی کو بھی اپنے پاس سے ٹکٹ لے کر جاتے' مگر میں بیوی پر روپیہ خرچ کرنے کو فضول خرچی سمجھتا' نہ صرف اس کی بیماری کو وہم سمجھ کر نظر انداز کرتا' بلکہ اس کے علاج سے بھی بے خبر ہو جاتا۔ اگر وہ بیماری یا تھک کر مجھ سے پہلے سو جاتی تو اس کو گالیاں دیتا۔ بڑھتی ہوئی عمر اور بیماری کے باعث اس نے اپنے کام بچوں میں تقسیم کرنا چاہے تو یہ بھی میں نے اس کی کام چوری تصور کی اور اسے سخت ملامت کرتا رہا۔ وہ کہتی کہ میں مر جاؤں گی تو گھر کون سنبھالے گا؟ تو میرا جواب ہوتا کہ کل کیوں مرتی ہو؟ آج مر جاؤ۔ تمہارا پوچھنے والا کون ہے؟

جب بیوی بیمار ہوتی' تو بجائے اس پر توجہ دینے کے دوسری شادی کے چکر میں گھر سے باہر رہتا۔ جب وہ مسلسل بیمار رہنے لگی تو میں نے دوسری شادی رچالی۔

دوسری بیوی بہت چالاک تھی۔ اس نے گھر اور بچوں کے کاموں سے غفلت برتی' مگر میرے ذاتی کام خود سنبھال لیئے۔ اس طرح مجھے اس نے اپنا غلام بنالیا اور میں اس کے اثر میں آ کر بچوں تک کو بھول گیا۔ اس کی سزا قدرت نے مجھے اس طرح دی کہ جب میری دوسری بیوی کے ہاں ولادت ہوئی تو دوسری بیوی مر گئی۔ پہلی نے اگرچہ طلاق نہ لی تھی' مگر اپنے میکے جا بیٹھی تھی۔ مجھے گھریلو کاموں اور بچوں کو سنبھالنے کے لیے پھر اپنی پہلی بیوی کو بلانا پڑا' مگر اس نے میرے پاس آنے سے انکار کر دیا کہ جس گھر میں میرے بچے نہیں ہیں' میں وہاں آ کر کیا کروں گی؟ کیونکہ سوتیلی ماں کے سلوک اور شادی کے بعد میری بے رخی کے باعث' میرا اکلوتا اور قابل بیٹا امریکہ چلا گیا تھا اور اپنی ماں کو بھی اپنے پاس بلا لیا تھا۔ ایک لڑکی تھی' جس کی سوتیلی ماں نے ایک بڈھے سے شادی کر دی تھی' جو اسے لے کر دبئی چلا گیا تھا۔ آج میں تنہا اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہوں۔ دوست احباب رشتے دار مجھ پر طنز کر کے چلے جاتے ہیں کہ یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناشکری اور مخلوق خدا کو ستانا اور غرور و تکبر کا نتیجہ ہے۔ اب میں ہوں اور میری بیماریاں میری ساتھی ہیں۔ مگر نہ اولاد میرے پاس رہنا گوارا کرتی ہے اور نہ کوئی رشتہ دار۔ نرس رکھنے کی مجھ میں استطاعت نہیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی تو میں کب کا کر چکا ہوتا۔ بس تنہائیوں کے عذاب جھیل رہا ہوں۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ)

یہ واقعہ ایک ایسے شخص کا اعتراف ہے کہ جو حقیقی طور پر ایک ناکام آدمی تھا اس نے اپنی کسی بھی ذمہ داری اور فرض کو صحیح طرح سے نہیں نبھایا پھر جب وقت گزر گیا اور اس کے اختیار میں کچھ بھی نہ رہا تو اب سوائے پچھتانے اور اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرانے کے اس کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا ترستی اور بے بسی کی زندگی گزارنا اس کا مقدر بن گیا۔

کسی حاسد کی باتوں میں کبھی نہ آئیں

ہمارے معاشرے میں ہر مزاج اور ہر ذہنیت کے لوگ رہتے ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو حسد کرنے کا مرض ہوتا ہے وہ کسی کو کھاتے پیتے نہیں دیکھ سکتے کسی کی زندگی ہنسی خوشی سے اور خوشگوار گزر رہی ہو تو ان کو چڑ ہو جاتی ہے اور خوامخواہ وہ حسد کی آگ میں جلتے رہتے ہیں اگر میاں بیوی کے مابین سلوک محبت ہو اور دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہوں تو رشتہ داروں میں ہی ایسے کئی نکل آتے ہیں جن کو ان میاں بیوی کی محبت وسلوک ایک آنکھ نہیں بھاتا اور وہ اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ کسی طرح میاں بیوی کے مابین ناچاقی کی فضا قائم ہو جائے اگر وہ کسی طرح میاں بیوی کے درمیان جھگڑا کروانے میں کامیاب ہو جائیں تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا ان کے اس کام میں شیطان پوری پوری مدد کرتا ہے کیونکہ شیطان کا بھی یہی مقصد ہے کہ وہ مسلمانوں کے مابین تفرقہ اور فساد پیدا کرے اب اگر کوئی انسان اس کام کو کرنے کے لیے کوشاں ہوتا ہے تو شیطان ہر طرح سے اس کا ساتھ دیتا ہے اس لیے ہر مسلمان باپ کو حاسدوں کے حسد سے ہوشیار رہنا چاہیے اور کسی باتوں میں آکر ہنستے بستے گھر کو برباد نہیں کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سمجھ بوجھ اور عقل و دانش کی دولت عطا فرمائی ہے آپ خود ہر اس معاملے کا تسلی کے ساتھ جائزہ لے سکتے ہیں جس کے بارے میں کوئی آپ کو شک وشبہ میں مبتلا کر کے انتہائی اقدام کرنے کے لیے تیار کر رہا ہے۔

ایک میاں بیوی کے درمیان بڑی محبت تھی رشتہ داروں اور محلہ داروں میں ان کے سلوک اور محبت کی مثالیں دی جاتی تھیں ان کی گھریلو زندگی بڑی اچھی گزر رہی تھی اللہ رب العزت نے ہر پریشانی سے محفوظ رکھا ہوا تھا اگر کبھی کوئی تنگی تکلیف آ بھی جاتی تھی تو دونوں ہنسی خوشی برداشت کر لیتے تھے کبھی بھی کسی معاملے میں دونوں کے مابین جھگڑا نہیں ہوا تھا بچے بھی ماں باپ کے سلوک ومحبت کے باعث پرسکون رہتے تھے گویا کہ ان کا گھر

ایک اسلامی اور مثالی گھر کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ ایک حاسد کو میاں بیوی کی محبت پسند نہ آئی اس نے حسد کی آگ میں جلتے ہوئے یہ منصوبہ بنانا شروع کیا کہ کسی طرح ان کے درمیان نفاق ڈال دے آخر کار وہ ان کی دکان پر پہنچا اور منت سماجت کر کے دکان پر ملازمت حاصل کر لی تھوڑے ہی دنوں میں اس نے گھر کے اندر تک بھی رسائی حاصل کر لی گھر سے کھانا لانا بھی اس نے اپنے معمولات میں شامل کر لیا ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ یہ حاسد مالک کے گھر سے کھانا لے کر دکان پر پہنچا تو میاں سے کہنے لگا' غضب ہو گیا آج میں گھر پہنچا ہوں تو میں نے بیگم صاحبہ کو کسی غیر مرد سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے چھپ کر ان کی گفتگو سنی تو معلوم ہوا کہ وہ غیر مرد بیگم صاحبہ سے کہہ رہا تھا کہ وہ آپ کو قتل کر ڈالے تاکہ راستہ صاف ہو جائے اور بیگم صاحبہ اس کام پر تیار ہو گئی ہیں۔ خاوند نے یہ بات سنی تو بہت گھبرایا اور اپنی بیوی سے بدگمان ہو گیا۔ اُدھر یہ حاسد ملازم تھوڑی دیر کے بعد کسی بہانے سے گھر پہنچا تو بیگم صاحبہ سے کہنے لگا کہ آپ کے خاوند نے کسی غیر عورت سے تعلق قائم کر لیا ہے اسی لیے اب وہ آپ سے کھچے کھچے رہنے لگے ہیں حاسد نے اس بات کا کچھ ایسا نقشہ کھینچا کہ بیگم صاحبہ نے اپنے میاں میں تبدیلی دیکھ بھی لی اور یقین کر لیا کہ ملازم نے سچ کہا ہے چنانچہ اس فکر میں وہ پریشان رہنے لگی۔ چند دنوں کے بعد حاسد نے بیگم صاحبہ سے کہا کہ اگر آپ اپنے میاں کی داڑھی کا ایک بال استرے سے کاٹ کر مجھے لا دیں تو میں ایک خدارسیدہ بزرگ سے اس کا ایک ایسا تعویز بنوا کر لا سکتا ہوں جس کی برکت سے آپ کے میاں اس غیر عورت کا خیال چھوڑ دیں گے اور آپ سے پھر وہی پہلی محبت کرنے لگیں گے۔ یہ کہہ کر ایک استرا بھی بیگم صاحبہ کو دے دیا بیگم صاحبہ نے استرا لے لیا اور کہا' آج رات جب وہ سو جائیں گے تو میں سوتے میں ان کی داڑھی کا ایک بال اس استرے سے کاٹ لوں گی۔

اس کے بعد یہ ملازم میاں کے پاس پہنچا اور اس سے کہنے لگا کہ آج رات ہوشیار رہیے گا آج بیگم صاحبہ استرا لے کر رات کو آئیں گی تاکہ آپ کی گردن پر پھیر دیں اور آپ کو قتل کر دیں۔ میاں رات کو گھر گئے تو پریشانی کے عالم میں چارپائی پر لیٹے لیکن نیند کہاں'

آنکھیں بند تھیں لیکن جاگ رہے تھے۔ آدھی رات گزری تو بیگم صاحبہ اس خیال سے کہ اب وہ سو چکے ہوں گے استرا لے کر اُٹھیں اور میاں کے بستر کے قریب آ پہنچیں میاں نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں لیکن جان گئے تھے کہ وہ آ گئی۔ بیگم نے استرا بڑھا کر گردن کے قریب جو کیا تو میاں نے ایک دم اُٹھ کر اسی استرے سے بیگم صاحبہ کا کام تمام کر دیا صبح جو بیگم کے عزیزوں کو پتہ چلا کہ ہماری لڑکی کو ناحق قتل کر دیا گیا ہے تو وہ دھاوا بول کر آئے اور انہوں نے میاں کو قتل کر دیا اور حاسد کی وجہ سے یہ گھر آن کی آن میں برباد ہو گیا۔

ہر مسلمان کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور کبھی بھی کسی کی باتوں میں آ کر اپنا گھریلو ماحول خراب نہیں کرنا چاہیے اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہیے کہ جس کا بعد میں نقصان ہو اور پچھتانا بھی پڑے۔

جعلی عاملوں سے اپنے گھر والوں کو بچائیں

آج کل یہ مرض ایک وبا کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے کہ اچھے بھلے گھرانے کی عورتیں بھی اپنی مشکلات اور پریشانیوں کے حل کے لیے جعلی عاملوں کے پاس جانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتیں بعض خواتین تو ایسی ہیں جو اپنے خاوندوں کی لاعلمی میں عاملوں کے پاس تعویز گنڈوں کے لیے جاتی ہیں خاوند کی دولت کو ناجائز کاموں میں لٹاتی ہیں جبکہ بعض کو اپنی عصمت و آبرو سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں آئے دن معاشرتے میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں مگر پھر بھی سبق حاصل نہیں کیا جاتا۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے مثالی باپ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کا ہر طرح سے خیال رکھے اپنی بیوی کو جعلی عاملوں کے ہتھکنڈوں کے بارے میں گاہے بگاہے آگاہ کرتا رہے تاکہ اگر عورت عقل و شعور میں کمزور ہے تو اسے پتہ چلتا رہے کہ ایسا کرنا غلط کام ہے اور شریعت مطاہرہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے ایسے غیر شرعی کاموں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنے میں ہی عافیت ہے اور پھر کسی بھی غیر مرد کے پاس جا کر اس سے اپنی مشکلات اور

پریشانیوں کا ذکر کر کے ان کے حل کے لیے مدد کی خواہاں ہونا بے پردگی اور بے حیائی کو دعوت دینی والی بات ہے جس کی ہمارے دین اسلام نے کسی بھی صورت اجازت نہیں دی ہے ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'

''جو شخص کاہن اور جوتشی کے پاس جائے اور اس کے بیان کو سچا جانے تو وہ قرآن اور دین اسلام سے الگ ہو گیا۔'' (احمد۔ابوداؤد)

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں آتا ہے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'

''جو شخص کاہن اور نجومی کے پاس جا کر کچھ دریافت کرے اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی۔'' (مسلم شریف)

نجومیوں اور جعلی عاملوں کے پاس اپنے مسائل کے حل کے لیے جانا ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے شرعی طور پر ناجائز ہے اور نہ ہی اس کا کوئی اخلاقی جواز ہے لہٰذا ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے نہ تو خود ایسے کاموں میں پڑیں اور نہ ہی اپنی بیوی کو اس کی اجازت دیں بلکہ اگر اس معاملے میں بیوی محلے کی یا رشتہ دار عورتوں کے بہکاوے میں آ کر اپنی کسی مراد یا پریشانی کے حوالے سے کسی عامل کے پاس جانے کی طرف رغبت کرتی ہوئی محسوس ہو تو اسے تنہائی میں پیار سے شریعت مطہرہ کی روشنی میں دلائل دیتے ہوئے سمجھائیں اور ضرورت محسوس کریں تو سختی سے بھی منع کریں اور اس سلسلہ میں لچک کا مظاہرہ نہ کریں کیونکہ اپنے اہل و عیال کو برائی کی دلدل میں گرنے سے بچانے کی کوشش کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔

ایک سبق آموز واقعہ

تعویذ گنڈے کرنے والے جعلی عامل کس طرح خواتین کو شیشے میں اتار کر اپنا الو

سیدھا کرتے اور دونوں ہاتھوں سے انہیں لوٹتے ہیں یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں لیکن اس کے باوجود یہ سلسلہ جاری ہے۔ کراچی میں ایک جعلی عامل میاں بیوی پر قتل کے الزام میں پکڑا گیا۔ جس نے اعتراف جرم کرکے یہ سنسنی خیز انکشافات کیے ممکن ہے انہیں پڑھ کر سادہ لوح حضرات کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ جعلی عاملوں کے ہاتھوں لٹنے سے بچ جائیں۔ عامل بننے سے پہلے میں قصاب تھا۔ نیو کراچی کے علاقے سندھی ہوٹل پر میری قصائی کی دکان تھی جہاں بیمار جانور سستے داموں خرید کر ان کا گوشت فروخت کرتا تھا' ویٹری انسپکٹر کے چھاپے کے بعد میری دکان سیل کر دی گئی۔ بعدازاں قصائی کے پاس کام کرنے لگا' اپنی دکان پر آنے والی چند خوبصورت خواتین کو اپنے جال میں پھانسنے کے لیے اپنے سیٹھ سے چوری چوری انہیں مفت گوشت دیتا تھا' جب پکڑا گیا تو سیٹھ نے ذلیل کرکے دکان سے فارغ کر دیا اور نیو کراچی کے تمام قصابوں کو میرے بارے میں بتایا کہ عامر کا کردار ٹھیک نہیں ہے وہ چور ہے لہٰذا اسے کوئی بھی اپنی دکان پر نہ رکھے' اپنے سیٹھ قصائی کا کاروبار بند کرنے کے لیے میں اپنے عامل سلطان بابا کے پاس گیا' جس نے مجھے ایک تعویذ دیا کہ رات کو اس کی دکان کے نیچے مٹی میں دبا دینا' تمہارے سیٹھ کا کاروبار بند ہوجائے گا۔ میں نے بدلہ لینے کے لیے اپنے عامل سلطان بابا سے تعویذ لے کر آدھی رات کو اپنے سیٹھ کی دکان کے نیچے دبا دیا۔ جادو کے اثر سے میرا سیٹھ بیمار ہوگیا اور اس کی دکان بند ہوگئی جس کی تباہی پر میں بے حد خوش ہوا۔ یہ باتیں منگھوپیر کے علاقے میں میاں بیوی کو قتل کرکے کنویں میں پھینکنے والے جعلی عامل عامر بشیر قریشی عرف عامر بابا نے پولیس کے سامنے اپنا اقرار جرم کرتے ہوئے بتائیں۔ جعلی عامل عامر بابا نے اعتراف کیا کہ وہ عرصہ 12 سال سے سادہ لوگوں کو تعویذ دے کر ان سے رقم بٹور رہا تھا' جب مجھے کہیں کام نہیں ملا تو میں اپنے عامل سلطان بابا کے آستانے میں جانے لگا اور میں نے اپنا حلیہ بالکل اپنے عامل کی طرح بنالیا' میں آستانے میں جھاڑو دیتا اور آستانے میں آنے والی خواتین کو بیوقوف بنتے دیکھتا تھا۔ ایک دن میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے عامل سلطان بابا کو ایک خوبصورت لڑکی کی عصمت دری کرتے دیکھا۔ وہ عامل میری نظروں سے گر گیا' میں نے

انہیں کہا کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو عامل نے کہا کہ یہ لڑکی اپنے کسی محبوب کو پھانسنے کے لیے تعویذ لینے آئی تھی' میں نے اسے اپنے شیشے میں اتار لیا۔ عامر بابا نے بتایا کہ میرے عامل نے کہا کہا اگر تم نے اس بات کا ذکر کسی کے سامنے کیا تو وہ اپنے خفیہ بندوں کے ذریعے اسے مروا دے گا۔ لہٰذا میں موت کے خوف سے ڈر گیا اور مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ میرے عامل بابا کالا علم' سفلی وغیرہ کرتے ہیں' جو کئی کئی روز ناپاک بھی رہتے ہیں۔ بہت سی بے اولاد خواتین اپنی گود آباد کرنے کے لیے میرے عامل کی تمام شرائط پوری کرتے ہوئے انہیں منہ مانگی رقم دیتی تھیں۔ عامر بابا نے کہا کہ میرے عامل نے مجھے اپنا فن نہیں دیا اسے لوگوں کو بیوقوف بناتے دیکھ کر بہت کچھ سیکھ لیا تھا' عموماً ایسی خواتین بھی آستانے میں آتی تھیں جو اپنے شوہر کو ان کے والدین سے الگ کروانے کا تعویذ حاصل کرتی تھیں۔ جعلی عامل عامر بابا نے بتایا کہ میں شادی شدہ 4 بچوں کا باپ ہوں' جب میری بیوی کو میرے عامل بننے کا معلوم ہوا تو وہ ناراض ہوگئی اور میرے بچوں کو لے کر میکے چلی گئی۔ جس پر میں نے اپنے عامل بابا سے اپنی ناراض بیوی کا تعویذ لینا چاہا تو انہوں نے کہا کہ تمہاری بیوی راضی ہوجائے گی اور ساری زندگی غلام بن جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ایک رات میرے آستانے پر گزارے۔ جس پر میری غیرت نے للکارا اور میں نے اپنے دھوکے باز جعلی عامل کی غصے میں پٹائی کر دی جب اس جعلی عامل نے مجھے دھمکی دی کہ وہ اسے قتل کروا دے گا تو میں نے اس کے تمام شیطانی کرتوت تھانہ نیو کراچی میں واقع ایک انسپکٹر کو بتائے تو اس نے مجھے تھانے سے دھکے دے کر نکال دیا۔ جس کا کہنا تھا کہ وہ لن کے مرشد کے بارے میں گستاخی کر رہا ہے حالانکہ مجھے اس شیطان کے بارے میں سب کچھ معلوم تھا۔ جعلی عامل عامر بابا نے کہا کہ میں نے اس جعلی عامل کا نام سلطان بابا سے ''شیطان بابا'' رکھ دیا اور ہر جگہ اس کے کالے کرتوت بے نقاب کرنے لگا جس پر جعلی عامل نے مجھ پر 2 مرتبہ حملہ بھی کروایا۔ اس خوف سے میں نے اپنا علاقہ چھوڑ کر منگھوپیر کے علاقے میں رہائش اختیار کرلی جہاں میں مزار کے قریب لنگر کھا کر گزارہ کرتا تھا۔ جعلی عامل عامر بابا نے بتایا کہ میں نے اپنا حلیہ بالکل ملنگوں جیسا بنالیا تھا۔ 3 ماہ کے بعد ایک خاتون میرے پاس آئی اور کہا بابا جی

آپ بڑے پہنچے ہوئے بزرگ لگتے ہیں میری 2 جوان بیٹیوں کے رشتے نہیں آتے ان کے لیے دعا کریں' خاتون کی بات سن کر میں اندر ہی اندر ہنسا اور دل میں کہا کہ واقعی عورت ذات بیوقوف ہوتی ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ میں کیا ہوں خود مانگ کر کھاتا ہوں' اپنی ناراض بیوی بچوں کو واپس نہیں لا سکتا' اس خاتون کے لیے کیا کروں گا۔ اس نے کہا کہ وہ عورت آدھ گھنٹہ میرے پاس بیٹھی رہی میں نے اس سے کہا کہ وہ اسے گھر لے کر جائے تاکہ ان کی بیٹیوں کو تعویذ دے سکوں۔ دوسرے دن وہ عورت مجھے اپنے گھر لے گئی اور اس کی جوان بیٹیوں کو دیکھ کر میں بے ایمان ہو گیا کیونکہ وہ بے حد خوبصورت تھیں' میں نے اس عورت کو 2 عدد تعویذ دیئے اس نے خوشی سے مجھے ایک ہزار روپے اور کپڑے لے کر دیئے۔ جعلی عامل عامر بابا نے بتایا کہ میں نے جعلی تعویذ بنا کر لوگوں کو بہت لوٹا ہے۔ اس نے کہا میں ایک جاہل ہوں اور قرآن مجید بھی نہیں پڑھا ہوا۔ نجانے لوگ میری باتوں میں کیوں آ جاتے ہیں؟ لیکن اپنے جہنمی پیٹ کی خاطر سب کچھ کرنا پڑتا تھا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ جعلی عامل سلطان بابا مر گیا ہے تو میں نے سکون کا سانس لیا اور اپنے علاقے میں گیا جہاں میرے جاننے والے لوگوں نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ جب میں اپنے بیوی بچوں کو ملنے گیا تو انہوں نے میری شکل دیکھ کر نفرت کا اظہار کیا اور بیوی نے کہا کہ وہ اسے طلاق دے دے لیکن میں اپنے معصوم بچوں کی خاطر ظلم نہیں کر سکتا تھا۔ جعلی عامل نے بتایا کہ ایک دن میں اسی عورت کے پاس منگھو پیر گیا تو اس عورت نے میرے پاؤں پکڑ لیے کہ باباجی میری سکینہ کا رشتہ ہو گیا آپ کے تعویذوں نے بہت کام کیا ہے میں نے اسے کہا کہ وہ 15 ہزار اسے ادھار کے طور پر دے جب حالات اچھے ہو جائیں گے تو واپس کر دوں گا۔ اس عورت نے بلا تاخیر مجھے 15 ہزار کی رقم دے دی جس سے میں نے ایک کمرے کا مکان خریدا اور اس میں رہنے لگا۔ جعلی عامل عامر بابا نے کہا کہ جو خواتین مجھ سے گوشت لینے آتی تھیں ان میں ایک خاتون (ش) مجھ ملی میں اسے اپنے آستانے پر لے گیا اور اسے بتایا کہ میں بہت سے چلے کاٹ کر عامل بن گیا ہوں' میرے تعویذوں میں بے حد اثر ہے جو من کی مراد ہے وہ پوری ہو جاتی ہے جس پر وہ عورت میرے آستانے میں کئی خواتین کو اکٹھا کر کے

لے آئی انہیں میں نے تعویذ دینے شروع کر دیئے اور اس کے بدلے مٹھائی کی رقم لیتا تھا۔ منگھو پیر تھانے کی پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہونے والے جعلی عامل عامر بابا نے میاں بیوی کو قتل کرنے کے بارے میں انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ ایک خاتون امینہ بی بی میرے آستانے پر آئی جس نے برقع سے پردا کر رکھا تھا وہ اپنے خاوند کے لیے کاروبار کی بندش ختم کرنے کا تعویذ لینے آئی تھی' میں نے امینہ بی بی کو کہا کہ وہ میرے آستانے میں مجھ سے پردا نہ کرے اور اپنا چہرہ دکھائے۔ امینہ بی بی نے جب اپنے چہرے سے نقاب اتارا تو میں نے اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ خدا نے کتنی خوبصورت چیز بنائی ہے جو کسی کوہ قاف کی پری سے کم نہیں ہے۔ جعلی عامل عامر بابا نے کہا کہ امینہ کا چہرہ دیکھ کر میں اس کا دیوانہ ہو گیا اور اسے ایک تعویذ دیا اور روز آستانے میں آنے کو کہا جس پر وہ منگھو پیر سے روٹ نمبر 60 کی بس میں طویل سفر کر کے میرے آستانے سندھی ہوٹل پر آتی۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک دن امینہ کا پورا برقع اتار دیا تھا اور وہ میری بات کو رد کرنے کے بجائے اسے ادب سے تسلیم کرتی تھی۔ امینہ نے کہا کہ میرا شوہر جان محمد دھوبی کا کام کرتا ہے۔ ان دنوں وہ بیروزگار ہے اور گھر میں فاقے پڑے ہوئے ہیں یہ سن کر میں امینہ کو تعویذ بھی دیتا اور راشن کے پیسے بھی یہ سلسلہ تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا۔ امینہ جب ایک ہفتے تک میرے آستانے میں نہیں آئی تو میں بے چین ہونے لگا۔ آخر کار میں امینہ کے گھر گیا تو اس نے کہا کہ وہ میرے گھر نہ آئے اگر میرے شوہر نے دیکھ لیا تو جان سے مار دے گا اور میری ساس بھی کسی ڈائن سے کم نہیں ہے جس پر میں نے کہا کہ امینہ میں نہیں آؤں گا تم میرے آستانے پر ضرور آنا' میرے موکل تمہارے شوہر کا کاروبار کھول دیں گے' جس پر امینہ رضا مند ہو گئی اور میں دوبارہ اپنے آستانے پر آ گیا اور امینہ کا انتظار کرنے لگا۔ دوسرے دن امینہ کالے سوٹ میں ملبوس میرے پاس آئی' گورے رنگ پر کالے سوٹ میں وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ امینہ نے کہا اس کے شوہر نے اسے رات کو بہت مارا ہے جس پر مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے من گھڑت باتوں سے امینہ کو کہا کہ تم کبھی ماں نہیں بن سکتیں۔ میرا علم کہتا ہے کہ تم اپنے شوہر جان محمد سے طلاق لے لو اور مجھ سے شادی کر لو۔ جس پر امینہ نے کہا کہ تم بھی

شادی شدہ ہو تمہاری بیوی کو اگر معلوم ہو گیا تو کیا ہو گا؟ میں نے اسے دھوکہ دیتے ہوئے کہا کہ میں تو غیر شادی شدہ ہوں۔ اگر وہ ظالم شوہر سے طلاق لے لے تو میں اس سے شادی کر لوں گا۔ جس پر امینہ نے کہا کہ وہ اس بات پر سوچے گی یہ کہہ کر وہ میرے آستانے سے چلی گئی۔ جعلی عامل عامر بابا نے کہا کہ میں امینہ کا اتنا دیوانہ ہو گیا تھا کہ راتوں کی نیند اور دن کا چین ختم ہو گیا تھا۔ امینہ کو قابو کرنے کے لیے اس پر کالا جادو کروایا اور جب امینہ میرے آستانے پر آتی تو میں اسے چینی کے شربت میں جادو کے تعویذ ملا کر پلاتا تھا۔ ایک دن امینہ جب میرے آستانے پر آئی اور اس نے جب یہ کہا کہ اس نے اپنے شوہر سے خلع لے لی ہے تو میں بے حد خوش ہوا۔ امینہ کو اس کے شوہر نے گھر سے نکال دیا تھا اور وہ اپنی ماں کے گھر چلی گئی۔ ایک ہفتے کے بعد جان محمد نے اپنی طلاق یافتہ بیوی کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے امینہ سے رابطہ کیا تو امینہ بھی اپنے سابق شوہر جان محمد سے طلاق لینے کے بعد اس کی جدائی میں تڑپنے لگی۔ جان محمد جب امینہ کے والد کے گھر آیا تو امینہ کی والدہ نے اسے برا بھلا کہا اور ذلیل کر کے گھر سے نکال دیا۔ امینہ بی بی نے اپنے سابق شوہر جان محمد کہا کہ وہ حلالہ کر کے تم سے دوبارہ شادی کر لے گی لیکن اسے اپنی ماں کا گھر چھوڑنا پڑے گا جس پر جان محمد راضی ہو گیا۔ جان محمد نے کہا کہ وہ کس سے حلالہ کرے گی تو امینہ بی بی نے کہا کہ عامر سے۔ یہ بات سن کر جان محمد طیش میں آ گیا اور رونے لگا کہ وہ جعلی عامل ہی تو اصل شیطان ہے جس نے ہمارا ہنستا بستا گھر برباد کر کے 2 محبت کرنے والوں کو جدا کر دیا ہے لہٰذا وہ جعلی عامل عامل بابا کے بجائے کسی اور سے حلالہ کرے۔ جس پر امینہ راضی ہو گئی لیکن اس نے اپنے کزن علی سے کہا وہ حلالہ کرے تو علی نے منع کر دیا کہ وہ اسے بہن کا رتبہ دیتا ہے لہٰذا وہ یہ کام نہیں کر سکتا۔ امینہ بی بی اپنی ماں کے ساتھ میرے آستانے پر آئی اور اس نے کہا کہ وہ ابھی اور اسی وقت مجھ سے نکاح کرے۔ جعلی عامر بابا نے کہا میں تو چاہتا بھی تھا کہ یہ عورت ایسے تو قابو میں نہیں آتی۔ لہٰذا نکاح کرنے کے بعد وہ اپنی خواہش کو پورا کرے گا۔ جعلی عامل عامر بابا نے بتایا کہ میں نے چند دوستوں اور قاضی کی موجودگی میں امینہ سے نکاح کر لیا اور نیو کراچی کے علاقے میں مکان کرائے پر لے کر امینہ کو اپنے پاس رکھا' جب میری بیوی

کو میری دوسری شادی کے بارے میں علم ہوا تو اس نے میری جوتوں سے پٹائی کی۔ امینہ اور میری بیوی کے درمیان جھگڑا ہوا۔ اس بات پر امینہ نے کہا کہ تم تو اپنے آپ کو غیر شادی شدہ کہتے تھے۔ یہ بیوی اور 4 بچے کہاں سے آ گئے لہٰذا امینہ کی نظروں میں بھی میری عزت گر گئی اور وہ بھی مجھ سے ناراض رہنے لگی' جسے منانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا لیکن وہ راضی نہیں ہوئی۔ جعلی عامر بابا نے کہا کہ امینہ اپنے سابق شوہر جان محمد سے چھپ چھپ کر ملتی تھی اور مجھے یہ ناگوار گزرتا تھا۔ میں نے اس بات پر امینہ پر بے جا تشدد بھی کیا اور اس نے طلاق مانگ لی لیکن میں آسانی سے اسے طلاق نہیں دے سکتا تھا۔ 5 ماہ رکھنے کے بعد امینہ کے گھر والوں سے طلاق کے عوض 50 ہزار روپے کا مطالبہ کر دیا۔ میں نے انہیں کہا کہ امینہ کو صرف اسی شرط پر طلاق دوں گا جس پر امینہ کا کزن علی 15 ہزار کی رقم لے کر آیا کہ وہ امینہ کو طلاق دے دے۔ میں نے 15 ہزار کی رقم لے کر طلاق دے دی۔ پھر جب مجھے پتہ چلا کہ امینہ بی بی اپنے سابق شوہر جان محمد کے ساتھ ساکران میں واقع چغرنی بابا کے مزار پر ملنے جا رہی ہے تو میں نے اس کا پیچھا کیا اور دونوں کو روک کر چھریوں کے پے در پے وار کر کے امینہ اور اس کے سابق شوہر جان محمد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور یہ کہا کہ جب وہ میری نہیں ہوئی تو جان محمد کی بھی نہیں ہو سکتی۔ جعلی عامل عامر بابا نے انکشاف کیا کہ دونوں کی لاشیں اندھے کنویں میں پھینک دی تھیں اور مجھے لاشیں پھینکتے ہوئے مزار کے متولی تاج محمد نے دیکھ لیا تھا اور میں وہاں سے مفرور ہو گیا تھا۔ جب دونوں میاں بیوی کی لاشوں کے ڈھانچے کنویں سے ملے تو مجھے گرفتار کر لیا گیا۔

یہ واقعہ اور اس سے ملتے جلتے بے شمار واقعات ہمارے معاشرے میں بکھرے پڑے ہیں۔ جعلی عاملوں نے گھروں کے گھر برباد کر دیے ہیں ان واقعات کو سرسری نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ ان سے سبق حاصل کرتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کے متعلق آگاہی دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور شریعت مطہرہ کے احکامات کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو گزارنے اور سنوارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

باپ کے مزاج کا بچے پر اثر

ہر باپ کے لیے یہ بات بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کا جو مزاج اور رویہ گھر میں ہوگا اس کا اثر کسی نہ کسی حوالے سے ضرورت بچے کی شخصیت پر پڑے گا بچہ چونکہ گھر کے اندر ماں اور باپ کی مشترکہ توجہ سے اپنی نشو ونما کے مراحل طے کرتا ہے اس لیے باپ کا مزاج اگر غصیلا ہوگا اور اس کو چیخ چیخ کر بولنے کی عادت پڑی ہوگی تو رفتہ رفتہ بچے کے مزاج میں بھی چڑچڑا پن پیدا ہوسکتا ہے۔جس کے باعث اکثر دیکھا گیا ہے کہ بچہ ضدی' ڈرپوک اور بزدل مزاج والا ہو جاتا ہے اس طرح کے اثرات اس کی پرورش کے ساتھ ساتھ اس میں پروان چڑھتے رہتے ہیں جو یقیناً بچے کی شخصیت کے لیے اچھی بات نہیں ہے۔ہر باپ اس بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ اس کا بچہ خوش اخلاق' دلیر' چست اور بہادری کے جذبات رکھنے والا ہو اگر بچے کی نشو ونما و پرورش ایسے ماحول میں ہوئی ہوگی کہ جہاں باپ گھر میں آتے ہی معمولی معمولی باتوں پر غضبناک ہو جاتا ہو ہر وقت غصہ اس کی ناک پر دھرا رہتا ہو تو بچے کے مزاج میں خوش اخلاقی اور پیار محبت کے جذبات کیسے پیدا ہوں گے لہٰذا ہر باپ کو یہ سوچنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچے میں اچھے اخلاق اوصاف دیکھنا چاہتا ہے تو اسے اپنے مزاج کو بھی خوش خلقی کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا اسے اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار رکھنا ہوگا تبھی وہ توقع کر سکتا ہے کہ اس کا بچہ بھی اچھے اوصاف کا حامل ہوگا۔بعض لوگ اپنے شیر خوار بچے کے ضد کرنے اور زیادہ دیر تک روتے رہنے کے باعث برہم ہو جاتے ہیں اور چیخ چیخ کر اسے چپ کرانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ان کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ اتنی چھوٹی عمر میں بچہ ان کی غضبناکی اور چیخنے سے سہم تو سکتا ہے رونا بند نہیں کر سکتا۔ہر باپ کو بچے پر برہم ہونے اور غصہ کرنے سے پہلے اپنے آپ کو بچے کی جگہ پر رکھ کر سوچنا چاہیے۔

آیئے ہم صرف ایک لمحے کے لیے یہ فرض کر لیں آپ صرف کوئی بیس انچ کے

ہیں اور آپ کا وزن گوشت کے ایک لوتھڑے سے زیادہ نہیں ہے۔آپ بات نہیں کر سکتے۔ اس لیے آپ دوسروں کو یہ نہیں بتا سکتے کہ آپ کو کیا چاہیے اور آپ کیا محسوس کر رہے ہیں۔ آپ کو کسی کا انتظار کرنا پڑتا ہے کہ وہ آ کر آپ کے منہ میں غذا دے' اُس پن کو ہٹائے جو آپ کے چبھ رہا ہے' اور آپ کا گیلا پوتڑا بدل کر آپ کو آرام پہنچائے' اگر آپ اُکتا رہے ہوں یا اکیلے ہوں تو آپ کتاب نہیں پڑھ سکتے ہیں جا نہیں سکتے یا کسی دوست کو اپنے گھر نہیں بلا سکتے' آپ جہاں ہیں وہیں پڑے رہنے پر اور اس وقت تک روتے رہنے پر مجبور ہیں جب تک کوئی آ کر نہ دیکھے کہ آپ کو کیا تکلیف ہے۔

اپنی بے بسی میں آپ دو ایسی شخصیات کے قطعاً محتاج ہیں جو آپ سے بہت بڑے ہیں۔جب آپ کے رونے پر وہ جلدی سے آ کر آپ کو آرام پہنچاتے ہیں تو آپ کو اچھا لگتا ہے۔لیکن اگر وہ آپ کی پریشانی کو دور کرنے میں دیر کرتے ہیں' تو آپ کو ڈر لگنے لگتا ہے۔آپ کو یہ کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ زبردست ہستیاں جو آپ کی زندگی کی نگران ہیں آپ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی نہیں گئیں؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ انہیں دوبارہ دیکھ بھی سکیں گے یا نہیں؟ آپ کو تو صرف یہ معلوم ہے کہ آپ بھوکے ہیں' ڈر رہے ہیں اور ایک انجانی دنیا میں اکیلے ہیں' اور کوئی پرواہ نہیں کرتا۔

کبھی آپ نے بھی یہ سب کچھ محسوس کیا تھا۔اب اس بات کو اتنا عرصہ ہو گیا ہے کہ آپ کا شعور ان سب باتوں کو بھول چکا ہے۔اپنی زندگی کے پہلے سال میں آپ کا بچہ بھی اسی طرح سوچتا ہے۔اس بات سے اس کے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کسی کوٹھی میں لیٹا ہوا ہے یا کٹیا میں' جس چیز کا اس پر اثر پڑتا ہے......اور بہت زیادہ اثر پڑتا ہے......وہ جذباتی ماحول ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے۔محبت اور حفاظت کے ماحول اور بے پروائی کے ماحول میں جو فرق ہوتا ہے اس کا احساس اسے بہت ہوتا ہے۔اس کے ماں اور باپ دونوں گھر کا ماحول پیدا کرتے ہیں بچے کے ماحول کو خوشگوار یا ناخوشگوار بنانے کی ذمہ داری میں دونوں شریک ہوتے ہیں۔

جب باپ کے مزاج سے چڑچڑا پن ظاہر ہوتا ہے تو نوزائیدہ بچے کو جلدی یہ احساس ہو جاتا ہے کہ یہ دنیا کچھ زیادہ مہربان نہیں ہے بے مہری کا ماحول ناپسندیدہ جذبات کے جڑ پکڑنے کے لیے بڑی شاداب زمین ثابت ہوتا ہے۔ یہ جذبات ہیں افسردگی' عداوت' ناراضی اور خواہش انتقام یہی وہ ناپسندیدہ جذبات ہیں جنہیں بڑوں نے خود ناموافق ماحول میں پروان چڑھ کر دنیا میں پھیلا رکھا ہے اور جن کی وجہ سے دنیا ناخوش اور بدحال ہے۔

بچے کے لیے باپ کی اہمیت

بچے کے لیے گھر اور اس کے باہر کی دنیا کے درمیان باپ ہی سب سے ضروری کڑی ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے باپ بچے کی مدد کر سکتا ہے کہ دنیا کے مختلف رخوں کو محسوس طور پر یکجا کر دے۔ اس عمل میں باپ بچے کو ان اقدار کے حاصل کرنے میں مدد دے سکتا ہے جن سے بچے کا آئندہ تعلق دنیا سے متعین ہوتا ہے۔

باپ کی روزمرہ کی مصروفیات بھی مثلاً دفتر یا دکان جانا' کام کے سلسلے میں مختلف مقامات کو جانا' ہر قسم کے لوگوں سے ملنا جلنا' الیکشن میں ووٹ دینا' کمسن بچوں کو بڑے کارنامے دکھائی دیتے ہیں۔

ابتداء میں باپ دنیا کو جیسا کچھ بھی پیش کرے گا' بچے بے چون وچرا اسے قبول کرلیں گے۔ باپ ان کے لیے ایک سورما ہوتا ہے جو روزانہ صبح کو ایک نامعلوم دنیا میں جاتا ہے اور جب واپس آتا ہے تو جو کچھ اس نے دیکھا اور کیا اس کے عجیب عجیب قصے سُناتا ہے اس کا اعلیٰ ترجمہ اور معلومات بچوں کی نظروں میں اُسے نہایت قابل اور ہر بات کو جاننے والا بنا دیتی ہے۔

اگر باپ زیادہ ٹیکسوں کی شکایت کرتا ہے تو بچے کے نزدیک ہر قسم کے ٹیکس ضرور کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جن کی شکایت بجا ہے باپ کی رائے الیکشن کے بارے میں اقلیتوں

کے باب میں' یا ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کے متعلق' یا مثلاً ہمارے اسکولوں میں کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔ غیر قومیں کیسی ہیں' ان سب معاملات میں کچھ عرصے کے لیے تو جو کچھ باپ کہے گا اُسے بچہ جوں کا توں قبول کرلے گا' چاہے بچہ ان باتوں کو سمجھتا بھی نہ ہو۔ کم سے کم کچھ عرصہ کے لیے تو بچے کو خیال بھی نہیں آئے گا کہ اس میں شبہ کی گنجائش ہے...... یا ان باتوں کے متعلق کوئی اور رائے بھی ہو سکتی ہے۔

آگے چل کر جب بچہ اسکول میں داخل ہوتا ہے اور اپنے طور پر بیرونی دنیا کے طلسم پر غور کرنا شروع کرتا ہے تو باپ کا قد وقامت اس کی نظروں میں کچھ کم ہو جاتا ہے۔ کچھ معلومات جو صرف باپ کے لیے مخصوص تھی اب بچہ بھی اس میں اپنے طور پر شریک ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور دانا اور بینا شخص اب سامنے آجاتا ہے یعنی معلم' عام طور سے استاد جو کچھ کہتا اور کرتا ہے وہ ان معیاروں کے مطابق ہی ہوتا ہے جنہیں بچے نے باپ سے اخذ کیا ہوتا ہے لیکن بعض دفعہ انداز نظر میں اختلاف ہوتا ہے اور چاہے بچہ باپ کی رائے کو صحیح سمجھے پھر بھی چونکہ اس میں اور باقی دنیا کی رائے میں فرق ہوتا ہے۔ اس لیے بچے پر اس فرق کے دیرپا اثرات ہوتے ہیں۔

بچے کی اپنی سوچ کا دائرہ اور باپ کی ذمہ داری

بچہ بڑا ہو کر والدین کی دنیا میں نہیں رہتا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھنا سیکھتا ہے تو اس کی خود اعتمادی میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے جس سے اُسے آگے چل کر سابقہ پڑنے والا ہوتا ہے۔

بچے کے دوستوں کی ٹولی اس کے لیے ایک تجرباتی معاشرے کا کام دیتی ہے جس میں بڑوں کی مداخلت سے آزاد ہو کر وہ اور اس کے دوست تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں تجربات کا موازنہ کر سکتے ہیں' اپنے احساسات کا تجزیہ کر سکتے ہیں اور اپنے معیاروں کی

چھٹائی کر کے انہیں دوبارہ مرتب کر سکتے ہیں۔

جیسے جیسے بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے' باپ اور استادوں سے اس کی اندھی عقیدت میں اس کی بڑھتی ہوئی قابلیت تنقیدی صلاحیت اور خود فیصلے کرنے کی مقدرت شامل ہوتی جاتی ہے اس میں بیشتر قابلیت وہ اپنے دوستوں کے تعلق سے حاصل کرتا ہے اور یہ ضروری ہے کہ جب بچے کے ہم عمروں کا اثر بچے پر زیادہ پڑ رہا ہو تو باپ اس کے دوستوں کی ٹولی سے اختلاف کرنے سے باز رہے...... بشرطیکہ بنیادی اخلاقی معاملات زد میں نہ آتے ہوں۔

مثال کے طور پر سعید ایسے لڑکوں میں پڑ جائے جو خطرناک اور خلافِ معاشرہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہوں تو اس اثر کو زائل کرنے میں باپ بالکل حق بجانب ہوگا لیکن اگر باپ اس قسم کے اعتراضات کرے کہ ان کے کپڑے بے ڈھنگے ہوتے ہیں' ان سب کے بال عجیب طرح کے کٹے ہوتے ہیں یا یہ کہے کہ وہ ہمارے معیار کے مطابق نہیں ہیں ان کے والدین مالی حیثیت میں بہت کمزور ہیں وغیرہ وغیرہ تو باپ بچے کی نشوونما کے ایک اہم حصے میں بے جا مداخلت کا مرتکب ہوگا۔

والدین اکثر اس بات سے پریشان ہو جاتے ہیں کہ بچہ جب سن بلوغ کو پہنچتا ہے تو اس کے خیالات میں زمین آسمان کا فرق آ جاتا ہے۔ پہلے تو وہ یہ سوچنے لگتا ہے کہ میرے ماں باپ سب کچھ جانتے' اس کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ وہ تو کچھ بھی نہیں جانتے۔

سن بلوغ کو ایسا دور بتایا گیا ہے جس میں بچے یہ سمجھتے ہیں کہ "ہم ماں باپ سے زیادہ پختہ کار ہیں۔"

وہ رجحانات جنہوں نے بچے کی ابتدائی نشوونما میں رہنمائی کی وہی ضرور ان نئی قدروں کی بنیاد بنتے ہیں جنہیں بچہ اپنے طور پر تعمیر کرتا ہے۔

وہ غلطیاں بھی کرے گا لیکن نئے نئے خیالات سے دوچار ہونے پر غلطیاں اور ناکامیاں ناگزیر ہوتی ہیں۔ وہ نوعمر جسے بار بار آگاہ کیا جاتا ہو کہ دیکھو تم ضرور آگے چل کر

غلطی کرو گے یا جسے پہلے کی غلطیوں کا طعنہ دیا جاتا ہو' وہ خود فیصلے کرنے سے ڈرنے لگتا ہے اور نئے تجربے کرنے سے جھجکتا ہے۔ باپ جسے بیرونی دنیا کا وسیع تجربہ ہوتا ہے' بچے کو یہ سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے کہ ہمیشہ کوئی بھی کامیاب نہیں ہوتا اور نا اُمیدی اور مایوسی ہر شخص کی زندگی میں آتی ہے۔

بچے کو باپ اس کا بھی یقین دلا سکتا ہے کہ کامیابی اور ناکامی کی بنیاد پر محبت دینے نہ دینے کا دارومدار نہیں ہوگا۔ بچے کو اطمینان حاصل ہونا چاہیے کہ میں چاہے حساب میں فیل ہو جاؤں' چاہے اچھا کھلاڑی نہ بنوں اور چاہے اپنے کام میں بہت کامیاب نہ رہوں' تب بھی مجھ سے محبت کی جائے گی اور میرا باپ مجھ سے نفرت کرنے کی بجائے میری ہمت بندھائے گا۔

سوتیلی اولاد کا بھی خیال رکھیں

اگر کسی مسلمان نے ایسی بیوہ خاتون سے شادی کر لی ہو جس کے پہلے خاوند سے بچے ہوں بچے چھوٹے بھی ہوں اور ان کی کفالت کرنا ماں اپنی ذمہ داری محسوس کرتی ہو تو اس معاملے میں اپنی بیوی کا ساتھ دیں اور اپنی سوتیلی اولاد سے حسن سلوک سے پیش آئیں ان کی تمام ضروریات کا خیال بالکل اسی طرح رکھیں جس طرح اپنی سگی اولاد کا کیا جاتا ہے۔ بچوں کو احساس کمتری میں مبتلا نہ ہونے دیں اپنا رویہ ہرگز ایسا نہ رکھیں کہ جس سے یہ بچے اپنے آپ کو آپ پر بوجھ سمجھنے لگیں اور ان کی خوشیاں مایوسیوں میں بدلنا شروع ہو جائیں۔ آپ کا اچھا برتاؤ ان کو زندگی کی خوشیاں و مسرتیں اور زندگی کے میدان میں آگے بڑھنے کے لیے حوصلے اور توانائی فراہم کرے گا اور اس کا اجر اللہ رب العزت ضرور آپ کو عطا فرمائے گا زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کے لیے حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ ہم سب کے لیے بہترین مشعل راہ ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی گوشہ اخلاق و معاملات کے بارے میں ایسا نہیں رکھا کہ جس کے بارے میں اُمت مسلمہ کو آگاہی نہ ملتی

ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کچھ بتایا اور کر کے دکھایا تا کہ امت کی تعلیم قول سے بھی ہو اور عملی طور پر بھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سراپا تعلیم وتربیت ہے۔ سوتیلی اولاد سے حسن سلوک کرنے کے بارے میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے تعلیم ملتی ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ان مبارک ہستیوں میں ہیں' جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا' ان کا نام ہند تھا' ام سلمہ (یعنی سلمہ کی ماں) کنیت ہے' ان کے پہلے شوہر عبداللہ بن عبدالاسدؓ بھی اسلام قبول کرنے میں سابقین اولین میں سے تھے' سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ گیارہویں مسلمان تھے' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توحید والی دعوت سے مکہ کے مشرکین بہت برگشتہ تھے' اور جو شخص اسلام قبول کر لیتا تھا اسے بہت سی تکلیفیں پہنچاتے تھے۔

اسی لئے بہت سے صحابہ حبشہ چلے گئے تھے یہ اسلام میں سب سے پہلی ہجرت تھی' اس سفر ہجرت میں مرد اور عورتیں سبھی تھے' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ اور ان کے شوہر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلمہؓ اور ان کے شوہر ابو سلمہؓ بھی اس ہجرت میں شریک تھے ابو سلمہؓ کا نام عبداللہ بن عبدالاسد تھا' جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے' حبشہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سلمہ رکھا گیا' اسی کے نام سے باپ کی کنیت ابو سلمے اور ماں کی کنیت ام سلمہ ہو گئی' کچھ دنوں کے بعد حبشہ سے دونوں حضرات مکہ معظمہ واپس آ گئے' پھر پہلے ابو سلمہؓ نے اور ان کے ایک سال کے بعد حضرت ام سلمہؓ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی مدینہ منورہ میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں' لڑکے کا نام عمرؓ اور لڑکی کا نام درہؓ اور دوسری لڑکی کا نام زینبؓ رکھا گیا۔

حضرت ابو سلمہؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے' غزوۂ احد میں ان کے ایک زخم آ گیا' جو بظاہر اچھا ہو گیا تھا' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک دستہ کا امیر بنا کر بھیج دیا' واپس آئے تو وہ زخم ہرا ہو گیا' اور اسی کے اثر سے جمادی الثانیہ 4 ہجری

میں وفات پائی' جب حضرت ام سلمہؓ کی عدت ختم ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرما لیا'

نکاح کے بعد جب حضرت ام سلمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر آئیں تو اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ آ گئیں' جیسا کہ پہلے شوہر کی چھوٹی اولاد اپنی والدہ کے ساتھ آ جایا کرتی ہے' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بچوں کی طرح ان کے بچوں کی بھی پرورش فرمائی اور ان کی تعلیم وتربیت کا خاص خیال رکھا۔

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی حاصل کر کے دنیا وآخرت کی کامیابیاں سمیٹے۔

اولاد کی خوشیوں کا گلا نہ گھونٹیے

اپنی خوشی کی خاطر اپنے بچوں کی خوشیوں کا گلا نہ گھونٹیے اس حوالے سے روزنامہ ''جناح'' میں شاہین عتیق کی تحریر ہمارے معاشرے کی صحیح عکاسی کرتی ہے ہر مسلمان باپ کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور اگر کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو نہائیت سوچ سمجھ کر اور اپنے بچوں کی خوشیوں کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے آپ کا کوئی بھی غلط فیصلہ آپ کو پچھتاوے کا روگ لگا سکتا ہے۔

ماں باپ میں کسی ایک کا سایہ سر سے اٹھ جائے تو بچے کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ باپ کے مرنے کے بعد ماں کم از کم بچوں کو لے کر تو بیٹھ جاتی ہے لیکن باپ کے بارے میں یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ وہ بیوی کے مرنے کے بعد بچوں کو لے کر ساری زندگی تنہا ان کے ساتھ گزار دے۔ وہ گھر میں بیٹھ کر ان کی نگرانی نہیں کر سکتا۔ دفتر جاتا ہے تو بچے کس کے پاس رہیں یہ سوال اس کو دوسری شادی پر مجبور کر دیتا ہے۔

مریم چھوٹی سی تھی جب اس کی ماں مرگئی۔ باپ کھاتا پیتا آدمی تھا لمبی چوڑی

جائیداد بھی تھی اس نے پہلی بیوی کی وفات کے ایک سال بعد ہی دوسری شادی کر لی۔ دوسری شادی یہ کہہ کر کی گئی تھی کہ بچی کی دیکھ بھال کے لیے ایک ایسی عورت کا ہونا ضروری ہے جو معصوم لڑکی کو ماں کا پیار بھی دے سکے اور گھر بار بھی سنبھال لے۔دوسری بیوی نے گھر بار تو سنبھال لیا لیکن ننھی سی مریم کو ماں کا پیار تو نہ مل سکا اور باپ کی شفقت سے بھی محروم ہوگئی۔سوتیلی ماں نے گھر میں آ کر ایسا چکر چلایا کہ باپ نے بھی مریم کی طرف توجہ دینا کم کر دی۔باپ گھر میں آتا تو وہ بھاگ کر باپ کے پاس جانے لگتی تو سوتیلی ماں اس کو پانی لانے کا کہہ کر اس کو باپ کے پاس جانے سے روک دیتی گھر کے کام کاج کرتے کرتے وہ جوان ہوگئی۔اس کی جوانی جس کرب اور اذیت میں گزر رہی ہے اور وہ غم کی جس شدت سے دوچار ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ سوتیلی ماں اسے گھر میں رکھنے کے لیے تیار نہیں اور باپ اس کی شادی کرنے پر رضامند نہیں ہوتا کہ بیٹی کو وہ پڑھا نہیں سکا دوسرے گھر جا کر کیا کرے گی اس نے تو اس کی زندگی دوسری شادی کر کے برباد کر دی اب مزید نہیں کر سکتا جبکہ مریم چاہتی ہے دکھوں کی اس زندگی سے نجات حاصل کرنے کے لیے یا تو زہر پھانک لے یا گھر چھوڑ کر چلی جائے لیکن رسوائی اور دوزخ کا عذاب اسے اس اقدام سے باز رکھے ہوئے ہے۔آج کشمکش کی زندگی سے تنگ آ کر اس نے معاشرے کی دردمند ماؤں اور شفیق باپوں سے پوچھا ہے۔"وہ میری ماں ہے لیکن ستم ڈھاتی ہے' وہ میرا باپ ہے لیکن میری خبر نہیں لیتا اب بتائیں میں کیا کروں؟" یہ سوال آج ایک لڑکی کی زبان پر ہی نہیں معاشرے میں اور انہی عیال دار لوگوں کے درمیان ایسے ہزاروں مظلوم افراد موجود ہے جو برسہا برس سے یہ زہر پی رہے ہیں اور تڑپ تڑپ کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ان میں سے ایک تعداد وہ ہے جو سوتیلے باپ کے مظالم کا شکار ہے اور کچھ وہ ہیں جنہیں سوتیلی ماں کے غضب کا شکار بننا پڑتا ہے۔ان میں لڑکیاں بھی ہیں اور لڑکے بھی' بچے بھی ہیں اور جوان بھی۔ان سب کا روگ ایک ہی ہے بعض اوقات نوجوان لڑکیاں بھی اس دکھ کے ہاتھوں گھر سے نکلنے پر مجبور ہوئی ہیں۔شہر کے مختلف سماجی اداروں نے اس ضمن میں جو سروے کیا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ 40 فیصد بچے محض سوتیلے والدین کے سلوک سے تنگ آ کر گھروں

سے بھاگتے ہیں ان میں سے 30 فیصد بچوں پر سوتیلے والدین کا خوف اتنا غالب ہوتا ہے کہ وہ سمجھانے بجھانے کے باوجود گھروں کو واپس جانے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

لاہور سیشن کورٹ میں چند ماہ قبل لاہور کے ایک سماجی ادارے کی طرف سے ایک بچہ لایا گیا جو اندرون شہر سے بھاگ کر آیا تھا اور ریلوے سٹیشن پر آوارہ گھوم رہا تھا۔ اسے جب واپس جانے کے لیے کہا گیا تو اس نے بے اختیار رونا شروع کر دیا۔اس نے وکلاء کے سامنے ہاتھ جھوڑتے ہوئے کہا خدا کے لیے مجھے اپنے پاس ملازم رکھ لیں میرا سوتیلا باپ بہت ظالم ہے۔ایسے بہت سے لڑکے ہیں جو گھروں سے سوتیلے والدین کے ظلم وستم سے تنگ آ کر گھر چھوڑ دیتے ہیں' گھر میں رہتے ہیں تو سوتیلی والدہ ان سے گھر کا کام کراتی ہے۔ان کو نوکر بنا کر رکھتی ہے۔گھر سے بھاگتے وقت وہ سوچتے ہیں اگر گھر میں ہی نوکر بن کر یا نوکرانی بن کر رہنا ہے تو پھر باہر کیوں نہ نکل جائیں کیوں نہ کسی جگہ نوکری کر لیں۔وہاں تو کم از کم کسی کا خوف نہیں ہوگا۔ایک سروے رپورٹ میں بتایا گیا کہ ایسے بچوں کا مستقبل بہت مخدوش ہے۔وہ پیٹ بھرنے کے لیے چھوٹی نوکریاں کرتے ہیں اور یہ بچے بعض اوقات جرائم پیشہ لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں اور بڑے ہو کر خطرناک مجرم بن جاتے ہیں۔ان میں سے بعض آوارگی میں اپنی عمر تباہ کر دیتے ہیں۔لڑکیوں کا مسئلہ اور بھی زیادہ تشویشناک ہے اگرچہ ان لڑکیوں کی اکثریت اس غم کی خوگر اور زندگی بھر اسی میں جلتی رہتی ہے لیکن ان کی حیثیت معاشرے کے سینے پر بوجھ کی سی ہوتی ہے۔پہلے تو سوتیلی والدہ ان کی شادی ہونے نہیں دیتی اور اگر ان کی شادی ہو جائے تو ایسے گھرانے میں کرتی ہے کہ کہیں وہ کسی اچھے گھرانے میں جا کر اس سے بڑی نہ بن جائے لہٰذا بغیر تصدیق کیے ان کی شادی کر دی جاتی ہے۔والدین کے ہاتھوں اپنے زخموں کو بھول بھی نہیں پاتی کہ سسرال جا کر خاوند اور نندوں کے ظلم وستم اٹھانے لگتی ہیں۔وہ جانتی ہے کہ اگر والدین زندہ ہوتے یا والد سوتیلی والدہ کے ہاتھوں میں نہ کھیلتا تو آج اس کو یہ دن نہ دیکھنے پڑتے وہ سسرال سے واپس گھر جاتی ہے تو سوتیلی والدہ اس کو قبول نہیں کرے گی خاوند اس کو گھر سے نکال دیتا ہے تو پھر اسے ایسے راستے کا انتخاب کرنا پڑ جاتا ہے جہاں سے واپسی مشکل ہو جاتی ہے اور دنیا

بھر کی رسوائی اور بے راہ روی اپنے پلو میں باندھ لیتی ہے۔

سوتیلے والدین کے ظلم کے ستائے بچے

بعض اوقات سوتیلے والدین کے ظلم وستم سے تنگ آئے ہوئے لڑکے اور لڑکیاں کوئی غلط قدم اٹھانے اور ہمیشہ کے لیے گناہوں کے اندھے غاروں میں بھٹکنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ لاہور کی فلم انڈسٹری میں بھی بعض ایسی خواتین بھاگ کر آئیں جن کو سوتیلے والدین نے انہیں گھر چھوڑنے پر مجبور کر دیا لیکن ان کو عدالتوں کی وساطت سے دارالامان بھجوا دیا گیا۔ ان میں سے ایک لڑکی کی ماں سوتیلی ہے اور دو لڑکیوں کے باپ سوتیلے تھے۔ سوتیلی ماں ظلم کرتی تھی تو باپ چپ رہتا تھا۔ سوتیلا باپ تنگ کرتا تھا تو ماں کچھ نہیں کہتی تھی۔ عصمت فروشی کے آرڈیننس کے نفاذ کے بعد جب لاہور کے ایک بازار کو خالی کرایا گیا اور عورتوں کے کوائف معلوم کیے گئے تو ایک لڑکی کے خاندان کا پتا معلوم ہوا کہ وہ کہاں کی رہنے والی ہے۔ اس کو گھر واپس جانے کے لیے زور دیا گیا تو وہ بڑی افسردگی سے بولی اگر گھر میں میرے لئے جگہ ہوتی تو میں گناہ کی اس بستی کی خاک کیوں چھانتی۔ اس لڑکی کی ماں سوتیلی تھی باپ بوڑھا تھا بیوی کے سامنے دم نہیں مار سکتا تھا اور اس کی ہر بات ماننے پر مجبور تھا۔ سوتیلی ماں نے اس کا یہ فائدہ اٹھایا اور بیٹی کے خلاف شوہر کے کان بھرنے شروع کر دیئے' ایک روز اس پر جھوٹا الزام لگا کر اسے گھر سے نکلوا دیا۔ سنگدل باپ نے یہ بھی نہ سوچا جوان لڑکی کہاں جائے گی اور کس در پر پناہ حاصل کرے گی۔ اس نے یہ بھی نہ سوچا جوان لڑکیوں کو جب والدین دھتکار دیں تو وہ عصمت کے بیوپاریوں کا سہارا لیتی ہیں چنانچہ آج وہ یہاں بیٹھی ہے اور باپ کی عزت کا تماشہ دیکھتی ہے۔

اگرچہ ہمارے معاشرے کا محدود مسئلہ ہے لیکن اس نے ہماری عاقبت نا اندیشی' بے پروائی اور غلط سوچ کی بدولت ایسی سنگین صورت اختیار کر لی ہے جس نے سینکڑوں گھرانوں کی خوشیاں اور بے شمار نوجوانوں کی خواہشیں پامال کر دی ہیں۔ ہزاروں نوجوان

ایسے ہیں جو اپنا مستقبل تاریک سمجھتے ہیں' ہزاروں لڑکیاں ایسی ہیں جن کی جوانیاں اندر ہی اندر راکھ ہوگئی ہیں۔ انہیں والدین کا پیار حاصل نہیں' ان کی شادی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی' انہیں اولاد کی طرح چاہا نہیں جاتا' ان کی قسمت میں سوچیں ہیں' دکھ ہیں' نفرت ہے اور محرومیاں ہیں۔

سگا باپ سوتیلی ماں

وہ تین بہنیں ہیں...... وہ ابھی سن شعور کو بھی نہیں پہنچی تھیں کہ دردمند ماں انہیں روتا بلکتا چھوڑ کر اللہ کو پیاری ہوگئی۔ باپ کے پاس روپے پیسے کی فراوانی تو تھی ہی اس نے پہلی بیوی کا کفن میلا ہونے کا انتظار بھی نہ کیا اور جھٹ سے دوسری شادی کر لی۔ سوتیلی ماں سے گھر میں تین پرائی لڑکیوں کا وجود برداشت نہ ہوسکا اور اس نے آتے ہی ان پر ظلم وستم ڈھانا شروع کر دیا۔ بے زبان لڑکیاں کچھ روز تو ہتک آمیز سلوک برداشت کرتی رہیں آخر ایک روز باپ کے سامنے شکایت کر بیٹھیں۔ ان کا خیال تھا کہ شکایت سن کر باپ کی شفقت جوش میں آ جائے گی اور انہیں ظلم سے نجات مل جائے گی لیکن جب باپ نے سنا تو الٹا انہیں برا بھلا کہنا شروع کر دیا تو وہ اپنی بے بسی پر دم بخود ہوگئیں۔ اس کے بعد تو سوتیلی ماں کا سلوک اور بھی برا ہوگیا۔ وہ ان سے گھر کا سارا کام لیتی' جھاڑ پونچھ' چولہا چکی اور برتن صاف کراتی اور جب وہ تھک کر چور ہوجاتیں تو ان کے آگے نوکروں کی طرح روٹی کے بچے ٹکڑے پھینک دیئے جاتے اسی گھر میں جہاں ان کے سوتیلے بھائی بہن ٹھاٹھ کی زندگی بسر کرتے ہیں وہ ملازموں کی طرح رہنے پر مجبور ہیں۔ باپ کی جائیداد پر سوتیلی ماں کے عزیز واقارب کا قبضہ ہے۔ کاروبار بھی انہی کے ہاتھوں میں ہے۔ گھر کے اندر سوتیلے بہن بھائی دندناتے پھرتے ہیں اور یہ بن ماں کی تین بدنصیب بہنیں سب کچھ دیکھتی ہیں اور چپ رہتی ہیں سب کچھ سنتی ہیں اور کچھ نہیں کہتیں۔ ان کا حال بھی ابتر ہے' مستقبل بھی تاریک ہے اور اگر یہ صورتحال بدستور رہی تو شاید معاشرے کی ایک المیہ داستان بن کر رہ جائیں۔ تینوں

بہنیں حالات کے ستم سے اس حد تک بے بس ہو چکی ہیں اب ان کے دل میں کوئی خواہش بھی باقی نہیں رہی۔ انہیں نہ جینے کی خواہش ہے اور نہ ہی مرنے کی حسرت البتہ وہ آج بھی چاہتی ہیں کہ باپ ان سے ہمدردی کے چند بول کہہ سن لیا کرے۔

بچوں کا احساس محرومی

میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کے نتیجہ میں اپنی ماں یا باپ کے پاس رہنے والے بچوں کی اکثریت احساس محرومی کا شکار ہو کر منفی سوچوں میں مبتلا ہو جاتی ہے اور ایسے بچے ہر لحہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ والدین نے اپنی جھوٹی انا پر قربان کیا ہے اور انہیں تنہا چھوڑ دیا ہے اس بارے میں حتمی اعداد وشمار تو موجود نہیں لیکن عام تاثر یہ ہے طلاقوں اور علیحدگی کے نتیجہ میں تنہا رہ جانے والے ایک سے پندرہ سال کی عمر کے بچوں کی تعداد 40 سے 50 ہزار کے درمیان ہے۔ ان سے زائد عمر کے بچوں نے کسی نہ کسی رنگ میں خود کو معاشرے میں کھپا لیا ہے اور بظاہر زندہ اور بشاش لوگوں میں شامل ہیں۔ بچوں والے والدین علیحدگی اختیار کر کے اور دوسری شادیاں کر کے کیوں بچوں کے مستقبل کو برباد کرتے ہیں جبکہ یہ حقیقت ہے کہ سوتیلا باپ یا سوتیلی ماں بچوں کو اس وقت تک پیار کرتی ہے جب تک اس کے سامنے اپنے بچے نہیں آ جاتے اور جب وہ اپنے بچوں کو دیکھتے ہیں تو سوتیلے بچوں پر وہ توجہ نہیں رہتی جو دینی چاہیے۔ بہت کم والدین ہوں گے جو دونوں بچوں پر توجہ دیتے ہوں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے سوتیلے بچوں میں احساس محرومی پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ وہ سوچتا ہے اگر اس کی ماں یا باپ زندہ ہوتے تو وہ ان کے ساتھ ایک بیڈ پر سوتے' ان سے اسی طرح پیار حاصل کرتے جس طرح وہ اپنے بچے سے کر رہے ہیں۔

ماں باپ کے جھگڑے میں بچوں کا نقصان

18 سالہ کلثوم بھی ابھی چھوٹی تھی باپ نے ماں کو طلاق دے دی اور دوسری

شادی کر لی۔ عدالت کی وساطت سے اس نے ماں سے بچی لے لی اور خود دوسری شادی کر لی۔ شادی کے بعد سوتیلی ماں نے اسے ساتھ رکھنا مناسب نہ سمجھا اور خاوند کو لے کر بیرون ملک چلی گئی جبکہ کلثوم کو رشتے داروں کے پاس چھوڑ دیا۔ پھوپھی نے اس کو پالا ضرور مگر ایسے جیسے لونڈیوں اور کنیزوں کو گھر میں رکھتے ہیں۔ ہمارے اردگرد ہمارے درمیان اور ہمارے سامنے موجود مطلقہ والدین کے بچے بظاہر اس دھرتی کے عام بچوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں' کھاتے ہیں' پیتے ہیں' بولتے ہیں اور زندگی کے معمولات میں ایسے ہی حصہ لیتے ہیں جیسے وہ بچے جن کی خوشیوں میں ان کے ماں باپ برابر کے شریک ہیں۔ وہ عوامی سوٹ پہنتے ہیں' جینز جیکٹ زیب تن کرتے ہیں' موٹر سائیکل دوڑاتے ہیں درحقیقت وہ دوسروں سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان کے رویے میں عجیب سی اکتاہٹ' اداسی' پریشانی کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ ان کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے واقف حال لوگ کبھی ہمدردی اور کبھی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سکول جانے والے ایسے بچے اپنے ساتھیوں کے سامنے مذاق اور تضحیک کا نشانہ بنتے ہیں۔ لوگوں سے ماں باپ کے بارے میں مختلف آراء سن کر بعض اوقات وہ دلبرداشتہ اور خود کو مظلوم اور بے سہارا سمجھ کر گوشہ تنہائی اختیار کر لیتے ہیں۔ ذہنی پسماندہ بچوں کی معالجہ ایک خاتون کا کہنا ہے صرف ماں یا صرف باپ کے زیر سایہ پرورش پانے والے بچے دوعملی اور دورخی کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ اس لئے کہ سن شعور کو پہنچنے کے بعد وہ کبھی ماں کو ظالم سمجھتے ہیں اور کبھی باپ کو سنگدل گردانتے ہیں اور ان کی سوچ فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ دماغی معالج کے بقول ذہنی امراض میں مبتلا 80 فیصد بچوں کی بیماری کا سبب والدین کی ناانصافی' گھریلو جھگڑے' طلاق اور علیحدگی بنتی ہیں۔ طلاق اور بچوں کی وراثت کا مسئلہ بظاہر معمولی نظر آتا ہے لیکن اگر اس کا عملی طور پر جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے اس مسئلہ نے معاشرے میں کئی اخلاقی سماجی اور اقتصادی پریشانیوں کو جنم دیا ہے۔ علیحدہ ہو جانے والے والدین کے بچوں کا مستقبل حالات کے رحم وکرم پر ہوتا ہے اور اگر ہم سنجیدگی سے غور کریں تو یہ مسئلہ معالجوں' نفسیات دانوں' استادوں اور قانون دانوں کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک فیملی جج کے بقول میرے لئے وہ منظر بہت

تکلیف دہ ہوتا ہے جب میں انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی بچے کو والد سے چھین کر ماں کے حوالے کرتا ہوں یا ماں کو حکم دیتا ہوں وہ اپنے بیٹے سے دستبردار ہو جائے۔ ایک پرائیویٹ سکول کی ایک ٹیچر کہتی ہیں میری کلاس میں ایک بچی مجھ سے اس لئے زیادہ قریب ہے کہ اسے ماں کی محبت سے محروم کر دیا گیا ہے اور وہ میری شخصیت میں اپنی ماں کے وجود کو تلاش کرتی ہے۔ بچی مجھ سے اکثر سوال کرتی ہے ابو اتنے بے رحم کیوں ہیں انہوں نے میری ماں کے مرتے ہی دوسری شادی کر لی اور مجھے ایک سوتیلی ماں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس مسئلہ کا دوسرا پہلو ایسی بیویوں اور شوہروں کی دوسری شادی ہے جو اپنے ساتھ پہلے شوہروں یا بیویوں کی اولادیں لے کر آتے ہیں۔ مجھے سیشن کورٹ اور سول کورٹ میں پیشی پر آئے ہوئے ایک نوجوان نے بتایا اس کی ماں نے ایک ایسے مرد سے شادی کی تھی جس کے پہلی بیوی سے دو بچے تھے۔ شادی کے بعد ان کے دو بیٹے پیدا ہوئے اور اس نے محسوس کیا ماں اور سوتیلے بھائی بہنوں میں بھی ایک خلا اور ایک کھچاؤ موجود تھا۔ وہ اس ماحول سے متنفر ہو گیا اور خود کو بے سہارا اور لاوارث سمجھنے لگا۔ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ماں اور باپ دونوں اس سے اچھا سلوک نہیں کرتے اور وہ ناانصافیوں کا شکار ہو رہا ہے۔ ان منفی سوچوں نے اس کو بے رحم بنا دیا اور اس نے ردعمل کے طور پر پہلے باپ کو قتل کر دیا اور بعد میں سوتیلی والدہ کی جان لے لی۔ اپنے باپ کو گولی کا نشانہ بناتے ہوئے وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا تم نے مجھے کن گناہوں کی سزا دی۔ اپنے سوتیلے باپ کو گولی مارتے ہوئے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا تم نے میری ماں کو مجھ سے چھین لیا' تمام واقعات کو اپنے سامنے رکھ کر ہمیں فیصلہ کرنا چاہیے گھریلو معمولی تنازعات کی بنا پر ہم کو ایک دم اپنے گھر کو برباد نہیں کرنا چاہیے۔

یاد رکھیے! بچے حساس ہوتے ہیں

بچے سب کے ایک جیسے ہوتے ہیں چاہے وہ اپنے ہوں یا سوتیلے ان کے ساتھ

ایک جیسا سلوک کرنا چاہیے۔ گھر کے ماحول اور تربیت پر ہی بچے کی آئندہ زندگی کا انحصار ہوتا ہے۔ یہی اس کے کردار میں نیک سیرتی' ایثار' قربانی' بے لوث محبت و تعاون کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ جن لوگوں کی طبیعت میں ضد' اختلاف احساس کمتری اور دوسری اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں وہ بالعموم والدین ہی کے اثر کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ مثلاً والدین بچے کی جائز خواہشات کا اگر احترام نہیں کریں گے ان سے محبت کا برتاؤ نہیں کریں گے یا کسی چیز کے مانگنے پر اسے جھڑکیں گے اور مار پیٹ کا سلوک روا رکھیں گے تو یقیناً بچے میں خلا پیدا ہو جائے گا۔ ہٹ دھرمی اس میں نمایاں ہو جائے گی۔ والدین کی مالی مشکلات بچوں میں مایوسی کو جنم دیتی ہیں۔ ذہنی خلفشار' مایوسی اور بے یقینی کے احساسات اس کی زندگی کو متزلزل کر دیتے ہیں۔

شادی کے بعد جب دوسری بیوی کو گھر لایا جاتا ہے تو بچوں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی جاتی ہے آنے والی ان کی سوتیلی ماں ہے لہٰذا وہ سوتیلی ماں کی ہر حرکت پر غور کرتے ہیں۔ شروع میں سوتیلی ماں ان بچوں کو اپنے قریب کرنے کے لیے بہت پیار دیتی ہے۔ بچے اس سے مانوس ہو جاتے اور سوچتے ہیں خدا نے اگر ان سے ان کی ماں کو چھین لیا تو اس کے بدلے میں نئی ماں پیدا کر دی جو ہماری ماں کی طرح ہماری ہر چیز کا خیال رکھتی ہے۔ سوتیلی ماں کا پیار گھر کے اندر اس وقت تک رہتا ہے جب تک اس کے سامنے اپنی اولاد نہیں آتی اور جب اس کی گود میں اپنا بیٹا یا بیٹی آ جاتی ہے تو اس کی محبت قدرتی طور پر تقسیم ہو جاتی ہے اور جو سوتیلے بچے سوتیلی ماں کو اپنی ماں سمجھتے ہیں جب محبت تقسیم ہوتے دیکھتے ہیں تو ان کو احساس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ہم سوتیلے ہیں اس وجہ سے سوتیلی ماں ہمیں اب اپنی اولاد آنے پر زیادہ وقت نہیں دے رہی۔ گھر میں مختلف احساسات کی فضا پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

بلاوجہ لوگوں کے معاملات میں مداخلت ہماری معاشرتی برائی ہے۔ چھوٹی سی بات کسی کے کان میں پڑ جائے اس بات کو طول دینا اور اچھے خاصے گھرانے میں فساد پیدا کر کے تماشہ دیکھنا ان کا معمول ہے۔ یہ لوگ بچوں کے ذہنوں میں سوتیلی ماں کے خلاف

ایسی ایسی نفرت کی بات ڈال دیتے ہیں بچہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سوچنا شروع کر دیتا ہے اور وہ گھر میں ماں کے سامنے بعض ایسی باتیں کر دیتا ہے ماں کو بھی احساس ہوتا ہے یہ میرا سوتیلا بیٹا یا بیٹی ہے اگر حقیقی ہوتے تو شاید اس طرح کی بات نہ کرتا اور پھر جب دلوں میں ذرا سی بات بیٹھ جائے تو دلوں میں محبت کے بجائے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر گھرانہ بکھر جاتا ہے۔اس موقع پر اگر سوتیلی ماں یا سوتیلا بیٹا وقتی طور پر یہ سوچ لیں اگر میری سوتیلی والدہ نے مجھے برا بھلا کہا ہے تو میری حقیقی ماں بھی مجھے کہہ سکتی تھی اور یہی اگر سوتیلی والدہ سوچ لے میرا بیٹا مجھے بہت کچھ کہہ گیا اگر سوتیلے نے کہہ دیا تو کیا ہوا۔شاید گھرانوں میں سوتیلی والدہ یا سوتیلے بیٹے کا تصور ہی ختم ہو جائے لیکن ایسا ممکن نہیں کیونکہ اگر گھر صحیح سمت چل رہا ہے تو رشتے دار یا محلے والے اس گھر کو صحیح سمت میں چلنے نہیں دیں گے۔دونوں کے کانوں میں ایسی ایسی باتیں ڈالیں گے دونوں کو سوتیلے پن کا احساس ہونے لگتا ہے اور یہ احساس اجڑے گھروں کا غبار بن کر انسانی زندگی میں آلودگی پھیلاتا رہے گا۔

فیملی عدالتوں میں اس وقت بے شمار مقدمات بچوں کے حصول کے لیے چل رہے ہیں۔جن میں عورتوں نے دعوے دائر کر رکھے ہیں ان کے سابق خاوند نے دوسری شادی کر لی ہے ان کے بچے سوتیلی ماں کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے وہ راتوں کو ان کو فون کرتے ہیں ہمیں یہاں سے لے جاؤ ان کی سوتیلی والدہ ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کر رہی لہٰذا ان کے بچے ہمارے حوالے کیے جائیں تا کہ ہم ان کی خود پرورش کریں جبکہ خاوندوں کی طرف سے الگ دعوے دائر ہیں جن میں کہا گیا انہوں نے اپنے بچے سابق بیوی کو اس لیے دیئے تھے وہ دوسری شادی نہیں کرے گی اور بچوں کی پرورش کرتی رہے گی لیکن کیونکہ وہ دوسری شادی کر چکی ہے اور دوسرا خاوند اس کے بچوں کو صحیح طریقے سے نہیں رکھ سکے گا لہٰذا بچے واپس لے کر ان کے حوالے کیے جائیں۔صبح کے وقت آپ گارڈین عدالتوں میں جا کر دیکھیں دونوں والدین جن کی تحویل میں عدالت نے بچوں کو دے رکھا ہے بچوں کو رنگ برنگے کپڑے پہنا کر عدالتوں میں ملوانے کے لیے لاتے ہیں۔فیملی لاء آرڈیننس کے تحت بچہ پیدائش کے بعد کچھ عرصہ تک ماں کے پاس رہتا ہے جب وہ 7 سال کی عمر تک ہو جاتا

ہے تو اسے والدہ سے الگ کر دیا جاتا ہے۔باپ کو قانون نے یہ حق دے رکھا ہے کہ وہ اس دوران عدالت کی اجازت سے اپنی اولاد سے مل سکتا ہے اور چند گھنٹوں کے لیے اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔عدالتوں میں اسی قانون کے تحت والدین بچوں سے ملتے ہیں اور جب بچہ عدالت خاوند کو دے دیتی ہے تو وہ اسی بچے کی آڑ میں شادی کر لیتا ہے یا عورت شادی کر لیتی ہے بچے کی پرورش اکیلے نہیں ہو سکتی اور پھر بچے کا مستقبل سوتیلے والد یا والدہ کے ہاتھوں میں آ جاتا ہے۔ٹوٹے رشتوں کا کرب معاشرتی دکھ اور اخلاقی روگ بن کر بچے کی رگ رگ میں نفرت کا زہر بھر دیتا ہے۔

سوتیلے والدین کو چاہیے وہ سوتیلے بچوں کے ساتھ بھی نرمی کا رویہ رکھیں تا کہ ان کو اپنی والدہ یا والد کے کھو جانے کا احساس نہ ہو۔بسا اوقات بچے سے معمولی غلطی سرزد ہو جائے یا کوئی چیز ٹوٹ پھوٹ جائے تو والدین سخت سزا تجویز کرتے ہیں حالانکہ یہ قوت حیات کی فراوانی ہے جو بچوں کو اچھل کود پر مائل کرتی ہے۔اگر ایسی صورت میں بچے کو انتقامی نوعیت کی سزا دی جائے تو بچہ بے حوصلہ اور کم ہمت ہو کر رہ جائے گا۔احساس محرومی اس کو جھنجھوڑ دے گا لہٰذا کچھ بیکار اشیاء بچوں کی دسترس میں ضرور ہونی چاہئیں تا کہ وہ اپنی انا کی تسکین کر سکیں اس طرح ہر بچے میں خودنمائی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور اس خودنمائی کی تسکین کے لیے وہ گھر سے چھوٹی موٹی اشیاء چرا کر اپنے ہم جولیوں پر برتری کا احساس جتاتا ہے۔اس کی اصلاح مار پیٹ سے زیادہ اس بات میں مضمر ہے بچے کو اس کی انا کی تسکین کا سامان مہیا کر دیا جائے۔اسی طرح سوتیلے والدین محض اپنے تدبر سے بہت سی برائیوں کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ہمیں اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ معصوم بچوں کی زندگی کا بھی خیال کرنا ہوگا۔ہمیں سوتیلے بچوں سے نفرت کرنے کے بجائے ان کی محبت حاصل کرنا ہوگی۔ان کی زندگی کا خیال اسی طرح رکھنا ہوگا جیسے وہ اپنی اولاد کا خیال رکھتے ہیں۔لڑکیوں کو اسی طرح اچھے گھرانوں میں بھجوانے کے لیے اسی دھوم دھام سے رخصت کرنا ہوگا جس طرح اپنی لڑکیوں کو رخصت کرتے ہیں۔ان کو جائیداد میں اسی طرح برابر کا حصہ دار بنانا ہوگا جیسے اپنی اولاد کو بناتے ہیں۔ہم ازدواجی زندگی کو پیار اور محبت سے چلائیں

گے ہمیں کسی کی باتوں پر اپنا گھر برباد نہیں کرنا ہوگا۔ وہ ماں باپ بڑے بدقسمت ہیں جو کسی
کی باتوں میں آ کر اپنا گھر برباد کر لیتے ہیں اور بچوں کو ایسے مقام پر لا کھڑا کرتے ہیں ان
میں احساس محرومی پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ بعد میں بچوں سے ملتے ہوئے روتے ہیں اور
پچھتاتے ہیں لیکن اس وقت پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔ اولاد ان کی کوتاہی پر گھر
چھوڑنے پر مجبور ہو کر گھروں سے جا چکی ہوتی ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے اب پچھتائے کیا
ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

بچے کی باپ سے نفرت کی وجہ

اس ضمن میں مشہور نفسیاتی معالج ڈاکٹر نجمہ عزیز ہمارے معاشرے کے ٹوٹے
ہوئے رشتوں اور بکھرے گھرانوں سے تعلق رکھنے والے بچوں کے مسائل کا ذکر کرتے
ہوئے کہتی ہیں کہ

یہ بدنصیب معاشرے میں کسی جگہ آسانی سے سما نہیں سکتے اور ردعمل کے طور پر
نفرت' انتقام اور غصے کو سینے میں پالتے رہتے ہیں۔ انہوں نے ایک 7 سالہ بچے کی کیس
ہسٹری بیان کرتے ہوئے کہا وہ اپنی مطلقہ ماں کے پاس رہتا ہے اور اسے اپنے باپ کی ہر
چیز سے چڑ ہے۔ گزشتہ سال اس کی چھٹی سالگرہ پر باپ نے کتابوں کا تحفہ بھیجا تو بچے نے
تمام مہمانوں کے سامنے کتاب کا ورق ورق الگ کر دیا۔ وہ کتابیں پھاڑ رہا تھا اور چیخ رہا تھا
ابو میرے دشمن ہیں میں ان کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ ماہر نفسیات کے بقول اس بچے
نے اپنے ذہنی تجزیہ کے دوران معالج کو بتایا باپ کا تصور کر کے اس کے ذہن میں برے
برے خیال آتے ہیں اور رونے چیخنے اور کپڑے پھاڑنے لگتا ہے۔ وہ کہتا ہے مجھے یاد ہے
پانچ سال کا تھا جب میرے باپ نے میری ماں سے علیحدگی کا فیصلہ کیا اور ہم کو روتا چھوڑ کر
چلا گیا۔ میں نے اسے پکارنا چاہا' روکنا چاہا' اس کی ٹانگوں سے لپٹنا چاہا مگر صدمے اور دکھ
سے آواز میرے حلق میں دب کر رہ گئی تب سے میں نے اچھائیوں اور نیکیوں کے بارے

میں سوچنا چھوڑ دیا ہے اور برائیوں نے میرے دل کو گھیر لیا ہے۔ میں باپ کے ہوتے
ہوئے یتیم ہوں' ماں محنت مزدوری کر کے مجھے پال رہی ہے۔ مجھے باپ کی کوئی چیز اچھی
نہیں لگتی۔

ایک مسلمان باپ کو اپنا ہر فیصلہ اپنے بچوں کی خوشیوں اور ان کے مستقبل کو مدِنظر
رکھ کرنا چاہیے تبھی وہ ایک مثالی باپ کہلا سکتا ہے بچے اپنے باپ سے صرف اور صرف محبت اور
توجہ کے طالب ہوتے ہیں اس لیے کہ ان کو بھی اپنے باپ سے محبت ہوتی ہے اگر باپ
صرف اپنے ہی بارے میں سوچے بچوں پر توجہ اور محبت میں کمی کر دے یا بالکل ہی لاپرواہ
ہو جائے۔ تو چونکہ بچے حساس ہوتے ہیں اس لیے وہ باپ کی بے توجہی اور لاپرواہی کا اثر
جلد لیتے ہیں اور ان کی سوچوں کا انداز منفی رخ بھی اختیار کر سکتا ہے لہٰذا باپ کے لیے لازم
ہے کہ وہ اپنے بچوں کے اچھے حال اور اچھے مستقبل کی خاطر اگر کبھی ایسے حالات سے دوچار
ہو جائے کہ اسے اپنے مزاج اور خواہش کے خلاف بھی فیصلہ کرنا پڑے تو اسے تھوڑی سی
قربانی دے دینی چاہیے۔

ایک مسلمان باپ کے رویے میں اسلامی اصولوں کا رنگ جھلکتا ہوا صاف دکھائی
دیتا ہے وہ جو بھی کام کرتا ہے شریعت مطہرہ کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کرتا ہے اسے
ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی کا خیال ہوتا ہے وہ اپنے فرائض سے بخوبی طور پر آگاہ ہوتا ہے
دین اسلام نے خاندان کے حوالے سے ہر رشتے کا تقدس اور اس کے حقوق کا تعین نہائیت
واضح الفاظ میں کر دیا ہوا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو ہر ایک کے حقوق کی پاسداری کرنی چاہیے
خاص طور پر باپ کی حیثیت سے ایک مسلمان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان سے
عہدہ برآ ہونے میں کسی طرح کی کوتاہی اور لاپرواہی سے کام نہیں لینا چاہیے گھر کا سکون
اور راحت اسی صورت قائم رہ سکتا ہے جب گھر کا ذمہ دار سربراہ باپ ہونے کے ناطے
اپنے بچوں کی تربیت و پرورش خالصتاً اسلامی ماحول میں کرے اور ہر طرح کی اونچ نیچ سے
اپنے بچوں کو محبت اور پیار سے آگاہ کرتا رہے بچوں کو اپنی بھرپور توجہ دے۔ محبت اور پیار
دے بوقت ضرورت ان کی تادیب کے لیے سختی سے بھی کام لے محبت' پیار اور ضرورت

کے تحت تختی کے ملے جلے جذبات سے ہی گھر سنورتے ہیں باہمی محبتیں پروان چڑھتی ہیں بچوں کے مابین والدین کے لیے عزت' احترام' پیار' چاہت اور لگاؤ کا حسین جذبہ قائم ودائم رہتا ہے۔

ایک باپ کی اپنے بیٹے کو نصیحت

حضرت ابوالحسن رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم کو ان کے انتقال کے دو برس بعد خواب میں اس حال میں دیکھا کہ ان کے جسم پر جہنم کے قہر کا لباس تھا۔ میں نے پوچھا' ابا جان! یہ کیا ہوا؟ میں آپ کو دوزخیوں کے لباس میں دیکھ رہا ہوں؟ میرے والد نے فرمایا' اے بیٹا! مجھے میرا نفس جہنم میں لے گیا اس کے دھوکہ میں کبھی نہ آنا۔

اس نصیحت میں جو بات واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کا نفس اسے برائی کی طرف مائل کرتا ہے خواہشات کی رغبت دلاتا ہے اس لیے انسان کو ہر حال میں اپنے نفس کی طرف سے ہوشیار وخبردار رہنا چاہیے بلاشبہ برائی کی طرف لے جانے والا انسان کا نفس شیطان سے بھی بڑا انسان کا دشمن ہے اور شیطان کو انسان کی خواہشات کی بدولت ہی انسان پر غلبہ حاصل ہوتا ہے یہ نفس انسان کو جھوٹی امیدوں اور دھوکے میں ڈالتا ہے۔ جو شخص اس سے بے خوف ہوا اور غفلت میں گرفتار ہوا اور اپنے نفس کی پیروی کی اس انسان کا ہر دعویٰ جھوٹا ہے اگر وہ نفس کی رضا میں اس کی خواہشات کی اتباع کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا اور اگر اس کے محاسبہ سے غافل ہوگا تو بحر عصیان میں غرق ہو جائے گا۔ اگر کوئی اس کی مخالفت سے عاجز آ کر اس کی خواہشات کی پیروی کرے گا تو یہ اسے جہنم کی طرف کھینچ لے جائے گا۔ نفس کی بازگشت بھلائی کی طرف نہیں ہے بلکہ یہ مصائب کی جڑ' شرمندگی کی کان' ابلیس کا خزانہ اور ہر برائی کا ٹھکانہ ہے اور اس کی فتنہ انگیزیوں کو سوائے عالم خیر وشر کے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

شیطان شروع سے ہی انسان کا دشمن ہے اور ہر انسان کو ورغلانے برائی کے راستے پر ڈالنے اور صراط مستقیم سے ہٹانے کے لیے کوشاں ہے۔ ایک روائیت میں آتا ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا' اے اللہ! تو نے مجھے جنت سے نکالا تو آدم (علیہ السلام) کے سبب اب مجھے اولاد آدم پر غلبہ عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میں نے تجھے انبیاء کے سوا جن کے عصمت مسلم ہے' آدم کی اولاد پر غلبہ دیا۔ شیطان بولا' کچھ اور؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' جتنی آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہوگی اتنی ہی تیری اولاد ہوگی۔ شیطان بولا' کچھ اور؟ اللہ رب العزت نے فرمایا' میں نے ان کے سینوں کو تیرا مسکن بنایا تو ان میں خون کی طرح گردش کرے گا: کہا' کچھ اور؟ فرمان باری تعالیٰ ہوا' اپنے سوار اور پیادہ مددگاروں سے امداد مانگ کر انہیں مال حرام کی کمائی پر آمادہ کرنا انہیں ایام حیض وغیرہ میں مجامعت سے اولاد حرام کا حقدار بنانا اور حرام کاری کے اسباب مہیا کرنا' انہیں مشرکانہ نام تعلیم کرنا جیسے عبدالعزیٰ وغیرہ' انہیں گندی گفتگو' برے افعال اور جھوٹے مذاہب کے ذریعہ گمراہ کرنا' انہیں جھوٹی تسلیاں دینا جیسے معبودان باطلہ کی شفاعت' آباء واجداد کی کرامتوں پر فخر' طویل امیدوں کے ذریعہ توبہ میں تاخیر وغیرہ' اور یہ سب کچھ تہدید کے طور پر تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ! تو نے میری اولاد پر ابلیس کو مسلط کر دیا اب اس سے رہائی تیری رحمت کے بغیر کیسے ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' تیرے ہر ایک فرزند کے ساتھ میں محافظ فرشتے بناؤں گا' عرض کی ابھی کچھ اور۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا ایک نیکی کا ثواب انہیں دس گنا ملے گا' عرض کی ابھی کچھ اور۔ فرمان باری تعالیٰ ہوا ان کے آخری سانس تک ان کی توبہ قبول کروں گا۔ عرض کی کہ کچھ اور عطا فرمایا جائے۔ فرمان ہوا ان کے لیے بخشش عام کروں گا میں بے نیاز ہوں۔ اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے کہا' اے میرے پروردگار! یہ کافی ہے۔ (مکاشفۃ القلوب)

ہر مسلمان باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو انسان کے ازلی دشمن شیطان کے بارے میں آگاہ کرتا رہے کہ شیطان خاص طور پر مسلمانوں کا سخت دشمن ہے اور اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ رب العزت اپنی حفظ و

امان میں رکھے۔

شریعت مطہرہ کے احکامات کو بیٹے کی محبت پر ترجیح دینا

بلاشبہ ہر باپ کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے اور ہر شخص اس کوشش میں ہوتا ہے کہ وہ خود مصائب برداشت کرلے مگر اس کی اولاد کو کسی قسم کی تنگی و تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے نہ ہی کوئی شخص اپنی اولاد کو کسی طرح کی اذیت میں دیکھنا برداشت کرتا ہے۔ ہمارا پیارا دین اسلام ہمیں ہر حال میں شریعت مطہرہ کے احکامات پر چلنے کی تلقین کرتا ہے اور بعض معاملات میں تو حکم دیتا ہے خاص طور پر شرعی سزاؤں کے نفاذ کے معاملے میں کسی بھی رشتے اور تعلق کی پرواہ کیئے بغیر ان پر عمل درآمد کے وقت رعائیت و نرمی کی اجازت نہیں دیتا۔ اولاد آزمائش ہوتی ہے اور جو اس آزمائش میں ثابت قدم رہتا ہے اس پر اللہ رب العزت کا خصوصی فضل وکرم ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ o (انفال 28)

ترجمہ: اور جان لو کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے آزمائش کی چیز ہیں اور اس بات کو بھی (جان لو) کہ اللہ کے پاس (نیکیوں کا) بہت بڑا ثواب ہے۔

ہمارے لئے اسلام کی ان مایہ ناز شخصیات کی زندگیاں ایک بہترین نمونہ ہیں کہ جو ہر آزمائش میں کامیاب رہے تاریخ اسلام میں ہمیں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ باپ نے بیٹے کی محبت پر شریعت مطہرہ کے احکامات کو ترجیح دی اور اس ضمن میں کسی قسم کی نرمی سے کام نہیں لیا۔ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ

نے ابوسروعہ کے ساتھ مل کر نبیذ پی لی اور ان پر نشہ طاری ہو گیا وہ دونوں میرے پاس آئے تاکہ میں ان پر حد جاری کردوں میں نے ان کو جھڑک کر نکال دینا چاہا لیکن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ اگر آپ نے حد جاری نہ فرمائی تو میں جب اپنے والد محترم کے پاس جاؤں گا تو یہ بات ان سے کہوں گا۔

حضرت ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ اگر میں نے ان دونوں پر حد جاری نہ کی تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوں گے اور مجھے اس عہدہ سے معزول کردیں گے اس لیے میں انہیں گھر کے صحن میں لایا اور ان پر حد لگائی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کی کوٹھری میں گھس گئے اور اپنا سر مونڈھ لیا' اللہ کی قسم! میں نے اس واقعہ کے بارے میں امیر المومنین کو ایک حرف بھی نہیں لکھا لیکن چند دنوں کے بعد مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ملا جس میں لکھا ہوا تھا' اللہ کے بندے امیر المومنین عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سے' اے ابن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہاری جراءت اور بدعہدی پر میں حیران ہوں اور میں تمہیں معزول کرکے چھوڑوں گا تم نے عبدالرحمٰن کو اپنے گھر میں تازیانے لگائے اور وہیں اس کا سر مونڈا حالانکہ تم جانتے تھے کہ یہ کام میری مرضی کے خلاف کر رہے ہو اے ابن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! عبدالرحمٰن تمہاری رعایا کا ایک فرد ہے تمہیں اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کرنا چاہیے جو تم دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہو لیکن تم نے یہ خیال کیا کہ وہ امیر المومنین کا بیٹا ہے۔ حالانکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میرے نزدیک کسی شخص سے حق وصول کرنے میں نرمی و رعائیت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا جس وقت میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے اسی وقت عبدالرحمٰن کو ایک اونی عبا پہناؤ اور کاٹھی پر بٹھا کر فوراً میرے پاس بھیج دو تاکہ وہ اپنی بدکرداری کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔

حضرت ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے پاس بھیج دیا اور ساتھ ہی ایک معذرت نامہ بھی لکھ دیا کہ میں نے عبدالرحمٰن (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) کو گھر کے صحن میں حد لگائی اور اللہ کی قسم ! جس سے بڑی کوئی قسم نہیں میں ہر ذمی اور ہر مسلمان کو اپنے گھر ہی میں حد لگاتا ہوں ۔ یہ خط میں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ روانہ کر دیا جو وہ اپنے والد محترم کے پاس لے گئے ۔ جب وہ امیر المومنین کے پاس پہنچے تو اونی عبا ان کے بدن پر تھی اور سواری کی تکلیف سے وہ چل بھی نہ سکتے تھے ۔ ان کے والد محترم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا' اے عبدالرحمٰن ! تم نے یہ حرکت کی ہے ؟ اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی سفارش کرتے ہوئے درمیان میں دخل دیا اور فرمایا' اے امیر المومنین ! ان پر حد لگائی جا چکی ہے ۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بات کی طرف توجہ نہ فرمائی ۔ اس پر عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلانے لگے کہ میں بیمار ہوں آپ مجھے قتل کر رہے ہیں ۔ روایات میں آتا ہے کہ اس کے باوجود حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دوبارہ حد لگائی اور ان کو قید میں ڈال دیا پہلے وہ بیمار ہوئے اور پھر انتقال فرما گئے ۔ (سیرت' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اسی طرح سے حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل کا ذکر کر رہے تھے ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں آپ نے فرمایا میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے ابوشحمہ پر حد قائم کی جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے اس کی تفصیل انہوں نے یہ بیان کی کہ ایک روز میں مسجد نبوی میں بہت سے لوگوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس پاک میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور اپنے بچے کو پیش کر کے رونے لگی ۔ آپ نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے عرض کی کہ ایک روز میں بنی النجار کے باغ سے گزر رہی تھی کہ آپ کا لڑکا نشے میں دھت مجھے ورغلا کر باغ کی طرف لے گیا اور مجھ سے مطلب بر آری کی ۔ میں نے شرم و ندامت سے اس واقعہ کو اپنے عزیزوں سے پوشیدہ رکھا ۔ جب وضع حمل ہوا تو میں نے ارادہ کیا کہ اس نومولود کا گلا گھونٹ کر مار

دوں مگر مامتا غالب آ گئی ۔ اب میں آپ سے داد خواہ ہوں کہ حکم الٰہی کے بموجب ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیں ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا' آپ لوگ منتشر نہ ہوں ، میں ابھی گھر سے ہو کر واپس آتا ہوں ۔ چنانچہ گھر آ کر ابوشحمہ کو دریافت کیا وہ کھانا کھا رہے تھے ۔ انہیں دیکھ کر آپ نے فرمایا' شاید یہ تمہارا آخری رزق ہے ۔ جلد فراغت حاصل کر لو ۔ یہ سن کر ان کے اوسان خطا ہو گئے اور کھانے سے ہاتھ اُٹھا لیا ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم دے کر ان سے پوچھا' کیا تم نے کبھی شراب پی ہے ؟ انہوں نے جواب دیا ہاں مجھ سے ایک مرتبہ ایسا قصور ہوا ہے اس کے بعد میں اس سے تائب ہو چکا ہوں ۔ پھر آپ نے قسم دے کر فرمایا' کیا تم نے نشہ کی حالت میں کسی عورت سے بدکاری کی تھی ؟ اس پر انہوں نے شرم و ندامت سے اپنا سر جھکا لیا دوبارہ پوچھنے پر اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور توبہ و انابت کا اعتراف کیا ۔ آپ نے فوراً ان کا گریبان پکڑ لیا اور کشاں کشاں مسجد کی طرف لے آئے ۔ یہاں پر اصحاب رسول کا مجمع پہلے سے موجود تھا ۔ آپ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا عورت سچ کہتی ہے ابوشحمہ مجرم ہے ۔ آپ نے اپنے غلام افلح کو حکم دیا کہ کپڑے اُتروا کر اس پر حد جاری کی جائے ۔

ابوشحمہ نے رحم کی درخواست کی جو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رد کر دی اور جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے میں نے تم پر حد اسی لیے جاری کی ہے کہ پروردگار تم پر رحم کرے ۔ جب ابوشحمہ دروں کی تاب نہ لا کر مسلسل ضربوں سے ضعیف و ناتواں ہو گئے تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کی کہ کس اور وقت پر بقیہ حد کو اُٹھا رکھا جائے ۔ آپ نے فرمایا جب گناہ میں دیر نہیں کی تو حد میں کیونکر دیر کی جا سکتی ہے ؟ اسی اثناء میں ان کی والدہ کو خبر ملی وہ بھی سفارش کے لئے آئیں ۔ جب درہ زنی اپنی آخری حد کے قریب پہنچی تو ابوشحمہ نے اپنی نحیف آواز میں یا ابا السلام علیک کہا ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا' جب تم سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملو تو میرا اسلام پہنچاؤ اور ، یہ عرض کرنا کہ میں نے عمر کو قرآن پڑھتے اور حدود کو قائم کرتے چھوڑا

ہے۔آخری درہ پر ابوشحمہ نے ایک چیخ ماری اور جان بحق ہو گئے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوڑ کر گود میں لے لیا آنکھیں اشکبار تھیں' دل وجگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جارہے تھے آپ پیشانی کو چومتے اور اپنی بھرائی ہوئی آواز میں فرماتے جارہے تھے' تیرا باپ تجھ پر قربان ہو' تو حق پر قتل ہوا۔'' (مخزن اخلاق)

تاریخ اسلام کے ان واقعات کو پڑھ کر ہر مسلمان باپ کو اپنے معیار زندگی کی طرف نگاہ دوڑانی چاہیے کہ کہیں اولاد کی محبت کے باعث شریعت مطہرہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی تو نہیں سرزد ہو رہی۔ایک مثالی مسلمان باپ کو ہمیشہ یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ شریعت اسلامیہ کے احکامات کے معاملے میں اولاد کی محبت آڑے نہ آئے اسی لئے قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے اولاد کو انسان کے لیے ایک آزمائش قرار دیا ہے کیونکہ اس دنیا میں بہت سے ایسے مواقع انسان کی زندگی میں آجاتے ہیں کہ جب اولاد کی محبت کے جوش میں فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے یہی وقت آزمائش وامتحان کا ہوتا ہے شیطان بھی اس موقع سے خوب فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور اولاد کی جو محبت بندے کے دل میں ہوتی ہے اسے بھرپور انداز سے ابھارتا ہے تاکہ انسان اس محبت کے غلبے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی حکم سے روگردانی کر جائے یا جان بوجھ کر نظر انداز کر دے لہٰذا ہر مسلمان کو ہر لمحہ شیطان کے وار سے ہوشیار رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اولاد کی محبت پر ترجیح دے کر اپنی اور اپنی اولاد کی آخرت سنوارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔یہ دنیا تو چند روزہ اور فانی ہے دائمی اور ابدی زندگی تو آخرت کی ہے اس لیے اپنی دنیاوی زندگی کے آرام کی خاطر ابدی اور دائمی آخرت کی زندگی کو برباد نہیں کرنا چاہیے۔

اولاد کی تربیت کا ایک انداز

ایک مثالی باپ وہی ہوتا ہے جو اپنی اولاد کا ہر طرح سے خیال رکھتا ہے موقع محل

کی مناسبت سے اسے سمجھاتا رہتا ہے اچھی نصیحت کرنا بھی باپ کی ذمہ داری میں شامل ہے۔نصیحت کرنے والا ایک تو استاد ہوتا ہے اور ایک باپ ہوتا ہے باپ کی نصیحت میں اور عام لوگوں کی نصیحت میں فرق ہوتا ہے استاد تو محض ضابطے کی خانہ پری کرتا ہے لیکن باپ صرف خانہ پری نہیں کر سکتا۔وہ نصیحت کرتے ہوئے اس کا خیال رکھتا ہے کہ بیٹے کو ایسے عنوان اور ایسے طرز سے نصیحت کی جائے کہ جو اس کے دل میں اُتر جائے کیونکہ وہ دل سے یہ چاہتا ہے کہ بیٹے کی اصلاح ہو جائے اور اس میں کوئی کمی نہ رہ جائے اور اگر باپ کوئی مشکل کام بھی بتاتا ہے تو اس کا طریقہ ایسا اختیار کرتا ہے جسے بیٹے کو عمل کرنا آسان ہو جائے اور ان سب رعایتوں کی وجہ شفقت ہے۔شفقت ہی سے تمام پہلوؤں کی رعائیت کی جاسکتی ہے اسی لیے باپ کا کلام نصیحت کے وقت کبھی بے ترتیب اور بے جوڑ بھی ہو جاتا ہے۔مثال کے طور پر باپ بیٹے کو کھانا کھاتے ہوئے نصیحت کرے کہ بُری صحبت سے بچنا چاہیے اور اس مضمون پر وہ مفصل گفتگو کر رہا ہو۔اسی درمیان میں اس نے دیکھا کہ بیٹے نے ایک بڑا سا لقمہ کھانے کو لیا ہے تو وہ فوراً پہلی نصیحت ختم کر کے کہے گا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ لقمہ بڑا نہیں لیا کرتے' اس کے بعد پھر پہلی بات پر گفتگو شروع کر دے گا۔اب جس کو باپ کی شفقت کے بارے میں علم نہ ہو تو وہ کہے گا یہ کیا ہے بے ترتیب کلام ہے۔بُری صحبت سے منع کرنے میں لقمہ کا کیا ذکر' مگر جو شخص کسی کا باپ بنا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ بے جوڑ کلام' مرتب کلام سے افضل ہے' شفقت کا تقاضہ یہی ہے کہ ایک بات کرتے ہوئے اگر دوسری بات کی ضرورت ہو تو بے جوڑ کلام کا لحاظ نہ کرے دوسری بات کو درمیان میں کر کے پھر پہلی بات کو پورا کرے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تربیت اولاد کا انداز

باپ کی اچھی تربیت اولاد کے فائدے کے لیے ہوتی ہے جو باپ اپنی اولاد کو آخرت کی سختیوں سے محفوظ رکھنے کی خاطر اس فانی دنیا کی وہ آسائش اور وہ مال جو اسے

ناحق طریقے سے حاصل ہوتا ہوا نظر آئے اس سے بچانے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے اگر کوئی مسلمان کسی منصب یا عہدہ پر فائز ہو تو وہ نہ صرف خود بلکہ اپنی اولاد کو بھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھانے دینا مثالی باپ وہی ہوتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو اور وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے کوشاں رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین تھے آپ کی حیات طیبہ ہر مسلمان کے لیے ایک عظیم مثال اور نمونہ ہے خاص طور پر ہر مسلمان حاکم کو آپ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کر کے اپنی کوتاہیوں کی اصلاح کرنی چاہیے بچوں کی تربیت کے ضمن میں ہر باپ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مبارکہ کے اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ آپ نے اپنی اولاد کو ناجائز مال سے محفوظ رکھنے کے لیے کسی طرح کی بھی نرمی و رعائیت نہیں رکھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مہم میں عراق گئے مہم سے فارغ ہو کر بصرہ آئے جہاں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ گورنر تھے۔ انہوں نے اپنے دوست کے بیٹوں کا خیر مقدم کیا اور خوب خاطر مدارت کی۔ جب مدینہ طیبہ روانہ ہونے لگے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' بھتیجو! میرے پاس صدقے کا کچھ مال ہے جس کو امیر المومنین کی خدمت میں بھیجنا ہے۔ یہ مال آپ لے لیں اور سامان تجارت خرید لیں اور مدینہ طیبہ جا کر فروخت کر دیں اور جو نفع حاصل ہو اپنے لیے رکھ لیں اور اصل مال امیر المومنین کو دے دیں۔ دونوں صاحبزادگان نے جواب دیا' ایسا نہ ہو امیر المومنین خفا ہوں۔ گورنر بصرہ نے کہا' میں امیر المومنین کو اس کے متعلق اطلاع دے دیتا ہوں۔ مدینہ طیبہ آ کر سامان تجارت فروخت کیا گیا اور اس سے خاصا نفع حاصل ہوا۔ حسب ہدائیت وہ اصل مال لے کر امیر المومنین کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا' ابا جان! یہ اصل مال ہے اور یہ ہمارا منافع ہے۔ امیر المومنین نے پوچھا لیکن یہ بتاؤ کہ ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کل فوج کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے؟ بیٹوں نے عرض کیا' نہیں ابا جان۔ آپ نے فرمایا تو اس کا یہی مطلب ہوا کہ میرے بیٹے سمجھ کر تمہارے ساتھ یہ رعائیت کی ہے۔

بیٹوں نے کہا' جی ہاں۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو اصل رقم اور منافع دونوں بیت المال میں جمع کرا دو۔ (مخزن اخلاق)

غور کیجئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہدے سے کسی بھی طرح کا ناجائز فائدہ اُٹھانا اپنی اولاد کے لیے مناسب نہ سمجھا اور احتیاط اسی بات میں سمجھی کہ اصل رقم منافع سمیت بیت المال میں جمع کرا دی جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تربیت اولاد کا انداز

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے سے قبل بڑے نفاست پسند اور شاہ خرچ تھے اعلیٰ سے اعلیٰ لباس پہنتے اور عمدہ سے عمدہ خوشبویات استعمال کرتے داڑھی پر عنبر کا سفوف ملتے اچھی سے اچھی غذائیں کھاتے اور بڑے جاہ و حشم سے رہتے تھے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے اہل و عیال کو کس طرح رکھا ہو گا مگر جب آپ پر خلافت کی ذمہ داری پڑی تو آپ نے ایک باجبروت اور مطلق العنان حکمران بننے کے بجائے اسوۂ فاروقی اختیار کیا خلیفہ بنتے ہی آپ نے اپنے خاندان کی جاگیریں وغیرہ ان کے اصل مالکوں اور حقداروں کو واپس کر دیں۔

ایک مرتبہ آپ کی زوجہ محترمہ بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے عیدالفطر سے چند دن پیشتر اپنے خاوند سے کہا کہ عید کے دن پہننے کے لیے بچوں کے پاس بہت معمولی کپڑے ہیں اگر آپ نئے کپڑوں کا بندوبست کر سکیں تو ان کا دل خوش ہو جائے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مہتمم بیت المال کو ایک رقعہ لکھا کہ میرا ایک ماہ کا وظیفہ پیشگی بھیج دیجئے۔ اس نے رقعہ کی پشت پر یہ الفاظ لکھ کر اسے واپس بھیج دیا "امیر المومنین کیا آپ کو یقین ہے کہ اگلے ماہ تک زندہ رہیں گے۔" یہ الفاظ پڑھ کر آپ اشکبار ہو گئے اور اہلیہ سے کہا کہ ہمارے بچوں کو جنت میں عمدہ پوشاک ملے گی اس لیے یہاں عمدہ لباس کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک دن بیت المال کے پھلوں میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے سیب تقسیم کیئے جا رہے تھے اچانک خلیفہ کے ایک صاحبزادے نے جو کہ کمسن تھا ہاتھ بڑھا کر ایک سیب ان میں سے اُٹھالیا اور کھانا شروع کیا امیر المومنین نے وہ سیب اپنے بیٹے کے منہ میں سے اس قدر غصے کے ساتھ جھٹکا دے کر چھڑایا کہ بچے کا منہ زخمی ہوگیا۔ بچہ روتا ہوا اپنی ماں کے پاس آیا۔ ماں نے بازار سے سیب منگوا کر بچے کو دے دیا۔
جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھر میں آئے تو بچے کے ہاتھ میں سیب دیکھا اور کہا' یہ کہاں سے آیا ہے؟ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے بیت المال سے لایا گیا ہو۔ اہلیہ محترمہ نے رنج کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایک معمولی سے سیب کی خاطر میرے بچے کا منہ زخمی کردیا تو امیر المومنین نے فرمایا' تم سچ کہتی ہو لیکن میرے لیے یہ حرکت دشوار ہوگئی بہتر نہ سمجھا کہ ایک سیب کی خاطر عدل کے ثواب سے محروم ہو جاؤں اور میرا نام نیکو کاروں کی فہرست سے خارج کردیا جائے۔ (مخزن اخلاق)

یہ واقعات ہر مسلمان باپ کے لیے معمولی طور پر اور اس مسلمان باپ کے لیے خاص طور پر سبق آموز اور نصیحت کا درس لیئے ہوئے ہیں جو کسی بھی حکومتی منصب پر فائز ہے اور اپنے منصب کا ناجائز فائدہ اُٹھا کر اپنے اہل وعیال کی خوشیوں کا سامان کرسکتا ہے۔ جو اس فانی دنیا کی عارضی خوشیوں اور آسائشوں پر آخرت کی ابدی راحتوں کو ترجیح دیتا ہے وہ اپنی اولاد کو اپنے منصب کا ناجائز فائدہ اٹھانے سے بچا کر رکھتا ہے صرف اور صرف رزق حلال سے ان کی پرورش وتربیت کے اخراجات پورے کرتا ہے گو کہ آج نفسا نفسی کے اس دور میں روپے پیسے کمانے کی ایک دوڑ لگی ہوئی ہے اور اس ضمن میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو حلال وحرام میں امتیاز کو مدنظر رکھتے ہیں۔ گو کہ وقتی طور پر ان کو پریشانی یا تنگی کا بظاہر سامنا کرنا پڑ سکتا ہے مگر آخرت کی ابدی خوشیوں اور آسائشوں کے مقابلے میں یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔

بچے کی صحت سے لاپرواہی نہ کریں

تندرستی ہزار نعمت ہے والدین جہاں اپنی صحت کا خیال رکھتے ہیں وہاں انہیں اپنے بچوں کی صحت سے بھی لاپرواہی نہیں کرنی چاہیے اور بچوں کی صحت کا ہر طرح سے خیال رکھنا بھی ان کی ذمہ داری میں شامل ہے سکول جانے والے بچوں کو عام طور پر سر درد کی شکائیت بھی کبھی لاحق ہو جاتی ہے۔ جس کا اظہار بچے گھر میں کرتے ہیں ماں باپ کو چاہیے کہ جو بچہ اکثر وبیشتر سر درد کی شکائیت کرے تو اس کی وجوہات پر غور کرنا چاہیے اور خود سے گھر میں پڑی ہوئی سر درد دور کرنے کی کوئی گولی وغیرہ استعمال نہیں کروانی چاہیے بلکہ ڈاکٹر کو دکھانا لازمی ہے اور ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوائی ہی دینی چاہیے۔ جو بچے پانی کم پیتے ہیں ان کو عام طور پر بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے پانی کم پینے کے باعث بھی سر درد کی شکائیت پیدا ہو سکتی ہے علاوہ ازیں بچوں میں چڑچڑاپن اور غصے کی زیادتی بھی پانی کم پینے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا اپنے بچے کے معمولات پر غور کریں اور اس کے کھانے پینے کو بھی چیک کریں صبح کے وقت بچے کو پانی پینے کی عادت ڈالیں اور گرمی ہو یا سردی کا موسم بچے کو پانی کی بوتل سکول میں ساتھ دے کر بھیجیں اور اسے ہدائیت کریں کہ وہ پیاس محسوس کرے یا نہ کرے اس بوتل سے وقتاً فوقتاً پانی پی لیا کرے جب بچہ سکول سے گھر واپس آئے تو دیکھیں کہ اس نے بوتل سے پانی پیا ہے یا نہیں بعض بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ سکول میں سارا دن پانی نہیں پیتے اس لیے پیاس برداشت کرنے کے باعث ان کی صحت بھی متاثر ہو سکتی ہے لہٰذا بچے کو سمجھائیں کہ پانی پینا صحت کے لیے ضروری ہوتا ہے زیادہ دیر تک اپنے آپ کو پیاسا رکھنا صحت کو نقصان پہنچانے کا باعث ہوتا ہے۔

سر درد بذات خود کوئی بیماری نہیں ہے بلکہ یہ ایک علامت ہوتی ہے غذائی کمی' سورج کی گرمی اور تھکاوٹ کے باعث بھی سر درد ہونے لگتا ہے بعض اوقات نزلہ زکام بھی سر درد کی وجہ بن جاتا ہے اس کے علاوہ بھی سر درد کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں لہٰذا اگر کبھی

آپ کا بچہ شدید قسم کے سر درد کی شکائیت کرے تو اسے ہرگز نظر انداز نہ کریں اور ڈاکٹر کو ضرور دکھائیں تا کہ مناسب دوائی سے سر درد میں افاقہ ہو۔

بعض بچے اپنے دانتوں میں درد کی شکائیت کرتے ہیں مائیں اپنے طور پر اس کا تدارک کرنے کی کوشش کرتی ہیں مگر باپ کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچے پر پورا پورا دھیان دے دانتوں میں درد عام طور پر دانتوں کی ٹھیک طرح سے صفائی نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے مسوڑھوں میں پیپ اور سوجن ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ درد ہوتی ہے بعض اوقات یہ درد نا قابل برداشت حد تک پہنچ جاتی ہے بچہ رات کو سو نہیں سکتا ماں باپ کو روزانہ دیکھنا چاہیے کہ بچہ غیر معیاری گولیاں اور ٹافیاں وغیرہ تو نہیں کھاتا رہتا کیونکہ میٹھے کی زیادتی ' چاکلیٹ اور میٹھی اشیاء کے استعمال کے بعد دانتوں کی صفائی نہ کرنا بھی دانتوں میں درد کی وجہ ہوتا ہے بچہ چونکہ سکول میں اس طرح کی چیزیں شوق سے کھاتا رہتا ہے اور اس وقت اسے کھانے کے بعد اپنے دانتوں کی صفائی کا کوئی خیال نہیں ہوتا اس لیے بچے کو اول تو غیر معیاری قسم کی گولیاں اور ٹافیاں وغیرہ کھانے سے منع کریں اور اس کے نقصانات سے بچے کو آگاہ کریں علاوہ ازیں بچے کو اس بات کی عادت ڈالیں کہ وہ جب بھی کوئی میٹھی چیز کھائے تو اس کے بعد خوب اچھی طرح سے کلیاں ضرور کر لیا کرے اس سے بڑی حد تک بچے دانتوں کے امراض سے محفوظ رہتے ہیں۔

چیونگم بھی بچوں کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے اس کا مسلسل استعمال کرنے سے بچے کے منہ کا لعاب ختم ہو جاتا ہے جس سے کئی طرح کی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں کیونکہ یہ لعاب کھانے کو نگلنے اور ہاضمے کے عمل میں نہائیت ضروری کردار ادا کرتا ہے۔

کئی بچوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ انہیں سکول جانا اچھا نہیں لگتا عام طور پر جو بچے نالائق ہوتے ہیں وہ سکول نہ جانے کے مختلف بہانے تراشتے رہتے ہیں کبھی سر درد کبھی پیٹ درد کا بہانہ کیونکہ درد ایک ایسی مرض ہے کہ جو دکھائی نہیں دیتی بہت سے بچوں کا یہ بہانہ کامیاب بھی ہو جاتا ہے اور پھر جب ان کا موڈ سکول سے چھٹی کرنے کا ہوتا ہے وہ اسی

طرح کے بہانے سے اپنا مقصد پورا کر لیتے ہیں اس ضمن میں والدین کو چاہیے کہ وہ حقیقت حال جاننے کی ضرور کوشش کریں بعض بچے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو واقعی درد ہوتی ہے اور جب وہ والدین کو سر درد یا پیٹ درد کے متعلق بتاتے ہیں تو والدین ان کی بات پر توجہ نہیں دیتے اور ان کو زبردستی سکول بھیج دیتے ہیں کسی بھی قسم کے درد یا مرض کی صورت میں اگر بچہ زبردستی سکول بھیج دیا جائے گا تو یاد رکھیں بچے کی توجہ پڑھائی پر نہیں ہو سکے گی اور وہ سارا دن بے چین رہے گا اس لیے اگر آپ کا کوئی بچہ مستقل طور پر پیٹ میں درد کی شکائیت کرے یا کبھی کبھار ہی شکائیت کرے تو اسے ہرگز نظر انداز نہ کریں ہو سکتا ہے کہ وہ ٹھیک کہہ رہا ہو اس لیے بچے کو فوراً ڈاکٹر سے چیک اپ کروائیں تا کہ اس کا صحیح تدارک ہو سکے ڈاکٹر ہی صحیح طور پر پیٹ درد یا سر درد کی وجوہات کا پتہ چلا کر مناسب علاج کر کے بچے کی جسمانی صحت کو بحال کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

بہت سے بچے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ پیشاب روک کر رکھتے ہیں اور اس وقت ہی پیشاب کرتے ہیں جب ان کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے اگر آپ کے بچے میں یہ عادت پائی جائے تو اسے سمجھائیں کہ پیشاب کو روکے رکھنا اچھی بات نہیں ہے اس کے بہت سے نقصانات ہیں اور بہت سی بیماریاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔

بچوں کو بتائیں کہ اگر پیشاب آ جائے تو اس کو روکنا نہیں چاہیے فوراً کر لینا چاہیے ہمارے دین اسلام نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ پیشاب کی حاجت ہونے پر پیشاب کو جان بوجھ کر روک دیا جائے یہی وجہ ہے کہ نماز جیسی اہم عبادت کو بھی اس وقت مؤخر کر دینے کا حکم ہے کہ جب پیشاب کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو۔ بچوں کو یہ بھی بتائیں کہ اسلام بیٹھ کر پیشاب کرنے کا حکم دیتا ہے اگر کھڑے ہو کر پیشاب کیا جائے تو اس کے اندرونی اور بیرونی نقصانات بڑھ جاتے ہیں چونکہ پیشاب میں جراثیم بھی ہوتے ہیں اور یہ ناپاک بھی ہوتا ہے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اس کے چھینٹے بدن اور لباس کو ناپاک کر دیتے ہیں ۔ کھڑا ہو کر پیشاب کرنے کا اندرونی نقصان یہ ہے کہ اس سے غدہ

قدامیہ پر برا اثر پڑتا ہے اور وہ متورم ہو کر بڑھ جاتا ہے جس سے پیشاب کا بند ہو جانا۔ پیشاب کا قطرہ قطرہ آنا' تکلیف سے آنا' دھار کا پتلا ہونا جیسے امراض پیدا ہو سکتے ہیں۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے اور پھر بغیر استنجا کے پیشاب کے قطرے اعضائے جسم پر گرتے اور لگتے رہتے ہیں جس سے جلدی امراض اور دیگر بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں احادیث مبارکہ میں کثرت سے پیشاب سے نہ بچنے پر وعید آئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ پیشاب سے بچو اکثر عذاب قبر پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اپنے بچوں کو حفظان صحت کے اصولوں سے روشناس کراتے رہیں اور انہیں صفائی کی عادت ڈالیں صفائی کی اہمیت اور فوائد کے متعلق بتاتے رہا کریں بچے بہت سے امراض سے محفوظ رہیں گے۔ اگر کبھی خدانخواستہ آپ کے بچے کی طبیعت ناساز ہو جائے تو ہرگز لاپرواہی سے کام نہ لیں اور فوراً مناسب تدابیر اختیار کریں۔

بچوں کی لڑائیاں اور باپ کی ذمہ داری

چھوٹے بچوں کا اپنے بہن بھائیوں سے معمولی بات پر خفا ہو جانا اور جھگڑا کرنا عام سی بات ہے اسی طرح بچے سکول میں یا گھر سے باہر اپنے دوستوں سے بھی بعض اوقات جھگڑ لیتے ہیں ان جھگڑوں کی وجوہات نہائیت معمولی ہوتی ہیں بچے آپس میں جھگڑتے بھی ہیں اور پھر کچھ دیر بعد وہ اس جھگڑے کو بھول کر دوبارہ سے ایک دوسرے کے ساتھ پہلے کی طرح گھل مل جاتے ہیں اس لیے بچوں کی معمولی معمولی لڑائیوں پر سیخ پا ہو کر کوئی غلط قدم اُٹھانا عقل و دانش کے خلاف ہے اگر گھر میں بچوں کے مابین کسی بات پر جھگڑا ہو جائے تو باپ کو اس میں فریق بنتے ہوئے کسی ایک بچے کی بہت زیادہ طرفداری نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے اس بچے کے دل میں جس کی حمائیت نہ کی جارہی ہو یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ باپ کو مجھ سے محبت کم ہے اس سے اس بچے میں حسد کے جذبات بھی پروان چڑھ سکتے ہیں اور گھریلو ماحول بھی متاثر ہو سکتا ہے۔ باپ اس ضمن میں اپنی ذمہ داری کو احسن

طریقے سے نبھاتے ہوئے لڑائی کو بڑھنے نہ دے بلکہ لڑائی کا خاتمہ کرتے ہوئے بچوں کو پیار محبت سے سمجھاتے ہوئے ان کے مابین صلح کرا دے اگر کسی بچے کی واضح طور پر غلطی ہو تو اسے علیحدگی میں سمجھائے اور مل جل کر رہنے کے فوائد سے آگاہ کرے پیار و محبت کی اہمیت اس پر اجاگر کرے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے بچوں کے جھگڑوں کی نوعیت عام طور پر معمولی ہوتی ہے بچے آپس میں کھیلتے ہوئے بھی لڑ پڑتے ہیں اگر کسی بچے کے پاس کوئی کھلونا ہے جبکہ دوسرا بچہ بھی وہ کھلونا اپنے ہاتھ میں پکڑنا چاہتا ہے جس کے پاس کھلونا ہے وہ دینا نہیں چاہتا چنانچہ اس چھینا جھپٹی کی کیفیت میں بھی بچے آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔ یاد رکھیے بچوں کی لڑائی صرف وقتی ہوتی ہے چونکہ ان کے دل صاف ہوتے ہیں وقتی غصے اور جذبات کے بھڑکنے کے باعث ان میں تلخی پیدا ہو جاتی ہے جو کہ تھوڑی دیر بعد ختم بھی ہو جاتے ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے دیکھا ہوگا۔ جو بچے ابھی ایک دوسرے سے لڑے تھے۔ ذرا سی دیر کے بعد وہ پھر آپس میں کھیل رہے ہوتے ہیں۔

اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک بچہ دوسرے بچے کو دیکھ کر منہ چڑا دیتا ہے دوسرا بچہ اس کی یہ حرکت برداشت نہیں کر پاتا اس لیے دونوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے اسی طرح بعض بچے آپس میں باتیں کرتے ہوئے بھی خوامخواہ جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں غرضیکہ بچوں کی لڑائی کی کوئی معقول وجہ نہیں ہوتی لڑنا اور پھر مان جانا دل میں کدورت نہ رکھنا اور باہم شیر و شکر ہو جانا بچوں کی عادت کا حصہ ہوتا ہے بچوں میں شوخی ہوتی ہے شرارتیں کرنا اور شوخیاں کرنا ان کی فطرت میں شامل ہوتا ہے بچوں کی شوخی اعتدال اور تہذیب کے خلاف نہیں کیونکہ بچپن کا تقاضا یہی ہے کہ بچہ بچوں کی طرح شوخ ہو بزرگوں کی طرح سنجیدہ ہونا بچوں کے مزاج اور عمر سے مطابقت نہیں رکھتا۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرید سے فرمایا کہ تم اپنے بچوں کو ہمارے پاس نہیں لاتے۔ وہ بے چارہ کچھ بہانے کر دیتا کیونکہ اسے اندیشہ تھا

کہ مرزا صاحب بہت نازک مزاج ہے اور بچے شوخ مزاج ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی کسی حرکت سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ جب آپ نے کئی بار تقاضا کیا تو تین چار دن ٹال کر وہ اپنے بچوں کو لائے اور اس مدت میں ان کی خوب تعلیم دی کہ اس طرح سر جھکا کر بیٹھنا' یوں ادب کرنا مجلس میں اِدھر اُدھر نہ دیکھنا۔ بچوں نے اس طرح کیا کہ سلام کر کے بت کی طرح خاموش بیٹھ گئے نہ نگاہ اُوپر اُٹھائی نہ کوئی بات کی۔ اب مرزا صاحب ان کو کھولنا چاہتے ہیں تو کھلتے نہیں۔ مرزا صاحب نے مرید سے فرمایا کہ میاں تم آج بھی اپنے بچوں کو نہ لائے۔ اس نے عرض کیا حضور! یہ حاضر تو ہیں۔ فرمایا یہ بچے ہیں؟ یہ تو تمہارے بھی ابا ہیں بچے تو کھیلتے ہیں' کودتے ہیں' شوخیاں کرتے ہیں' کوئی ہماری ٹوپی اتارتا' کوئی کمر پر سوار ہوتا بچے تو ایسے ہوتے ہیں اور یہ تو تمہارے ابا بن کر بیٹھ گئے۔

اس واقعہ سے بھی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بچے شوخیاں کرتے ہی اچھے لگتے ہیں اس لیے ان کی شوخیوں' شور اور آپس کے معمولی معمولی جھگڑوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جب بچے وقتی طور پر آپس میں لڑ جھگڑ کر پھر سے ایک ہو جاتے ہیں اور دوبارہ ایک دوسرے کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیتے ہیں جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہیں تو پھر آپ کو بھی اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے سیخ پا نہیں ہونا چاہیے البتہ آپ یہ کر سکتے ہیں کہ اگر آپ کے بچے آپس میں ہر وقت لڑتے رہتے ہیں تھوڑی دیر تک بھی مل جل کر نہیں رہ سکتے تو آپ سب بچوں کو بٹھا کر پیار و محبت سے ان کو سمجھائیں اگر بڑا بچہ چھوٹوں کو بلا وجہ مارتا رہتا ہو تو اس بچے کو علیحدگی میں بلائیں اور اسے سمجھائیں کہ چھوٹوں کو مارنا کوئی اچھی بات نہیں ہے چھوٹے بہن بھائیوں کو پیار کرنا چاہیے ان کے ساتھ پیار سے پیش آنا چاہیے۔ اگر آپ کے دونوں بڑے بچے آپس میں لڑ پڑیں اور گتھم گتھا ہو جائیں تو اس وقت دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کریں اور لڑائی ختم کرا دیں پھر دونوں کی علیحدہ علیحدہ تنہائی میں بلا کر جھگڑے کی وجہ معلوم کریں وجہ معلوم ہونے کے بعد لڑنے جھگڑنے کے نقصانات اور ان کی نحوست اور برے اثرات کے بارے میں ان کو بتائیں تا کہ بچوں پر واضح ہو کر لڑنا جھگڑنا بری عادت ہے پھر آپ دونوں بچوں کو اپنے پاس بٹھا کر دونوں کو خوب پیار محبت سے رہنے کی تلقین

کریں پیار محبت سے رہنے اور آپس میں اتفاق ہونے کے فوائد کے متعلق انہیں بتائیں اور دونوں کی صلح کرا دیں اور ایسی اچھی گفتگو کریں کہ جس سے بچے خوش ہو جائیں اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں محبت کے جذبات اُبھر آئیں ہر نماز کے بعد بارگاہ الٰہی میں دعا مانگیں کہ یا اللہ! میرے بچوں پر اپنا خصوصی فضل و کرم نازل فرما ان کے مابین محبت و الفت پیدا فرما دے۔

اسی طرح اگر آپ کا بچہ سکول میں یا محلے میں کسی دوسرے بچے سے لڑ کر آیا ہے تو لڑائی کے معاملے میں ہرگز اس کی حوصلہ افزائی نہ کریں آرام اور تسلی سے لڑائی کی وجہ معلوم کریں اور پھر اپنے بچے کو پیار سے سمجھا کر اس کا غصہ ٹھنڈا کریں تا کہ جھگڑا طول نہ پکڑے اگر آپ کا بچہ جھگڑے کے دوران کسی کو پیٹ کر آیا ہے تو اس پر خوشی کا اظہار نہ کریں اور نہ ہی بچے کو یہ شہہ دیں کہ بیٹا! جو تجھے ایک مارے تو دو مارا کر۔ آپ کی اس بات سے بچہ لڑائی پر شیر ہو جائے گا اور خدانخواستہ اس کے ہاتھ سے کسی دوسرے بچے کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے بلکہ اگر کبھی ایسی صورت پیدا ہو جائے تو اپنے بچے کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے اسے معاشرے میں رہنے کے آداب بتائیں لڑائی جھگڑے کے نقصانات کی مثالیں دے کر اور کوئی نہ کوئی واقعہ سنا کر بچے کو جھگڑنے کی برائی اور فساد کے متعلق آگاہی دیں بچوں کو بتائیں لڑائی کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ بچوں کی اگر محلے میں کسی دوسرے بچے سے لڑائی ہو جائے تو بات کو ختم کرنے کی بجائے اس کو بڑھانا پسند کرتی ہیں خاوند سارے دن کا تھکا ہارا شام کو جب گھر واپس آتا ہے تو اسے سانس بھی آرام سے نہیں لینے دیتیں اور شکایات کی پٹاری کھول دیتی ہیں کہ آج فلاں کے بیٹے نے آپ کے بیٹے کو مارا ہے اور اسے چوٹ بھی لگی ہے چونکہ باپ کے دل میں بھی اپنے بچے کے لیے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے وہ کسی صورت یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کے بیٹے کو کوئی اس طرح پیٹے کہ اسے چوٹ بھی لگ جائے لہٰذا باپ فوراً آگ بگولا ہو جاتا ہے وہ معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا اور اسی وقت اُٹھ کر اس بچے کے گھر گیٹ پر پہنچتے ہی اپنے غصے کا اظہار نازیبا

الفاظ میں کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اب اگر دوسرے بچے کا باپ بھی غصیلا اور معاملہ فہم نہ ہو تو پھر دونوں بڑوں کے مابین جھگڑا ہو جانا ایک آسان سی بات ہے بڑوں کے جھگڑے کا نقصان بھی زیادہ ہوتا ہے اور معاملہ بڑی مشکل سے ٹھیک ہوتا ہے۔ آج کل ایسا دور ہے کہ زیادہ تر لوگ تماشہ دیکھنے والے ہوتے ہیں کوئی کسی کی لڑائی میں نہیں پڑتا چاہتا عجیب نفسا نفسی اور خود غرضی کا دور دورہ ہے لہٰذا باپ کو اپنے بچوں کی محبت میں اندھے نہیں ہونا چاہیے کہ بچوں کے جھگڑوں کو نمٹانے اور صلح کرانے کی بجائے خود ہی لڑ پڑیں۔

بعض مرد وقتی طور پر تھوڑی سی سمجھداری دکھاتے ہیں کہ جب ان کی بیوی انہیں دوسرے بچے کے خلاف ابھارتی ہے اور اپنے بچے کی ہمدردی اور محبت کا جذبہ ان کے دل میں بیدار کرتے ہوئے آگ بگولا کرنے کی کوشش کرتی ہے تو وہ اپنے مزاج کے مطابق بیوی کو سمجھاتے بھی ہیں کہ چلو چھوڑو بیگم' بچوں کی لڑائی ہے خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے بچوں کی لڑائی کو طول دینا اچھی بات نہیں ہے اس سے بڑوں کے مابین جھگڑے کی نوبت پیدا ہو جاتی ہے اس موقع پر اگر بیوی سمجھدار نہ ہو اور اس کے مزاج میں انا اور ضد ہو تو وہ اپنے خاوند کو طرح طرح کے طعنے دیتی ہے کہ بزدل ہے اس کے بچے کو فلاں کے بچے نے مارا ہے اور یہ ان کے ساتھ جا کر بات بھی نہیں کر سکتا ٹھیک ہے میرا بچہ روز کسی نہ کسی سے مار کھا کر آئے مجھے کیا ہے اپنی بیوی کی اس طرح کی جلی کٹی باتیں اور بزدلی کے طعنے سن کر اچھا بھلا سمجھدار آدمی بھی غصے میں آ جاتا ہے اور پھر وہ بیوی کی باتوں میں آ کر دوسروں سے لڑنے کے لیے چل پڑتا ہے۔

آپ کا واسطہ اگر اس طرح کی بیوی سے ہو تو اس کی باتوں کا ہرگز برا نہ منائیں اور نہ ہی بیوی کے اکسانے پر جھگڑا کرنے کے لیے جائیں اگر بیوی آپ سے اس وجہ سے ناراض ہوتی ہے تو اس کی پرواہ نہ کریں صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے پیار سے سمجھائیں کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھگڑے کو ناپسند فرمایا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو پتھر مارنے والوں' زخمی کرنے والوں اور گالیاں دینے والوں کو بھی دعائیں ہی دی ہیں۔ بیوی سمجھے یا نہ سمجھے آپ اپنی ذمہ داری پوری کر دیں اور

پھر گھر والوں کو بتائے بغیر اصل حقائق معلوم کرنے کی کوشش ضرور کریں ہو سکتا ہے کہ غلطی دونوں بچوں کی ہو اگر آپ کے بچے کو لڑائی کے دوران کوئی چوٹ لگی ہے تو ہو سکتا ہے کہ دوسرے بچے کو بھی آپ کے بچے سے کوئی چوٹ لگی ہو اگر ایسی صورت حال ہو تو پہلے اپنے بچوں کو سمجھائیں اور اپنی اہلیہ کو بھی بتائیں کہ ہمارے بچے کا بھی اس لڑائی میں قصور ہے اسی طرح دوسرے بچے کے کسی بڑے کو اخلاق سے ملیں اور حکمت و دانائی سے کام لیتے ہوئے دونوں بچوں کے مابین صلح کروانے کے لیے بات کریں اگر اس موقع پر کشیدگی پیدا ہونے کا احتمال ہو تو صبر و برداشت سے کام لیں اور آپے سے باہر نہ ہوں اگر آپ کی وجہ سے دونوں بچوں میں صلح ہو جائے تو یہ لڑائی کو طول دینے سے بہت ہی بہتر اور اچھی بات ہے۔

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب گھر آنے پر ان کو یہ پتہ چلے کہ ان کے بچے کو فلاں بچے نے مارا ہے تو سنتے ہی آگ بگولا ہو جاتے ہیں اور اسی وقت اس بچے کے گھر یا اگلے دن سکول جا پہنچتے ہیں اگر وہ بچہ مل جائے تو بغیر سوچے سمجھے اور کچھ پوچھے بغیر معاملے کی تحقیق کی ضرورت کو بھی محسوس نہیں کرتے اور چند تھپڑ اسے رسید کر دیتے ہیں ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے دوسرے کے بچے کو بھی اپنے بچوں کی طرح خیال کریں اگر آپ دوسروں کے بچوں کو پیٹیں گے تو دوسرے ہرگز آپ کی اس حرکت کو برداشت نہیں کریں گے اس سے لڑائی کی ایک نئی آگ بھڑک سکتی ہے جس میں فائدہ نہیں سراسر نقصان ہی ہے لہٰذا بچوں کی لڑائی کی نوعیت کیسی ہی کیوں نہ صبر و تحمل اور بردباری کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہ چھوڑیں گھر میں کسی کے اکسانے یا خود بخود سیخ پا ہو کر انتہائی اقدام کرنے سے گریز کریں اسی حوالے سے روزنامہ جنگ میں تحریر کردہ ایک واقعہ نہائیت عبرت ناک ہے جو کہ ذیل میں لکھا جاتا ہے ہر ایک کو اسے پڑھنا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ بعض اوقات ایک لمحہ کی غلطی سے کتنا بڑا نقصان ہو جاتا ہے۔

ایک لمحہ کی غلطی

23 مئی 1996ء کا ذکر ہے جب میں ایک تپتی دوپہر کو پاکستان اسٹیل کیڈٹ کالج کراچی میں اپنی ڈیوٹی دے کر واپس آ رہا تھا۔ بس اسٹاپ سے جیسے ہی میں اپنی گلی میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر ایک لمحے کے لیے ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا کہ دو ننھے یتیم بچے حسن اور شاہد ایک خالی پلاٹ پر بڑے پیار سے گیند بلا کھیل رہے تھے۔ گرمی اور دھوپ کی تمازت سے ان کے چہرے تمتما رہے تھے مگر انہیں نہ تو موسم کی شدت کا احساس تھا اور نہ کسی آنے والے کی پروا۔ انہیں تو یہ خیال بھی نہ تھا کہ اسی گیند بلے کے کھیل نے صرف ایک ہفتے پہلے ان دونوں کو یتیم کر دیا تھا۔

گزشتہ برس اگست کے مہینے تک میں کراچی کی جس بستی میں مقیم تھا وہاں زیادہ تر متوسط اور نچلے طبقے کے لوگ رہا کرتے تھے۔ انہیں لوگوں میں دو ایسے پڑوسی بھی تھے جو گزشتہ بیس برس سے ایک ساتھ رہتے بستے چلے آ رہے تھے۔ محلے والے ان کی دوستی کی مثالیں دیا کرتے۔ ان میں سے ایک اظہر صاحب تھے جو ایک سرکاری محکمہ میں سپرنٹنڈنٹ تھے اور دوسرے ناصر صاحب جو فوج کے ریٹائرڈ حوالدار تھے اور اب محلہ میں کریانے کی چھوٹی سی دکان چلا رہے تھے۔ ناصر صاحب اور اظہر صاحب کی بیویوں اور بچوں میں بھی بڑی محبت تھی۔ ناصر صاحب تو کثیر العیال تھے جن کی چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے تھے مگر اظہر صاحب کے صرف دو ہی بچے تھے۔ چودہ برس کی اسماء اور سات برس کا شاہد۔ ناصر صاحب کا سب سے چھوٹا بیٹا حسن ناصر اظہر صاحب کے بیٹے شاہد کا ہم عمر تھا۔ حسن اور شاہد محلے ہی میں واقع اسکول میں ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے۔ دونوں ایک ساتھ اسکول جاتے' ایک ساتھ واپس آتے اور پھر یہ ہوتے اور کھیل کود۔

16 مئی کی گرم دوپہر تھی جب حسن اور شاہد نے اسکول سے واپس آ کر الٹا سیدھا کھانا کھایا اور پھر حسب معمول گیند بلا سنبھال کر گلی میں نکل گئے۔ دونوں کی مائیں چیختی رہ

گئیں مگر وہاں سنتا کون؟ ابھی دونوں کو کھیلتے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حسن نے شاہد کی گیند پر جو زوردار ہٹ لگائی تو گیند سنسناتی ہوئی شاہد کے ناک سے ٹکرا گئی۔ گیند اتنی زور سے شاہد کی ناک پر لگی تھی کہ اس کی نکسیر پھوٹ گئی اور خون کا فوارہ اچھل کر بہہ نکلا۔ شاہد درد سے تڑپ اٹھا اور اس نے غصہ میں آگ بگولا ہو کر ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور حسن کے رسید کر دیا۔ پتھر سیدھا جا کر حسن کے سینے پر لگا اور وہ چیخ مار کر زمین پر گر پڑا۔ پھر کیا تھا۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے اور خوب مار پیٹ ہونے لگی۔ کسی نے ناصر صاحب کو اس بات کی خبر کر دی جو اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ فوراً اس جگہ پہنچے جہاں دونوں بچے ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو رہے تھے۔ ناصر صاحب نے انہیں ایک دوسرے سے چھڑایا حسن کو تو وہ کھینچتے ہوئے اپنے گھر لے گئے جب کہ شاہد روتا چیختا اپنے گھر چلا گیا۔ اظہر صاحب کی اہلیہ نے جب شاہد سے خون بہنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے اصل واقعہ بتانے کے بجائے سارا الزام حسن کے سر دھر دیا۔ اب اظہر صاحب کی بیگم تمام محبت' خلوص اور لگاؤ بھول کر' حسن اور اس کی ماں کو گالیاں اور کوسنے دینے لگیں۔ حسن کی امی نے جب یہ مغلظات سنیں تو وہ برداشت نہ کر سکیں اور ناصر صاحب کے سمجھانے بجھانے کے باوجود تنتناتی ہوئی اپنے گھر سے نکل کر اظہر صاحب کے دروازے تک پہنچیں اور دروازہ پیٹ پیٹ کر شاہد کی امی کو چیلنج کرنے لگیں۔ شاہد کی امی بھی شعلہ جوالہ بنی ہوئی گھر سے باہر آئیں اور حسن کی امی سے الجھ پڑیں۔ ناصر صاحب نے فوراً موقع پر پہنچ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ چند لمحے کے اندر اندر ہی دونوں خواتین دست و گریبان ہو کر ایک دوسرے کے جھونٹے نوچ چکی تھیں۔ انہوں نے درمیان میں آ کر دونوں کو الگ الگ کرنے کی کوشش کی تو سہواً ان کا ہاتھ شاہد کی امی کے جسم سے ٹکرا گیا۔ آن کی آن میں بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اب تو شاہد کی امی نے ناصر صاحب کو بھی ہزاروں گالیاں سنا ڈالیں اور ان کے ایک ہاتھ بھی جڑ دیا۔ اس دوران محلے کے کچھ مرد اور عورتیں وہاں آ گئیں اور انہوں نے طرفین میں بیچ بچاؤ کرا دیا۔ اس طرح معاملہ وقتی طور پر رفع دفع ہو گیا۔

مگر شام کو جیسے ہی اظہر صاحب تھکے ماندے دفتر سے واپس آئے تو ان کی بیگم

نے ان سے اس ناخوشگوار واقعہ کو نمک مرچ لگا کر بیان کیا۔ یہ سب سن کر اظہر صاحب کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ غیرت سے ان کا خون کھول گیا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ گھر میں پڑی ہوئی ایک کلہاڑی اٹھائی اور سیدھے ناصر صاحب کی دکان پر جا پہنچے۔ اس وقت دکان پر صرف ایک ہی گاہک موجود تھا اور ناصر صاحب ترازو پر جھکے ہوئے کوئی سودا تول رہے تھے۔ بغیر کسی توقف کے اور کچھ کہے سُنے بغیر اظہر صاحب نے ناصر صاحب پر کلہاڑی کا بھرپور وار کیا۔ کلہاڑی ناصر صاحب کے بائیں کاندھے پر لگی اور ناصر صاحب شدید زخمی ہو گئے۔ مگر چشم زدن میں وہ اٹھے۔ انہوں نے دو سیر کا وزن کا ایک بٹہ اٹھا کر اظہر صاحب کے سر پر دے مارا۔ اظہر صاحب اس وار کی تاب نہ لا سکے اور وہ بھی تیورا کھا کر گرے مگر اگلے ہی لمحے وہ جھرجھری لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور دکان کے اندر گھس کر ناصر صاحب کے سر پر کلہاڑی رسید کر دی۔ یہ وار کارگر ثابت ہوا اور ناصر صاحب موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ مگر ترازو کے بٹے کی چوٹ اظہر صاحب کے لیے بھی ناقابل برداشت ثابت ہوئی اور چند لمحے بعد وہ بھی جاں بحق ہو گئے۔ گاہک کے شور شرابے پر جب چند لوگ وہاں پہنچے تو ناصر صاحب اور اظہر صاحب کے بے جان لاشے پڑے ہوئے پائے۔ فوراً پولیس والے نعشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے لے گئے اور اگلے دن بعد نماز ظہر دونوں دوستوں کو جو ایک لمحے کی بھول کے نتیجے میں ایک دوسرے کی جانی دشمن بن گئے تھے ناتھ کراچی کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

اس سنگین سانحہ اور دلدوز واقعہ کو ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ میں نے حسن اور شاہد کو حسب سابق ایک ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا' صاحب اولاد حضرات سے میری گزارش ہے کہ خدارا بچوں کی لڑائی کو زندگی اور موت کا مسئلہ نہ بنائیں' بچے تو لڑ بھڑ کر پھر ایک ہو جاتے ہیں' مگر ان کے والدین کی نادانی انہیں ایک دوسرے کا جانی دشمن بنا دیتی ہے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ)

بچے کے ذہنی رجحان کا خیال رکھنا

جب بچہ سکول یا کالج میں زیر تعلیم ہو تو باپ کو اس کے مستقبل کے ذریعہ معاش کے ضمن میں بھی سوچ بچار کر لینی چاہیے اور بچے کے ذہن کا رجحان دیکھ کر جو دنیاوی تعلیم مستقبل میں اسے فائدہ مند ہو سکتی ہے اسی کے مطابق اس کی تعلیم کا بندوبست کرنا چاہیے بغیر سوچے سمجھے پڑھاتے چلے جانے سے بعض اوقات نتیجہ توقع کے خلاف نکلتا ہے لہٰذا باپ کو چاہیے کہ وہ گاہے بگاہے اپنے بچے کے تعلیمی معاملات کے سلسلہ میں اساتذہ کرام سے رابطہ رکھا کرے تاکہ اسے اپنے بچے کی تعلیمی صلاحیتوں کے بارے میں درست طور پر معلومات حاصل ہو سکیں۔

بچہ جیسا کچھ بھی ہو اسے ویسے کا ویسا ہی قبول کر لینا اور عملی مقاصد میں اسے مدد دینا باپ کے لیے آسان ہوتا ہے بہ شرطیکہ باپ میں اور اسکول میں قریبی تعلق ہو۔

عام طور پر ہمارے معاشرے میں باپ اور مائیں دونوں ہی اسکول کے معاملات میں بے پرواہ ہیں' حالانکہ بچے کی تعلیم میں گھر اور مدرسے کا تعاون انتہائی ضروری ہے اور اس کے بغیر بچے کی تعلیم کماحقہ نہیں ہو سکتی۔

تجربے سے بہت سے اسکولوں میں یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ باپ جتنی زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اتنی ہی کم زحمت اسکول کو ایسے مسئلوں میں ہوتی ہے جیسے بے ایمانی' کام سے بھاگنا اور دوسرا مجرمانہ طرز عمل۔

باپ اور اسکول دونوں کا فرض ہے کہ بچے کو کاروبار دنیا کے لیے تیار کر دیں اور اسے اپنے پیشے کے انتخاب میں مدد دیں۔

بہت سے بچے چھوٹی عمر ہی میں کام کی دنیا سے دلچسپی کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ اپنے اپنے کھیلوں میں وہ دودھ والے' کوئلہ بیچنے والے' پولیس والے' ڈاکیے' نرس' ڈاکٹر اور استاد کی نقل اتارتے ہیں۔ سن شعور کو پہنچنے سے بہت پہلے انہیں باپ کا دفتر یا کارخانہ دیکھنے

کا شوقین ہوتا ہے۔ اسے دیکھنے کے بعد وہ باپ کی اور اس کے ماحول کی نقل کرنا بھی اپنا دلچسپ مشغلہ بنالیتے ہیں۔

اسکول کے ذریعے باپ اپنے بچے کی قابلیتوں اور دلچسپیوں کا پتہ زیادہ چلا سکتا ہے اور باپ اور اسکول دونوں جانچ سکتے ہیں کہ بچہ کس کام کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہے۔

لیکن بچہ بطور خاص باپ ہی سے کام کے لیے اپنا رجحان طبع اخذ کرتا ہے۔ وہ باپ جو اپنے کام سے شغف رکھتا ہے اپنا کچھ شوق بچوں میں بھی منتقل کرتا ہے اور بچوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ کام کو زیادہ تعمیری چیز سمجھیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ یہ کام صرف روزی پیدا کرنے کے لیے مجبوراً کرنا ہی پڑے گا۔

گھر کے ماحول میں بددلی اور بے دلی ہو، تو بچے فوراً ایسے محسوسات اخذ کر لیتے ہیں، مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ باپ اپنے آپ کو کوئی انتھک دیو ثابت کرنے کی کوشش کرے وہ خوشدلی کے ساتھ تسلیم کر سکتا ہے اور اسے تسلیم کرنا چاہیے کہ بہت سے کام ایسے ہیں جن کی کچھ چھوٹی تفصیلات خاصی کوفت کا باعث ہوتی ہیں اور بعض دفعہ کام سے ہمت پست بھی ہو جاتی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ بچوں کو یہ احساس بھی دلا سکتا ہے کہ کام کرنے والے کو اپنے کام ہی میں اطمینان بلکہ لطف حاصل ہوتا ہے۔

باپ بچے کو بہت سے کاموں کی خوبیاں بتا سکتا ہے اور اسے سکھا سکتا ہے کہ ہر کام اور پیشہ عزت کا مستحق ہے۔

وہ حد جو گھر اور باہر کی دنیا کے درمیان ہوتی ہے، بعض اوقات اس کا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ دو قسم کے معیار قائم ہو جاتے ہیں۔ درمیانی درجے کے باپوں کا مطالعہ کر کے دو پروفیسر اس نتیجے پر پہنچے کہ ذریعہ معاش کی دنیا میں باپ کو اس بنیاد پر جانچتے ہیں کہ وہ کیا کر سکتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ وہ کون ہیں اور مسابقت اور جارحانہ طرزِ عمل کی بالعموم حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

اسی معائنہ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ باپ اپنے بیٹوں کے لیے جو اقدار اور مقاصد متعین کرتے ہیں، وہ بیٹوں کے لیے متعینہ اقدار و مقاصد سے مختلف ہوتے ہیں بیٹیوں کے مقابلے میں انہیں اپنے لڑکوں کا خاص خیال لگا رہتا ہے کہ اسکول کے کام میں زیادہ اچھے رہیں، ذمہ دار ہوں اور پیش پیش رہیں۔ اچھے کھلاڑی ہوں، ان کا طرزِ عمل منفی نہ ہو۔ لڑکوں کے لیے ان کے معین تصورات ہوتے ہیں کہ وہ فلاں کام کریں، مگر لڑکیوں کے بارے میں ایسی کوئی تجویز اُن کے ذہن میں نہیں ہوتی۔

باپ کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے اور بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے ذہنی رجحان کو اسلامی ماحول میں ڈھالنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے یہ درست ہے کہ چونکہ بیٹوں نے بڑے ہو کر معاشی مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش ضرور اختیار کرنا ہوتا ہے اس لیے نفسیاتی طور پر اس سلسلہ میں باپ کی توجہ بیٹوں پر زیادہ مرکوز ہوتی ہے لیکن یاد رکھیے اگر بیٹی کی تعلیمی معاملات میں دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے باپ اسے زیورِ تعلیم سے آراستہ کرے گا تو بیٹی کی جب شادی ہوگی تو وہ زیادہ بہتر طور پر اپنے گھر میں اپنے بچوں کی تربیت کا فریضہ ادا کر سکے گی اسے دینی و دنیاوی علوم سے آگاہی ہوگی تو ہر مسئلے کا حل اس کے پاس موجود ہوگا۔

بچوں کے بڑا ہونے پر باپ کی ذمہ داری

تمام والدین کی زندگی میں ایک وقت ایسا آتا ہے جب انہیں ایکا ایکی احساس ہوتا ہے کہ بچہ اب بچہ کم اور بڑا زیادہ ہو گیا ہے۔

والدین کے لیے اس ناگزیر حقیقت کو تسلیم کرنا مشکل ہوتا ہے کہ ان کا بچہ بڑا ہو رہا ہے۔ عموماً باپ کے لیے یہ بات نسبتاً کم مشکل ہوتی ہے اور وہ ان بندھنوں کو توڑنے میں بھی ماں کی مدد کر سکتا ہے جو بچے کو ماں سے باندھے رہتے ہیں۔ شوہر بالعموم گھر کے روزمرہ کے تفکرات میں اتنا مبتلا نہیں ہوتا جتنی کہ بیوی، جو کبھی کبھی صحیح طور پر سوچنے سے بھی قاصر رہ

جاتی ہے۔ باپ اپنے کام میں مسلسل گھنٹوں منہمک رہتا ہے' اسی وجہ سے جب وہ اپنے گھر کے ماحول میں آتا ہے تو بہت سے گھریلو مسائل کو خواہ وہ والدین کے ہوں یا بچوں کے' ایک نئے نقطہ نظر سے دیکھتا ہے۔

بالیدگی کے عمل سے بچہ بھی اتنا ہی پریشان ہوتا ہے جتنے اس کے والدین۔ اس لیے پختہ کار باپ یہ محسوس کرتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے' اس کو سمجھنا میری ذمہ داری ہے۔ وہ والدین اور معلم جو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ سن بلوغ کو پہنچتا ہوا بچہ جان بوجھ کر ''پیچیدہ'' اور ''الجھا ہوا'' بن جاتا ہے۔ وہ عام طور سے یہ طے کر لیتے ہیں کہ سختی بھی ذرا بڑھا دینی چاہیے' حالانکہ اس زمانے میں بچے کو محبت اور توجہ کی ضرورت سخت پابندیوں اور سزاؤں سے زیادہ ہوتی ہے۔

بچوں کی مجرمانہ ذہنیت کے محققین نے دریافت کیا ہے کہ جرائم پسندی میں اور بچے کے اس احساس میں کہ اسے باپ کی کماحقہ' توجہ حاصل نہیں ایک تعلق ہے۔ جن بچوں کو اچھے باپ سے خوشگوار قربت حاصل ہوتی ہے وہ ذرا کم ہی مجرم بنتے ہیں۔ مسلسل شخصی نگرانی یا حفاظت کے لیے بیٹے یا بیٹی پر منڈلاتے رہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر باپ کے لیے یہ بہتر ہوتا ہے کہ جب بھی بچے کو اس کی مدد کی ضرورت ہو' چاہے حساب کا کوئی سوال ہو چاہے کوئی اہم اخلاقی مسئلہ' بچہ اس تک رسائی حاصل کر سکے۔

اس زمانے کی بعض مشکلات میں باپ اس طرح مدد کر سکتا ہے کہ بچے کی خواہش خود مختاری کے محرکات کی مناسب ذرائع اظہار کی طرف رہنمائی کر دے۔ بچہ جتنی خود مختاری کا خواہش مند ہو اس میں اگر اتنی دے دی جائے کہ وہ معقولیت سے اسے صرف کر سکے تو اس سے بچے کو کافی مدد مل جائے گی۔ اگر باپ اپنی بیٹی کو بلی کا بچہ پالنے کی اجازت اس شرط پر دے دے کہ وہ خود بغیر کسی یاد دہانی کے اس کی پوری طرح دیکھ بھال کرتی رہے گی تو اس بچی کی خود مختاری کی نئی خواہش کو بروئے کار آنے کا ایک ذریعہ مل جائے گا۔

یہی وہ وقت بھی ہوتا ہے جب گھریلو فیصلوں میں بچے کو شامل ہونے کی دعوت

دینی چاہیے۔ بچے کی اہمیت کا باپ اس طرح اعتراف کر سکتا ہے کہ اسے بعض باتوں میں مشورے دیئے جائیں مثلاً یہ کہ وہ اپنی چھٹیاں کہاں گزارے۔ اسی طرح بعض باتوں میں اس سے مشورے لیے جائیں مثلاً یہ کہ گھر میں اب کے کیسا رنگ کرایا جائے اور گھر کے کام اب کے کس کس کے ذمے لگائے جائیں۔ بچہ جو بھی رائے دے اسے اسی غور سے سننا چاہیے اور اس کا اتنا ہی احترام کرنا چاہیے جتنا کسی اور کی رائے کا اور فیصلہ کرنے میں بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

بچے جب سیانے ہو جاتے ہیں اور ہر بات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لائق ہو جاتے ہیں تو گھر میں باپ کے رویے کا اثر ضرور لیتے ہیں لہٰذا بچوں کے عمر کی اس حدود میں داخل ہونے پر باپ کو اپنی ذمہ داریوں کا زیادہ احساس اور خیال کرنا چاہیے اور اپنے رویے کو بیوی اور بچوں کے ساتھ اچھا رکھنا چاہیے ہر وقت جارحانہ موڈ اور مزاج میں نہیں رہنا چاہیے۔

کوئی باپ نہیں چاہتا کہ اس کی اولاد کی عادات اور طور طریقے جاہلانہ ہوں اور بیٹے بیٹیاں ذہنی طور پر پسماندہ رہ جائیں اور آوارہ ہو جائیں ان میں سے کوئی خاندان کی عزت ڈبو دے۔

کوئی شخص نہیں چاہتا کہ اس کی ازدواجی زندگی خوشگوار اور پرسکون نہ ہو اور اس کی بیوی اس سے نالاں اور شاکی رہے۔

اس کے باوجود اولاد لڑکپن کے آخری اور نوجوانی کے ابتدائی ادوار میں داخل ہوتے ہی ذہنی خلفشار اور جذباتی گھٹن میں مبتلا ہو جاتی ہے اور زندگی کے حقائق کا سامنا کرنے سے گھبراتی ہے اس میں آوارگی یا آوارہ خیالی بھی آ جاتی ہے اور ذہنی پسماندگی بھی۔ یہ اولاد تشنگی سی محسوس کرتی ہے اور خوف میں بھی مبتلا ہوتی ہے وہ اس تشنگی کو سمجھتی ہے کہ یہ کیا ہے نہ اس خوف کو پہچانتی ہے۔

باپ نے چاہا تو کچھ اور تھا مگر ہو کچھ اور گیا۔ خاوند نے چاہا تو یہ تھا کہ ازدواجی زندگی پرسکون رہے مگر معاملہ الٹ ہو گیا۔

ہمیں اپنی چھبیس سالہ زندگی میں ہزار ہا نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے خطوط ملے ہیں جن میں انہوں نے اپنے نفسیاتی مسائل اور ذہنی کیفیت لکھی ہے ان میں کم و بیش 90 فیصد نے لکھا ہے کہ انہیں اپنے باپوں نے ذہنی مریض بنایا ہے۔ ان خطوط کا لب لباب مشترک ہے جو یوں ہے کہ۔

"باپ اتنا سخت طبیعت کا ہے کہ ہر بات ڈانٹ ڈپٹ کے لہجے میں کرتا ہے۔"

"اتنا حکم منواتا ہے کہ کسی اور کی نہیں سنتا۔" "ہماری ماں کو خریدی ہوئی لونڈی سمجھتا ہے۔" "ہماری ماں پر الزام عائد کرتا ہے کہ اس نے اولاد کو بگاڑ دیا ہے۔"

"ماں اپنی یا ہماری وکالت کرے تو اسے گالیاں دینے اور تھپڑ جڑ دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔" "باپ کا موڈ ہر وقت بگڑا رہتا ہے۔"

شام کو گھر آتا ہے تو اس کا موڈ اتنا غصیلا ہوتا ہے جیسے کسی سے لڑ کر یا کسی سے مار کھا کر آیا ہے اور غصہ ہم پر اور ہماری ماں پر نکال رہا ہے۔

"ایک چھٹی تو ہر ہفتے میں ہوتی ہے' عیدوں کی تین تین چار چار چھٹیاں ہوتی ہیں' باپ کا موڈ اتنا زیادہ آرام کر کے بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔"

ایسے ہی وہ خاوند ہیں جو ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتے ہیں مگر معاملہ الٹ ہو جاتا ہے یہ خاوند ایسے ہی باپوں کی قبیل کے ہوتے ہیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ وہ اپنا موڈ اس توقع پر بگاڑ کر رکھتے ہیں کہ بیوی مرعوب رہے گی اور خاوند کا موڈ خوشگوار کرنے کی کوشش کرے گی لیکن خاوند کو سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

یہ ایک الگ موضوع ہے کہ باپ اپنی اولاد کو ذہنی مریض بنا دیتے ہیں ایسے باپ یہ کام اسی وقت شروع کر دیتے ہیں جب وہ صرف خاوند ہوتے ہیں اور جب باپ بنتے ہیں تو یہ کام جس کا تعلق ان کی فطرت اور عادات سے ہے اور تیز کر دیتے ہیں اس موضوع پر میں پہلے بہت کچھ لکھ چکا ہوں اب صرف موڈ پر بات کروں گا۔

موڈ ایک ایسی ذہنی خرابی یا ایک ایسی عادت ہے جس میں صرف خاوند اور باپ

ہی مبتلا نہیں بلکہ یہ ہر کسی کا روگ ہے اس میں لڑکے اور لڑکیاں یکساں طور پر مبتلا ہیں۔ یہ عادت شادی سے بہت پہلے شروع ہو جاتی ہے خاوندوں اور باپوں کا ذکر یہ واضح کرنے کے لیے کیا ہے کہ موڈ کی خرابی' بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ موڈ کو خراب رکھنے کی عادت اتنی خطرناک ہے کہ جس گھر کو جنت بنتا چاہئے وہ گھر جہنم بن جاتا ہے' اولاد اپنے ہی گھر سے بھاگتی اور پناہیں ڈھونڈتی پھرتی ہے۔ میاں بیوی میں لڑائی جھگڑے روزمرہ کا معمول بن جاتا ہے۔

لوگ جب موڈ کے لفظ سے واقف نہیں ہوئے تھے تو اسے مزاج کہتے تھے مزاجی کیفیت اچھی یا بری' اس وقت محسوس ہونے لگتی ہے جب بچے کا شعور بیدار ہوتا ہے موڈ بچے کا بھی خراب ہوتا ہے اور دادا دادی اور نانا نانی کا بھی۔ گھروں میں اکثر یہ الفاظ سننے میں آتے ہیں...... "آج منے کا موڈ ٹھیک نہیں...... آج دادا ابو کا موڈ بہت خراب ہے۔"

"موڈ کی خرابی" فیشن بھی بن گیا ہے اور ایک جواز بھی اس طرح کہ دفتر میں کام کرنے کو جی نہیں چاہتا تو کہا...... "رکھو یار" کل کریں گے' آج تو موڈ ہی نہیں بن رہا۔" سرکاری دفتروں میں نہایت ضروری کام رکے رہتے ہیں کیونکہ صاحب کا موڈ ٹھیک نہیں ہوتا۔

یہ تو ہے "موڈ" کے لفظ کا استعمال جو ہم لوگ موقع بے موقع کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ موڈ سے آزاد کوئی بھی نہیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ بچہ ہو یا بوڑھا' مرد ہو یا عورت' مزاج ہر کسی میں ہوتا ہے جو کبھی اچھا ہوتا ہے کبھی بگڑ جاتا ہے میں موڈ کا لفظ اس وجہ سے خاص طور پر استعمال کر رہا ہوں کہ یہ لفظ ہماری روزمرہ بول چال میں شامل ہو گیا ہے اور یہ فیشن کے طور پر جواز اور بہانے کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

سوچنے اور سمجھنے والی بات یہ ہے کہ (جو کم ہی سوچی اور سمجھی جاتی ہے) کہ کامیابی اور ناکامی کا' مسرت و ملال کا انحصار موڈ کی اچھائی اور خرابی پر ہوتا ہے۔ کامیابی اور مسرت صرف ان کے حصے میں آتی ہیں جو اپنے موڈ کو اپنے تابع رکھتے ہیں یعنی ان کے موڈ کی لگام ان کے اپنے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ انسان کی روزمرہ زندگی پر اور انسان کی سوچ و فکر پر

کوئی اور چیز اتنی اثر انداز نہیں ہوتی جتنا موڈ اپنے اثرات مرتب کرتا ہے۔

سب سے پہلے ان لوگوں کی بات کروں گا جنہوں نے ...... ''آج تو موڈ نہیں ...... موڈ تو بڑا خراب ہے'' ......کو تکیہ کلام بنا رکھا ہے اور وہ عملاً بھی لوگوں کو خصوصاً اپنے گھر والوں کو اپنا موڈ خراب کر کے دکھاتے رہتے ہیں موڈ کی اس جعلی خرابی میں فرار کا اور اپنی برتری کو جتانے کا رجحان بلکہ شعوری ارادہ ہوتا ہے اصل میں ان کے موڈ میں کوئی خرابی نہیں ہوتی نہ اس میں کوئی بگاڑ ہوتا ہے۔

یہ لوگ دراصل احساس کمتری اور برتری کی تنگی محسوس کرتے ہیں کمتری کا احساس جب بگڑ کر الجھن (Complex) کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو ان لوگوں پر افسری جلال عتاب طاری ہو جاتا ہے پھر یہ لوگ ہر فرد و بشر کو اپنا ادنیٰ ماتحت سمجھ لیتے ہیں اور ہر بات حکم کے لہجے میں کرتے ہیں۔

''موڈ کی خرابی'' اسی قبیل کے آدمیوں کا حربہ ہوتا ہے اصل میں ان کا موڈ خراب نہیں ہوتا وہ موڈ کی خرابی کا حربہ اپنے بیوی بچوں پر استعمال کرتے ہیں اپنے دفتروں وغیرہ سے شام کو گھر کو آتے ہیں تو بیوی بچوں کو پہلا تاثر یہ دیتے ہیں۔ کہ سارے دن کی مغز کھپائی اور کام کی زیادتی نے انہیں جسمانی اور ذہنی لحاظ سے توڑ پھوڑ دیا ہے خواہ دفتر میں یاروں اور دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگاتے اور ہنستے کھیلتے رہے ہوں۔

ان کی یہ عادت عملی صورت اختیار کر جاتی ہے پھر ان کا موڈ واقعی خراب رہنے لگتا ہے وہ چونکہ اپنی ذہنی خلفشار' جذباتی گھٹن اور ذہنی لاشعور میں رچی بسی ہوئی کمتری کی الجھن' کی تسکین کر رہے ہوتے ہیں جو وقتی طور پر ہو بھی جاتی ہے اس لئے وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ بیوی بچوں اور گھر کے دیگر افراد پر ان کا رعب طاری ہو گیا ہے اور اب وہ ان کا دلی طور پر احترام کرتے ہیں اور اب اپنی فرمائشوں اور دیگر ضروریات بتا کر (جو بالکل جائز ہوتی ہیں) پریشانی نہیں کریں گے اور یہ بھی کہ بیوی بچوں کے دلوں میں ان کی ہمدردی پیدا ہو گئی ہے۔

ایسے باپ اس احساس سے ہی بیگانہ ہو جاتے ہیں کہ اپنے گھر کو انہوں نے اپنے بیوی بچوں کے لیے جہنم بنا رکھا ہے اور ان بیوی بچوں کے دلوں میں ایسی بات کا نہ صرف یہ کہ احترام نہیں ہوتا ہمدردی بھی نہیں ہوتی بلکہ نفرت ہوتی ہے۔ بعض نو جوانوں نے اپنے خطوط میں ایسے الفاظ لکھے بھی ہیں ...... ''میں ایسے باپ کی عزت نہیں کر سکتا...... میرا باپ قابل نفرت آدمی ہے۔''

وہ ایسے ہی باپ ہیں جن کے بچے ذہنی مریض ہو جاتے ہیں' غلط راہوں پر چل پڑتے ہیں' ان میں خود اعتمادی نہیں ہوتی' دوٹوک فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی' ان کا IQ کیو (ذہانت) اوسط درجہ سے بہت نیچے ہوتا ہے ان میں جنسی انحراف لازماً پیدا ہوتا ہے باقی ذہنی رجحانات بھی مجرمانہ ہوتے ہیں۔

یہ تو ان باپوں کے موڈ کا مسئلہ ہے جن کے حوالے سے میں نے یہ مضمون شروع کیا ہے انہیں تو میں اتنا ہی کہوں گا کہ اپنی اولاد پر رحم کریں اور ان کی صلاحیتوں کی نشوونما ہونے دیں ایسے باپ اپنا موڈ خراب کر کے خود بھی تو اذیت میں مبتلا رہتے ہیں اس اذیت کے بہت برے اثرات جسمانی صحت پر بھی مرتب ہوتے ہیں اور نفسیاتی توانائی پر بھی اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اپنا اخلاق گھر والوں سے اچھا رکھیں۔ (بحوالہ نفسیاتی الجھن)

اولاد کی شادی کے ضمن میں باپ کی ذمہ داری

جب بچی یا بچہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کی ذمہ داری باپ پر عائد ہوتی ہے چونکہ باپ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور پرورش کے حوالے سے جہاں اپنی دوسری ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے کوشاں ہوتا ہے وہاں باپ کو اپنی اولاد کی اس ذمہ داری کو بھی احسن طریقے سے نبھانا چاہیے اور اس سلسلہ میں غفلت یا لاپرواہی سے کام نہیں لینا چاہیے بچے جب شادی کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں تو ان کی جلد سے جلد شادی کر دینی چاہیے۔ بلوغ کے بعد کا دور شباب کا ہوتا ہے اس عمر میں امنگوں اور جنسی خواہشات کو ابھرنے کا زیادہ موقع ملتا ہے

گو کہ اس عمر میں مستقبل پر غور کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے مگر وہ جذبات کے نیچے دبی دبائی ہوتی ہے عام طور پر بہت ہی کم لڑکے اور لڑکیاں عمر کے اس حصہ میں نفع ونقصان سوچنے کی زحمت برداشت کرتے ہیں شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے وہ ہر وقت ساتھ لگا رہتا ہے اور کبھی نہیں چوکتا اس لیے اگر عمر کے اس نازک ترین حصہ میں بچوں کی شادی کی فکر نہ کی جائے تو راہ راست سے دور پڑ جانے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عمر میں شادی کی ذمہ داری والدین پر ڈالی ہے چنانچہ فرمایا'

''جس شخص کے بچہ ہو اس کو چاہیے بچے کا اچھا نام رکھے' تعلیم و تربیت دے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے' بلوغ کے بعد اگر باپ نے شادی نہیں کی اور اس سے گناہ ہو گیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر (بھی) ہے۔'' (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث پاک سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ باپ کی ذمہ داری میں یہ شامل ہے کہ وہ لڑکے لڑکی کو تعلیم و تربیت دے جو اس کی آئندہ زندگی میں رہبر کا کام دے اور اس کے دل میں خشیت الٰہی کی پرورش کرے تاکہ یہ گناہ کے کاموں سے دور اور متنفر رہے اس کے علاوہ جیسے ہی بچی یا بچہ بالغ ہو باپ اس کی شادی کر دے تاخیر اور تساہلی سے کام نہ لے کیونکہ اگر والدین کی عدم توجہی سے تاخیر ہوئی اور اس اثناء میں اس سے گناہ سرزد ہو گیا تو والدین بھی گناہ سے نہ بچ سکیں گے۔

اسی حوالے سے ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'

''توریت میں لکھا ہے کہ جس کی لڑکی بارہ برس کی ہو جائے اور وہ اس کی شادی نہ کرے اس لڑکی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ گناہ اس شخص پر ہوگا۔'' (بیہقی فی شعب الایمان) (مشکوٰۃ شریف)

بیان کی گئی دونوں احادیث مبارکہ سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ بیٹا اور بیٹی بالغ

ہو جائے تو والدین پر ذمہ داری ہے کہ جلد سے جلد ان کی شادی کر دیں' خود لڑکا اور لڑکی پر بھی ذمہ داری ہے کہ شادی کرنے میں ٹال مٹول نہ کرے وقت آئے تو فوراً تیار ہو جائے اور والدین کا بھی فریضہ ہے کہ لڑکے لڑکی شادی وقت پر کر دیں مگر ان کی رائے معلوم کر کے تاکہ رشتہ مضبوط ہو سکے۔ والدین پر بچوں کی شادی کرنے کی ذمہ داری کی تاکید جتانے اور معاملے کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر وقت پر شادی نہ ہوئی اور والدین نے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کیا اور اس کی وجہ سے لغزش ہوگئی اور لڑکے یا لڑکی میں سے زنا کا ارتکاب ہو گیا تو گناہ کا ایک حصہ والدین کا بھی ہوگا اور گناہ کے مرتکب کو تو گناہ ہوگا ہی۔

اولاد کے لیے دیندار رشتے کا انتخاب کرنا

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ جب اولاد شادی کی عمر کو پہنچ جائے تو شادی کے لئے دیندار رشتے کا انتخاب کیا جائے صرف دولت مند اور مالدار گھرانوں میں رشتے کی جستجو میں نیک اور دیندار گھرانوں سے آنے والے رشتوں کو مسترد نہ کیا جائے اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر اپنا فضل و کرم کر کے اسے خوشحال کر دے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اللہ رب العزت کے نزدیک یہ بڑی پسندیدہ بات ہے کہ رشتے کے معاملے میں دیندار رشتے کو ترجیح دی جائے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور تم میں (جو مرد و عورت) بغیر نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نیک ہوں، ان کا بھی نکاح کرا دو اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا۔ اور اللہ بڑی وسعت والا (اور) جاننے والا ہے۔ (النور 32)

اسلام نے شوہر کے لیے کفو (برابری) کی شرط محض صلاح و فلاح کے لیے عائد کی ہے۔ اور صلاح یہ ہے کہ وہ دیندار' با اخلاق اور نکاح کی مقدرت رکھتا ہو۔ کفو کے لیے

مالدار ہونا ضروری نہیں' کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ غریب شوہروں کو دولت سے نواز کر انہیں بے نیاز کر سکتا ہے اور اللہ سے بڑھ کر سچ کہنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ نیز کفو میں یہ چیز بھی داخل ہے کہ منگیتر اسلام اور اسلامی شعائر پر اٹل اور ثابت قدم ہو۔ اور اگر اس کے ساتھ علم کو بھی شامل کر لیا جائے تو پھر اس کا کیا کہنا۔ کیونکہ علم کی رسائی اسلام میں بہت دور تک ہے۔ علم سے مراد یہاں کتاب و سنت کا علم اور اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔

رہا نسب اور مال میں کفو کا ہونا' تو اسلام میں اس کا کوئی وزن نہیں ہے۔ اس لیے کہ پیغمبر علیہ السلام نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کو حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا۔ حضرت ابو حذیفہ نے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کی شادی حضرت سالم رضی اللہ سے کرائی۔ جبکہ اس وقت سالم ایک انصاری خاتون کے غلام تھے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو' تو اس سے نکاح کرا دو! اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور لمبا چوڑا فساد رونما ہوگا۔ (ترمذی شریف)

اس کی وضاحت میں مشکوٰۃ شریف کی شرح مظاہر حق میں تحریر ہے کہ'

"اگر ایسا نہ کرو گے اور ایسے شخص کے پیغام کو نظر انداز کر کے کسی دولتمند اور صاحب ثروت شخص کے پیغام کے انتظار میں رہو گے جیسا کہ اکثر دنیا داروں کی عادت ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اکثر عورتیں بغیر خاوند کے بیٹھی رہ جائیں گی اور اکثر مرد بغیر بیوی کے پڑے رہیں گے۔ اس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ بدکاری اور برائیوں کا عام چلن ہو جائے گا۔ بلکہ ان عورتوں کے سرپرست اور دلی بڑی بڑی قسم کے

عار و غیرت میں مبتلا ہوں گے پھر جو لوگ ان کو عار و غیرت دلائیں گے وہ ان سے لڑنے جھگڑنے لگیں گے آخر کار اس برائی و فحاشی اور لڑائی جھگڑے سے ایک ہمہ گیر فتنہ و فساد کی شکل پیدا ہو جائے گی۔

(مظاہر حق جلد 3)

دیندار کو ترجیح دینا بہتر ہے

باپ کو چاہیے کہ اگر وہ اپنی بیٹی کے لیے رشتے کی تلاش میں ہو تو اس کی ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ لڑکا نیک اور شریف ہو اور دین اسلام پر عملی طور پر کاربند ہو غربت و افلاس کے باعث دیندار رشتے کو قبول نہ کرنا اچھی بات نہیں باپ کا فرض ہے کہ وہ اس ضمن میں اپنی اولاد کے ذہنوں کو بھی تیار کرے تاکہ جب رشتے کے چناؤ کا معاملہ ہو تو اولاد کا مشورہ باپ کی رائے سے مطابقت رکھتا ہو۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ

ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا۔ آپ نے فرمایا۔ اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ اس لائق ہے کہ اگر کہیں منگنی کا پیغام بھیجے تو فوراً قبول کیا جائے۔ سفارش کرے تو تسلیم کی جائے۔ کوئی بات کرے تو لوگ گوش بر آواز ہوں۔ آپ یہ سن کر چپ رہے۔ پھر غریب مسلمانوں میں سے ایک شخص کا گزر ہوا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے عرض کیا' یہ اس لائق ہے کہ اگر منگنی کرے تو کوئی اس سے نکاح کے لیے آمادہ نہ ہو' سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔ کچھ کہے تو کوئی سننے کے لیے تیار نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے کے مقابلہ میں یہ شخص زمین بھر کر سونے سے زیادہ بہتر ہے۔ (بخاری شریف)

احادیث کی کتب میں اسی حوالے سے ایک اور واقعہ درج ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی پوری یکسوئی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ رات کو بھی آپ کے پاس رہتے تھے' تاکہ اگر کوئی ضرورت درپیش ہو تو فوراً اس کی تکمیل کرسکیں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا' تم شادی کیوں نہیں کرلیتے؟ انہوں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فقیر آدمی ہوں' میرے پاس کچھ نہیں ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ بس آپ کی خدمت میں حاضر رہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہے وہ شخص دوبارہ حاضر خدمت ہوئے آپ نے وہی سوال دہرایا۔ انہوں نے پھر وہی جواب دیا۔ پھر صحابی تھوڑی دیر سوچنے لگے' پھر کہا اللہ کی قسم۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میری دنیا اور آخرت کی مصلحتوں کا اور ان چیزوں کا زیادہ علم ہے جو اللہ رب العزت کے دربار میں مجھے قریب کرسکتی ہیں۔ اور اگر تیسری مرتبہ آپ مجھ سے کہیں گے' تو میں آپ کے ارشاد کی ضرور تعمیل کروں گا۔ بالآخر تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا۔ تم شادی کیوں نہیں کرلیتے؟ اس بار صحابی مذکور نے عرض کیا حضور! میری شادی کرادیجئے۔ آپ نے فرمایا بنو فلاں کے پاس جاؤ اور کہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی کسی لڑکی سے میرا نکاح کردو۔ صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تو کچھ بھی نہیں (یعنی کوئی چیز میری ملکیت میں نہیں ہے) آپ نے اصحاب کرام سے فرمایا۔ جاؤ اپنے بھائی کے لیے ایک گٹھلی کے وزن برابر سونا جمع کردو! صحابہ کرام نے اس قدر سونا جمع کیا پھر اسے لے کر ان لوگوں کے پاس گئے اور اس کی شادی کرادی۔ پھر انہوں نے مل کر ایک بکری فراہم کی اور اس کا ولیمہ کیا۔ (حاکم' مستدرک)

کفو میں زیادہ لحاظ دینداری کا رکھا جاتا ہے اس لیے کہ جو کوئی اسلامی احکام کی تعمیل کرتا ہے' اس کے نواہی سے بچتا ہے' وہ اپنی بیوی کے ساتھ بھی حسن سلوک کرتا ہے' اس کے ساتھ امانت کا برتاؤ روا رکھتا ہے۔ دیندار خواتین کبھی بھی خواہشات کے پیچھے چلنا پسند نہیں کرتیں۔ نہ اپنے نفس کے فریب میں مبتلا ہوتی ہیں' نہ اپنے گھر کی عزت کو داغ لگاتی ہیں' نہ ہی اپنے بچوں کی اصلاح و تربیت اور انہیں آداب زندگی سکھانے میں غفلت برتتی

ہیں اور نہ ہی شوہروں کے حقوق میں کبھی کوتاہی کرتی ہیں۔ دین غصہ اور شہوانی قوتوں پر بھی بڑی حد تک پابندی لگاتا ہے' اس کی ایک یہی صفت کافی ہے کہ دل کی تشفی کی یہ موثر تدبیر ہے۔ اس کے علاوہ دین اخلاقی بگاڑ سے بچاتا ہے' ہلاکت کے گڑھوں میں گرنے سے روکتا ہے۔

مشورہ کرنا

باپ کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ جب اپنی بیٹی یا بیٹے کا رشتہ طے کرنے کا معاملہ ہو تو گھر میں اپنی بیوی اور دیگر افراد سے اس ضمن میں مشورہ کرے اس مشورے میں اس بچی یا بچے کو بھی شامل کرے کہ جس کے رشتے کے بارے میں بات چل رہی ہے شریعت مطہرہ میں مشورے کی اہمیت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے چنانچہ قرآن حکیم میں مومنین کی حفاظت کے ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ۔ (سورۂ شوریٰ آیت 38)

ترجمہ: "یعنی ان کے کام آپس میں مشورے سے طے ہوتے ہیں۔"

مشورے کے فوائد کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ جب کوئی قوم مشورے سے کام کرتی ہے تو ضرور ان کی بہترین راستے کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے پھر انہوں نے یہی آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ (الادب المفرد باب المشورۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے کسی کام کا ارادہ کیا اور اس میں مشورہ لے کر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو بہترین معاملے کی طرف ہدائیت عطا فرمادے گا یعنی اس کا رخ اسی طرف پھیر دے گا جو اس کے لیے انجام کار' خیر اور بہتر ہو۔"

بچوں کے رشتوں کے سلسلے میں اپنی بیوی اور گھر کے دیگر افراد اور خاندان کے مخلص اور ہمدرد صاحب فہم لوگوں سے رائے حاصل کرنے سے درست اور بہتر فیصلہ کرنے میں مدد ملتی ہے علاوہ ازیں اتفاق رائے سے کیا ہوا کام ہر طرح سے پرکھ کر کیا جاتا ہے زبردستی اپنا فیصلہ مسلط کرنا اچھی بات نہیں۔

بہت مرتبہ یہ دیکھا گیا ہے کہ ماں باپ نے اپنی مرضی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے بیٹے یا بیٹی کا نکاح ایسی جگہ کر دیا کہ جہاں لڑکی یا لڑکا اس رشتے کو پسند نہیں کرتے تھے ماں باپ نے ان سے مشورہ لینا ہی مناسب نہیں سمجھا اور اگر لڑکے یا لڑکی نے کسی طرح ان پر اپنا ارادہ ظاہر کر بھی دیا تو والدین نے ان کی رائے کو اہمیت نہ دی چنانچہ اس صورت حال میں بچوں کی شادی ہوگئی جس کا نتیجہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ خاوند نے عمر بھر اپنی بیوی کی خبر نہیں لی اور سمجھانے پر صاف صاف جواب دے دیا کہ میں نے تو اپنی رائے ظاہر کر دی تھی جنہوں نے یہ نکاح کیا ہے وہی اس کے ذمہ دار ہیں۔

ایسے لڑکے اور لڑکیاں جو حد سے زیادہ شرمیلے اور کم گو ہوتے ہیں اور کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرنے میں ہچکچاتے ہیں تو ان کی رائے معلوم کرنے کا طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن سے وہ بے تکلف ہیں جیسے ہم عمر دوست اور سہیلیاں۔ ان کے ذریعے سے ان کے دل کی بات کو معلوم کرلیا جائے اس طرح ان کے خیالات معلوم ہو جاتے ہیں اور رشتے کے بارے میں ان کی رائے فیصلہ کرنے میں معاون ہوتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ لڑکے اور لڑکی کی رائے کو ہی ترجیح دے دی جائے بلکہ دیکھا جائے کہ انہوں نے کس بناء پر اپنی رائے کا اظہار آپ کی مخالفت میں کیا ہے ہوسکتا ہے کہ بچوں کی سوچ اور رائے ایسی ہو کہ آپ اپنے تجربے اور شفقت سے ان کو سمجھا کر ان کی خوشی کو دیکھتے ہوئے اچھے رشتے کے فوائد ان کے سامنے رکھتے ہوئے ان کے خیالات کو تبدیل کرسکیں یا پھر اگر آپ کو کوئی

ایسی بات جو رشتے کے انکار کی معقول وجہ بنتی دکھائی دیتی ہو معلوم ہو جائے جس کی بناء پر آپ محسوس کریں کہ بچے ٹھیک کہتے ہیں۔

مشورہ کر لینے اور گھر میں سب کی رائے لے لینے سے اور پھر کوئی فیصلہ کرنے سے گھر میں سکون رہتا ہے ورنہ بعض گھروں میں دیکھا گیا ہے کہ کسی رشتے کے معاملے پر گھر کے افراد متضاد آراء رکھتے ہیں اور کوئی دوسرے کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہر کوئی اپنے مؤقف پر ڈٹا ہوا ہے اس سے گھریلو ماحول کشیدہ ہو جاتا ہے لہٰذا ذمہ دار باپ کی حیثیت سے گھر کے ماحول کو ایسی صورت حال سے بچائیں۔ اور خوشی و مسرت والا کام خوشی خوشی سے کریں ہر فرد کی رائے کی اہمیت کو تسلیم کریں۔ اور پھر خوشدلی سے فیصلہ کریں۔

اچھا رشتہ نہ ملنے کا عذر

بعض ماں باپ اپنے بچوں کے رشتوں کی تلاش کرنے میں اپنے ذہنوں میں ایسا خاکہ قائم کر لیتے ہیں کہ کوئی بھی مناسب رشتہ ان کے معیار پر پورا نہیں اُترتا اپنے بیٹے کے لیے کسی حسین پری اور بیٹی کے لیے خوبصورت ترین شہزادے کا تصور ان کے ذہنوں سے محو نہیں ہوتا اور پھر وقت ہاتھ سے نکلتا جاتا ہے اور ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کہ پہلے تو کوئی نہ کوئی مناسب رشتہ آجاتا تھا مگر جب لڑکی یا لڑکے کی عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے تو کوئی رشتے کی بابت پوچھتا بھی نہیں۔ ماں باپ کے لیے اس طرح کی صورت حال خاصی پریشان کن ہوتی ہے پھر یہ لوگ عذر کرتے ہیں کہ کہیں سے مناسب رشتہ ہی نہیں آتا تو کیا کسی کے ہاتھ پکڑا دیں؟ اگر تو یہ واقعی عذر ہوتا تو صحیح تھا یعنی اگر واقعی مناسب رشتہ نہ آتا تو واقعی معذوری تھی مگر دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ جو رشتے آتے ہیں کیا وہ بھی غیر مناسب

ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ غیر مناسب کا مفہوم خود انہوں نے اپنے ذہن میں قائم کر رکھا ہے۔

استخارہ کرنا

اگر کوئی ایسا رشتہ آ جائے کہ جس کے بارے میں کسی فیصلہ کن نتیجہ پر نہ پہنچ سکتا ہو تو اس ضمن میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے اور استخارہ کرے تاکہ معاملہ اس پر واضح ہو جائے اور اسے فیصلہ کرنے میں آسانی اور سہولت ہو۔ کسی بھی معاملے میں استخارہ کرنا نہایئت مفید ہوتا ہے لیکن افسوس کہ بیشتر مسلمان استخارہ کی افادیت سے غافل ہیں اور اگر کچھ لوگ اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں تو وہ بھی بجائے اس کے کہ خود یہ عمل کریں بلکہ اجرت دے کر یا ویسے ہی دوسروں سے کرا لیتے ہیں جو کہ غیر مناسب ہے ہاں اگر استخارہ کرانے والا ان پڑھ اور لاعلم ہو تو پھر وہ اللہ رب العزت کے کسی نیک بندے سے کرائے تو یہ کسی حد تک ٹھیک ہے لیکن اس کے مقابلہ میں اچھا بھلا علم رکھنے والا اور اس عمل کو کر سکنے والا اس سے پہلو تہی کرے تو اچھی بات نہیں کیونکہ کام کی اہمیت اور احساس جتنا اس شخص کو ہو سکتا ہے وہ دوسرے کو کہاں؛ جیسے کسی تکلیف کا احساس مریض کو ہوتا ہے وہ دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔

استخارہ کے لیے ضروری نہیں کہ پہلے ہی دن اندازہ ہو جائے بلکہ یہ سات دن تک کرنا چاہیے جیسا کہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'

''اے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو اس میں اپنے پروردگار سے سات مرتبہ استخارہ کر' پھر جو چیز تیرے دل کی طرف سبقت کرے اس کو دیکھ پس بے شک خیر اسی میں

ہے۔'' (علی الیوم واللیلۃ)

استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ استخارہ ایک دعاء ہے جس سے مقصود صرف طلب اعانت علی الخیر ہے۔ یعنی استخارہ کے ذریعہ سے بندہ خدا تعالیٰ سے دعاء کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اسی کے اندر خیر ہو۔ اور جو کام میرے لیے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجئے۔ پس جب استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ یہ سوچتے کہ میرے قلب کا زیادہ رجحان کس بات پر ترجیح دیکھے اسی پر عمل کرے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح کی بناء پر جس بات پر ترجیح دیکھے اسی پر عمل کرے۔ اور اسی کے اندر خیر سمجھے۔ حاصل یہ ہے کہ استخارہ سے مقصود محض طلب خیر ہے۔

استخارہ کرنے کا طریقہ

ہر مسلمان کی استخارہ کرنے کا طریقہ معلوم ہونا چاہیے اور اس ضمن میں چاہیے کہ اگر پہلے سے کسی جانب رائے کا رجحان ہو تو اس کو یکسر فراموش کر دے اور ختم کر دے جب طبیعت میں یکسوئی ہو جائے تو پھر استخارہ کرے اور اس طرح کرے کہ یا اللہ اس کام میں جو بہتر ہو وہ ہو جائے اور اپنی زبان میں دعا مانگنا بھی جائز ہے مگر بہتر ہے کہ عربی میں جو حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ مبارک حدیث پاک میں مذکور ہوئے ہیں ان کی ادائیگی کرے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیا کرتے تھے جس طرح قرآن حکیم کی کسی سورۃ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے تم میں سے جب بھی کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ دو رکعت نفل نماز پڑھے پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَ اَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ اَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَ لَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْقَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَقَدِّرْهُ لِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کَانَ شَرًّا لِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ وَ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔

''اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں' کیونکہ بے شک تو ہی قادر ہے میں قادر نہیں ہوں اور تو ہی جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو غیب (کی باتوں) کو جاننے والا ہے۔اے میرے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین اور دنیاوی میں میرے لیے بہتر ہے اور میری آخرت میں بھی (یا یہ کہے کہ میری دنیا اور میری آخرت میں) تو اس کو میرے لیے مقدر فرمادے اور میرے لیے اس میں برکت فرما اور اگر یہ میرے لیے بہتر نہیں ہے تو پھر اس کو مجھ سے دور کردے اور میرے لیے بہتری مقدر فرما (وہ بھلائی) جہاں بھی ہو اور مجھ کو اس کے ساتھ راضی کردے۔''

استخارہ کرنے والے کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہیے کہ استخارہ کرنے والے کو

کوئی چیز دکھائی دے بلکہ اگر اللہ رب العزت کو یہ کام منظور ہو تو اس کے لیے راہ ہموار فرما دیتا ہے۔طبیعت کا جھکاؤ اس کی طرف ہو جاتا ہے اور دل میں بھی اس کی اہمیت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اللہ رب العزت کو منظور نہ ہو تو پھر طبیعت میں اس کے لیے پختگی سی پیدا ہو جاتی ہے اور دل سے خود بخود یہ بات نکل جاتی ہے۔

ہر مسلمان باپ کو چاہیے کہ جب بھی بیٹے یا بیٹی کے رشتے کا معاملہ درپیش ہو تو مشورے اور استخارہ کی اہمیت کو نظر انداز نہ کرے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے حق میں بہتری ہوگی۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں

ہر باپ اس بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ اس کی اولاد نیکیوں اور خوبیوں کا حسین مرقع ہو دنیا و آخرت میں کامیابی اس کا مقدر بنے لیکن ایک کامیاب زندگی گزارنے کے لیے صحیح ہدایت اور حکمت کی ضرورت ہے۔اس ہدایت کے بغیر انسان جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے گا اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی اس ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

(ترجمہ) وہ جسے چاہے حکمت اور دانائی دیتا ہے اور جو شخص حکمت اور سمجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا' اور نصیحت صرف عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔(سورۃ البقرہ 269)

(ترجمہ) جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں' پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں' یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی

عقلمند بھی ہیں۔

جن لوگوں کو حکمت ملی تھی ان میں سے ایک انسان حضرت لقمان علیہ السلام بھی ہیں۔ دیکھیے (سوۃ لقمان:12)

(ترجمہ) اور ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہر شکر کرنے والا اپنے ہی نفع کے لیے شکر کرتا ہے جو بھی ناشکری کرے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام پر حکمت کے دروازے کھول دیئے۔ انہیں حکم دیا گیا تم شکر گزار بنو۔ اور اللہ کا احسان یاد کرو۔ دوسرے الفاظ میں یہی بات کچھ اس طرح کہی جا سکتی ہے کہ شکر گزاری اور عقلمندی لازم وملزوم ہیں شکر وہی ادا کرتا ہے جسے اللہ نے عقل و شعور بخشا ہو۔ دانا شخص یہ خوب جانتا ہے کہ ہمارے شکر سے اللہ کو کچھ نہیں ملتا' اس میں صرف ہمارا ہی بھلا ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اس کو یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی خواہشات سے پاک ہے اور ہمارے شکر سے بالاتر ہے' اسی وجہ سے وہ ہر تعریف کے لائق ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو چھ بڑی نصیحتیں کی تھیں۔ جو کامیاب زندگی کا ایک بہترین نسخہ ہے۔

(ترجمہ) اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ (سورۃ لقمان 13)

اسلام میں سب سے اہم چیز توحید ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ ایک اللہ کی عبادت

کرنا۔ اور اس کا کسی بھی شکل میں کوئی شریک نہ ٹھہرانا' اللہ مشرک کو کبھی معاف نہ کرے گا' شرک سے چھوٹے گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف کر سکتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

(1) (ترجمہ) اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے' وہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (سورۃ النساء 116)

(2) سورۃ لقمان آیات نمبر 14-15 ہمیں نصیحت کرتی ہیں کہ ہم اپنے والدین کا احترام کریں' اور ان کی پوری اطاعت کریں۔ ہاں اگر وہ کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہوں تو ان کی اطاعت نہیں کرنی ہوگی۔ (سورۃ لقمان 14-15)

(ترجمہ) ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے' اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے' کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر' (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا' ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس راہ پر چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو' تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کر دوں گا۔ (سورۃ لقمان 14-15)

(3) کائنات کی ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے چاہے وہ پوشیدہ ہو یا کھلی ہوئی۔

(ترجمہ) پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ (بھی) خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گی اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبر دار ہے۔ (سورۃ لقمان 16)

ہمیں یہ بات بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ قیامت کے روز ہمارا حساب کتاب ہوگا۔ اور ہمارے ہر چھوٹے اور بڑے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ سورۃ سبأ: 3 میں یہی بات کہی گئی ہے۔

(ترجمہ) کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کہہ دیجئے! کہ مجھے میرے رب کی قسم! جو عالم الغیب ہے کہ وہ یقیناً تم پر آئے گی اللہ تعالیٰ سے ایک ذرے کے برابر کی چیز بھی پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز کھلی کتاب میں درج ہے۔ (یعنی لوح محفوظ میں)

(4) لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کچھ اہم فرائض کی یاد دہانی کرائی کیونکہ ان کی پابندی کر کے بندہ انتہائی بلندی تک پہنچ جاتا ہے۔

(ترجمہ) اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا (یقین مان) کہ یہی بڑی ہمت کے کام ہیں۔

(سورۂ لقمان 18)

(5) سب سے پہلے ہمیں چاہئے کہ اللہ کے حقوق کو ادا کریں۔ ہمیں یہ کوشش بھی کرنا چاہئے کہ ہم عام لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ حالانکہ یہ کام بہت ہی زیادہ صبر اور اولوالعزمی چاہتا ہے۔

(ترجمہ) لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

(سورۂ لقمان 18)

اس ضمن میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیے:

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے عمدہ اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ (موطا امام مالک)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کی نظر میں سب سے زیادہ قابل قدر کونسا مسلم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا آدمی جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔ (بیہقی)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ایک شخص اپنے اخلاق کی بدولت جنت کے بہت بلند درجات حاصل کر سکتا ہے، چاہے وہ عبادت میں بہت زیادہ آگے نہ ہو۔ اس کے برعکس کہ ایک بندہ بہت بڑا عابد ہو لیکن اگر لوگوں کے ساتھ اس کا اخلاق صحیح نہ ہو تو وہ جہنمی ہوگا۔ (معجم طبرانی)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنے رحم و کرم کی لطف نظر سے نہیں دیکھتے جو غرور و گھمنڈ کی وجہ سے اپنے کپڑے کو زمین تک لٹکا کر پہنتا ہو۔ (مسلم)

(6) آخری نصیحت میں حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو چال اور آواز میں اعتدال کی تلقین کی۔

(ترجمہ) اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز پست کر، یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔

(سورۂ لقمان 19)

اسی طرح سورۃ الاسراء: 37 کو بھی دیکھئے:

(ترجمہ) اور زمین میں اکڑ کر نہ چل کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے وہ ہیں جب وہ چلتے ہیں تو مکمل حیاء انکساری اور میانہ روی سے چلتے ہیں۔

حضرت حسینؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت علیؓ سے پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ لوگوں سے کس انداز میں پیش آتے تھے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ ہمیشہ خوش مزاجی سے ملتے، آپ ﷺ اپنے رویہ میں انتہائی نرم تھے۔ اور بات چیت میں دوسرے کا دل موہ لیتے تھے۔

نہ آپ ﷺ زبان سے کسی کو تکلیف دیتے تھے نہ ہی عمل سے۔ نہ آپ بہت اونچی آواز میں بات کرتے اور نہ ہی کوئی نازیبا بات کرتے۔ نہ آپ کنجوس تھے۔ نہ کبھی کسی پر الزام رکھتے۔ جو چیز انہیں پسند نہ ہوتی اس سے بے اعتنائی برتتے اور ایسے معاملہ میں خاموشی اختیار فرماتے۔ آپ ﷺ جھگڑا کرتے۔ تکبر کرتے اور کسی فضول معاملہ میں کبھی ملوث نہیں ہوئے۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ: 83 میں فرماتے ہیں:

(ترجمہ) اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اسی طرح قرابتداری، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا، نمازیں قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہا کرنا، لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا۔

پس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لوگوں سے بھلے انداز اور نرمی سے خطاب کرو۔

مثلاً جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا تو یہ ہدایت دی۔ (سورۃ طٰہٰ: 44)

(ترجمہ) تم دونوں جا کر نرمی سے بات کرو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے اور اللہ سے ڈرے۔ (سورہ طہٰ: 44)

یاد رکھئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے بہتر آج کل کے مقررین ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اور فرعون سے برا سامع کوئی نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے ہر مقرر کو چاہئے کہ ہر سامع کے سامنے بھلے انداز میں بات کرے۔ اور **قولوا قولاً کریما** کی نصیحت پر عمل کرے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی ان ہدایات پر عمل کر کے ہر کوئی کامیاب زندگی کی طرف گامزن ہو سکتا ہے۔ یہ نصیحتیں صرف ان کے بیٹے کے لیے نہ تھیں، بلکہ یہ نصیحتیں سب کے لیے کارآمد ہیں۔ اس بات کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان ہی کے نام پر اس سورۃ کا نام رکھ دیا گیا۔

مجھے امید ہے کہ ہر باپ اپنے بچے کو ان ہدایات سے روشناس کرتا رہے گا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتیں ایسی انمول ہیں کہ ہر باپ اپنی اولاد کی بہتری کے لیے ان نصیحتوں کے الفاظ گاہے بگاہے اپنی اولاد کے سامنے دہراتا رہے اور ایسی ہی حکمت بھری نصیحتیں کرتا رہے مگر چاہیے کہ باپ کا اپنا عمل بھی ان حکمت آموز نصیحتوں کے موافق ہونا چاہیے۔ حضرت لقمان علیہ السلام کی بہت سی نصیحتیں ہیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کیں ان نصیحتوں کا ذکر محدثین، محققین اور علماء کرام نے اپنی کتب میں کیا ہے ان مفید نصیحتوں میں سے کچھ یہ بھی ہیں۔

1۔ بیٹا! قرض سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا کیونکہ یہ دن کی ذلت اور رات کا غم ہے۔

2۔ بیٹا! نہ تم اتنے میٹھے بنو کہ لوگ تمہیں نگل جائیں نہ اتنے کڑوے بنو کہ لوگ تمہیں تھوک دیں۔

3۔ بیٹا! اپنا کھانا متقی لوگوں کے سوا کسی کو نہ کھلاؤ اور اپنے کاموں میں علماء سے مشورہ لیا کرو۔

4۔ بیٹا! جھوٹ سے اپنے کو محفوظ رکھو جھوٹ بولنا چڑیا کے گوشت کی طرح لذیذ تو معلوم ہوتا ہے لیکن یہی جھوٹ بہت جلد جھوٹ بولنے والے شخص کے ساتھ دشمنی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

5۔ بیٹا! جو شخص جھوٹ بولتا ہے اس کے چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے اور جس شخص کی عادتیں خراب ہوں گی اس پر غم سوار ہوگا۔

6۔ بیٹا! پہاڑ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا احمقوں کے سمجھانے سے زیادہ آسان ہے۔

7۔ بیٹا! نیک لوگوں کے پاس اپنی نشست کثرت سے رکھا کرو کہ ان کے پاس بیٹھنے

سے نیکی حاصل کر سکو گے اور ان پر کسی وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ نازل ہوئی تو اس میں سے کچھ نہ کچھ تم کو بھی ضرور ملے گا اور اپنے آپ کو برے لوگوں کی صحبت سے دور رکھو کہ ان کے پاس بیٹھنے سے کسی خیر کی تو امید نہیں اور ان پر کسی وقت عذاب ہوا تو تم کو ضرور پہنچ جائے گا۔

8۔ بیٹا! علماء کی مجلس میں کثرت سے بیٹھا کرو اور حکماء کی بات اہتمام سے سنا کرو۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ حکمت کے نور سے مردہ دل کو ایسا زندہ فرماتے ہیں جیسا کہ مردہ زمین زوردار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔

9۔ بیٹا! جب شیطان تجھے کسی شک میں مبتلا کرے تو اس کو یقین کے ساتھ مغلوب کر اور جب تجھے عمل میں سستی کی طرف لے جائے تو قبر اور قیامت کی یاد سے اس پر غلبہ حاصل کر اور جب دنیا میں رغبت یا خوف کے راستے سے وہ تیرے پاس آئے تو اس سے کہہ دے کر دنیا ہر حال میں چھوٹنے والی چیز ہے۔

10۔ بیٹا! اللہ تعالیٰ سے ایسی اُمید رکھو کہ اس کے عذاب سے بے خوف نہ ہو جاؤ اور ایسا اس کے عذاب کے خوف سے کرو کہ اس کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو جاؤ۔ صاحبزادے نے عرض کیا کہ دل تو ایک ہی ہے اس میں خوف اور اُمید دونوں کس طرح جمع ہوں؟ فرمایا کہ مومن ایسا ہوتا ہے کہ اس کے لیے گویا دو دل ہوتے ہیں ایک میں پوری اُمید اور ایک میں پورا خوف۔

11۔ بیٹا! جب تم سے کوئی شخص آ کر کسی کی شکائیت کرے کہ فلاں نے میری دونوں آنکھیں نکال دیں اور واقعہ میں بھی اس کی دونوں آنکھیں نکلی ہوئی ہوں تو اس وقت تک اس کے متعلق رائے قائم نہ کرو جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو کیا خبر ہے کہ اس نے اس سے پہلے خود پہل کی ہو اور چار آنکھیں نکال دی ہوں۔

12۔ بیٹا! جب پیٹ بھرا ہوا ہو اس وقت نہ کھاؤ پیٹ بھرے پر کھانے سے کتے کو ڈال دینا بہتر ہے۔

13۔ بیٹا! جنازہ میں اہتمام سے شرکت کیا کرو اور تقریبات میں شرکت سے گریز کیا کرو اس لیے کہ جنازہ آخرت کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور شادیاں اور تقریبات دنیا کی طرف مائل کرتی ہیں۔

14۔ بیٹا! توبہ میں دیر نہ کرو کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں وہ دفعتہً آجاتی ہے۔

15۔ بیٹا! جس دن سے دنیا میں آئے ہو آخرت سے قریب ہوتے جا رہے ہو۔

16۔ بیٹا! نیک عمل اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ساتھ بغیر یقین کے نہیں ہو سکتا جس کا یقین ضعیف ہوگا اس کا عمل بھی سست ہوگا۔

17۔ بیٹا! جاہل سے دوستی نہ کرو ایسا نہ ہو کہ اس کی جہالت کی باتیں تمہیں اچھی معلوم ہونے لگیں اور حکیم سے دشمنی مول نہ لو ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے اعراض کرنے لگے۔

18۔ بیٹا! "رَبِّ اغْفِرْلِیْ" کثرت سے پڑھا کرو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے الطاف میں بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں جو کچھ آدمی مانگتا ہے مل جاتا ہے۔

19۔ بیٹا! تم مرغ سے زیادہ عاجز نہ بنو کہ وہ تو سحر کے وقت جاگ کر اذان دینا شروع کر دے اور تم اپنے بستر پر پڑے سوتے رہو۔

20۔ بیٹا! اگر تو نے دنیا سے بے توجہی برتی اور آخرت کی طرف متوجہ رہا تو ایسے گھر کے قریب پہنچ گیا جو اس گھر سے بدرجہا بہتر ہے۔

21۔ بیٹا! دنیا کو آخرت کے لیے بیچ دے دونوں طرف سے نفع اٹھائے گا اور آخرت کو دنیا کے لیے نہ بیچ کہ دونوں طرف سے نقصان میں رہے گا۔

22۔ کسی نے پوچھا کہ بدترین شخص کون ہے؟ فرمایا' جو اس کی پرواہ نہ کرتا ہو کہ کوئی

شخص اس کو برائی کرتے ہوئے دیکھ لے۔

23۔ غصے میں ہاتھ کی اور دستر خوان پر پیٹ کی حفاظت کر۔

24۔ اگر کسی کے ساتھ دوستی کا رشتہ استوار کرنا چاہے تو پہلے یہ کام کر کہ وہ مصیبت کے وقت تیرے کام آئے تو اس کو غصہ میں لا کر آزما اگر غصے کی حالت میں اس کو منصف پائے تو اس کی دوستی پر مائل ہو ورنہ اس سے پرے رہ۔

25۔ دنیا کے تھوڑے مال پر راضی رہ۔ رزق مقدر پر قناعت کر اور دوسروں کی روزی پر نظر مت ڈال تاکہ نفس کے رنج سے سلامت رہے۔

26۔ اگر لوگ تجھے اس صفت کے ساتھ موصوف بتائیں جو کہ تیری ذات میں نہ ہو تو ان کی تعریف سے مغرور نہ ہو جا اس لیے کہ جاہلوں کے کہنے سے مٹی سونا نہیں بن سکتی۔

27۔ اگر کوئی کام کسی کے سپرد کرے تو دانا کے سپرد کر اگر دانا میسر نہ ہو تو خود کر ورنہ ترک کر۔

28۔ طلوع آفتاب کے وقت نہ سو کیونکہ یہ عبادت کا وقت ہے اس وقت سونا بدبختی ہے۔

29۔ لوہے کا کلہاڑا لکڑی کے جنگل سے ایک چھلکا تک نہیں اتار سکتا جب تک خود اس کے ساتھ لکڑی کا دستہ شامل نہ ہو۔

30۔ جو بات تو دشمن سے پوشیدہ رکھے دوست سے بھی پوشیدہ رکھ ممکن ہے کہ یہ بھی کسی دن دشمن بن جائے۔

31۔ عقل مند کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنے گھر والوں سے بچے کی طرح ہو اور جب قوم میں ہو تو جوانوں کی طرح سے ہو۔

32۔ بوسیدہ کپڑوں کی وجہ سے کسی کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ اس کا اور تمہارا رب ایک ہے۔

33۔ یہ دنیا بہت گہرا سمندر ہے اس میں بہت سے لوگ غرق ہوگئے ہیں اس سے گزرنے کے لیے خوف خدا کی کشتی بنا جس میں بھراؤ ایمان خداوندی کا ہو اور اسے توکل کے راستوں پر چلا تاکہ نجات پا جائے ورنہ نجات کی کوئی صورت نہیں۔

34۔ مرد کامل تو وہی ہے جو دشمن کو دوست بنا سکے اور اگر کسی وجہ سے یہ تیری دسترس سے باہر ہے تو بحالت مخاصمت فرط غضب سے درگزر کر تیرا غضب تیرے لیے دشمن سے زیادہ دشمن ہے۔

35۔ عقل جیسی کوئی دولت نہیں اور جہالت جیسی کوئی غربت نہیں۔

36۔ غصہ نہ کر کیونکہ اس کی ابتداء جنون ہے اور انتہا پشیمانی۔

37۔ مصائب سے نہ گھبرا کیونکہ ستارے اندھیرے ہی میں چمکتے ہیں۔

38۔ خدا اور موت کو کبھی مت بھول اپنی نیکی اور دوسروں کی بدی کو بھول جا۔

39۔ اپنے راز کو پوشیدہ رکھنا اپنی عزت بچانا ہے۔

40۔ جب خلقت کے پاس آؤ تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

41۔ موت ایسی چیز ہے جس کا حال معلوم نہیں کہ کب آ کر مسلط ہو جائے اس کے لیے پہلے سے تیاری کر لے کہ وہ دفعتاً آ جائے۔

فقیہہ ابواللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے انتقال سے قبل اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ بیٹا! میں نے تم کو اس عرصہ زندگی میں بہت سی نصیحتیں کی ہیں میں تم کو اس وقت چھ نصیحتیں کرتا ہوں۔

1۔ دنیا میں اپنے آپ کو صرف اتنا ہی مشغول رکھنا جتنی زندگی باقی ہے۔

2۔ اللہ رب العزت کی طرف سے تمہیں جتنی احتیاج ہے اتنی ہی اس کی عبادت کرنا۔

3۔ آخرت کے لیے اس مقدار کے موافق تیاری کرنا جتنا عرصہ وہاں قیام کا ارادہ ہو۔

4۔ گناہوں پر اتنی جراءت کرنا جتنا دوزخ کی آگ میں جلنے کی ہمت اور حوصلہ ہو۔

5۔ جب تک تمہیں دوزخ سے نجات کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے نجات کی کوشش کرتے رہنا۔

6۔ جب کوئی گناہ کرنا چاہو تو ایسی جگہ تلاش کر لینا کہ جہاں اللہ رب العزت اور اس کے فرشتے نہ دیکھیں۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی حکمت بھری اور سبق آموز یہ نصیحتیں ہر مسلمان باپ کو اپنے بچوں کی تربیت کے ضمن میں مدنظر رکھنی چاہئیں بچوں کے اخلاق و کردار سنوارنے کے لیے ضروری ہے کہ بچوں کو اسی طرح کی نصیحتیں کی جائیں جو بچوں کے دل میں گھر کر جائیں اور بچے ان کو یاد رکھتے ہوئے اپنی زندگی میں ان سے مدد لیں۔

قصے اور کہانیوں سے بچوں کی تربیت

جس طرح مفید اور سبق آموز نصیحتیں بچوں کو کردار سازی اور شخصیت کو سنوارنے اور نکھارنے میں معاون ہوتی ہیں اسی طرح سبق آموز واقعات و قصص بھی بچوں کی تربیت میں بہترین مددگار ہوتے ہیں عام طور پر بچوں کو قصے اور کہانیاں سننے کا شوق ہوتا ہے اور وہ اپنے بڑوں سے بڑے شوق کے ساتھ مختلف قصے سنتے ہیں اور اس ضمن میں بعض اوقات اپنی اس خواہش اور شوق کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ ان کو قصے سنائے جائیں ان قصوں اور

کہانیوں کا بچے کی شخصیت پر بہت اثر پڑتا ہے چونکہ بچہ بڑی دلچسپی سے قصہ سننے میں محو ہوتا ہے اس لیے اگر بچے کو کوئی سبق آموز اور دلچسپ قصہ سنایا جائے تو اس قصے کا اثر تادیر بچے پر قائم رہتا ہے اور زندگی کے میدان میں بچے کو اس سے فائدہ بھی ضرور حاصل ہوتا ہے بچے کا ذہن اچھائی اور برائی کے فرق کو خوب اچھی طرح سمجھنے لگتا ہے اور بچے میں قوت فیصلہ پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا باپ کو اپنے معمولات میں یہ شامل کرنا چاہیے کہ رات کو یا جب بھی موقع ملے مناسب وقت پر بچوں کو اپنے پاس بٹھائے اور ان کو بڑے دل نشین انداز میں اچھے قصے سنائے کہ جن سے بچوں کی تربیت کا مقصد پورا ہوتا ہو بچوں میں اچھے اوصاف پیدا کرنے کی ترغیب ملتی ہو۔ مثال کے طور پر بچوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے احادیث مبارکہ کی کتب میں مذکور یہ قصہ سنایا جائے۔

شکر کرنے کا فائدہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک کوڑھی دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینا چاہا اور ان کی طرف ایک فرشتہ کو بھیجا فرشتہ سب سے پہلے (انسانی شکل میں) کوڑھی کے پاس آیا اور پوچھا تجھے سب سے زیادہ کون سی چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اچھا رنگ اور خوبصورت جلد اور اس عیب کا دور ہو جانا جس کے سبب لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سن کر فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور اس کا کوڑھ زائل ہو گیا اور اس کے جسم کا رنگ نکھر گیا اور جلد خوش رنگ ہو گئی۔ اس کے بعد فرشتہ نے کہا تجھ کو کس قسم کا مال پسند ہے؟ اس نے کہا اونٹ۔ اس کی خواہش کے مطابق اسے حاملہ اونٹنیاں دے دی گئیں اور فرشتہ نے اس کو یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے لیے ان میں برکت عطا فرمائے اس کے بعد فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور

پوچھا کہ تجھ کو کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ خوبصورت بال اور اس عیب کا دور ہو جانا جس کے سبب سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں یعنی گنجا پن۔ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کا گنجا پن زائل ہو گیا اور خوبصورت بال اسے عطا کیئے گئے۔ پھر فرشتہ نے اس سے پوچھا تجھ کو کون سا مال پسند ہے؟ اُس نے کہا گائیں۔ چنانچہ اس کو حاملہ گائیں عطا کر دی گئیں اور فرشتہ نے اس کو دُعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے اِس مال میں برکت دے۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور پوچھا تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی مجھ کو واپس کر دے تاکہ میں اپنی آنکھوں سے لوگوں کو دیکھوں۔ اس پر فرشتہ نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اس کو مرحمت فرما دی۔ پھر فرشتہ نے اس سے پوچھا کس قسم کا مال تجھ کو پسند ہے؟ اس نے کہا بکریاں چنانچہ اس کو زیادہ بچے دینے والی بکریاں دے دی گئیں۔ پس ان تینوں کے مال میں اللہ تعالیٰ نے برکت دی اور کوڑھی اور گنجے کے اونٹوں اور گایوں سے جنگل بھر گئے اور اندھے کے بکریوں کے ریوڑ وادیوں میں نظر آنے لگے۔

اس کے بعد فرشتہ کوڑھی کی صورت میں اس کوڑھی کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں اور مسافر ہوں میرا زادِ راہ ختم ہو گیا ہے میں تجھ سے اس ذات اقدس کا واسطہ دے کر جس نے تجھ کو اچھا رنگ اچھی جلد اور مال دیا ہے ایک اونٹ مانگتا ہوں کہ اس کے ذریعہ منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔ کوڑھی نے اس کے جواب میں کہا' میرے اوپر بہت سے حقوق ہیں (اتنی گنجائش نہیں ہے کہ تیری کچھ مدد کر سکوں) فرشتے نے اسے جواب دیا میں تجھے پہچانتا ہوں تو وہی کوڑھی ہے جس سے لوگ نفرت کرتے تھے اور تو فقیر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے مال دیا۔ کوڑھی نے کہا یہ مال مجھ کو نسلاً بعد نسل اپنے خاندان سے (وراثت میں) ملا ہے۔ فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو پھر ویسا ہی کر دے جیسے کہ تو پہلے تھا۔ (چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پھر ویسا ہی کر دیا جیسا وہ پہلے تھا)۔

اس کے بعد فرشتہ اس گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو کوڑھی سے کہا تھا۔ اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے جواب دیا تھا تو فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو ویسا ہی کر دے جیسا کہ تو پہلے تھا (چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی نعمتیں واپس لے لیں)

اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک مرد مسکین اور مسافر ہوں میرا سامانِ سفر جاتا رہا پس اب منزل مقصود تک پہنچنا اللہ تعالیٰ کی عنایت سے پھر تیرے ذریعہ ممکن ہے تو میں تجھ سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تجھ کو دوبارہ بینائی بخشی ہے ایک بکری مانگتا ہوں کہ اس کے ذریعہ اپنا سفر پورا کرلوں۔ اندھے نے یہ سن کر کہا بے شک میں اندھا تھا شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے میری بینائی لوٹا دی اور مجھے دولت عطا فرمائی پس تجھ کو جس قدر چاہیے لے جا اور جس قدر تیرا دل چاہے چھوڑ جا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی میں تجھ کو تکلیف نہیں دوں گا اس چیز کو واپس کرنے کی جو تو لے گا۔ فرشتے نے یہ سن کر کہا تو اپنا مال اپنے پاس رکھ تم لوگوں کا امتحان لیا گیا تھا اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور خوش ہوا اور تیرے ساتھیوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوا۔ وہ شخص یہ سن کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گر گیا اور اس کا شکر ادا کیا۔ (بخاری۔ مسلم)

اس واقعہ کو سنانے کے بعد بچوں کو سمجھائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے ہمیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے ورنہ دوسروں کے کام آنا چاہئے اندھے نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اس کے دل میں دوسروں کے کام آنے کا جذبہ موجود تھا اس لیے اللہ رب العزت اس سے خوش ہوا اور اس کے مال کو باقی رکھا جبکہ دوسرے دونوں نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی اور کنجوسی اور بخل سے کام لیا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مال و دولت دیا تھا ان سے چھین کر انہیں پہلے جیسا کر دیا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ”اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اپنی نعمتیں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم

نے ناشکری کی تو یقین جانو میرا عذاب بہت سخت ہے۔“

(سورہ ابراہیم آیت 7)

ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

”مومن کی حالت بھی عجیب ہوتی ہے وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے اس سے خیر اور بھلائی ہی سمیٹتا ہے اور یہ خوش نصیبی مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے اگر وہ تنگدستی، بیماری اور دکھ کی حالت میں ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور جب وہ کشادگی کی حالت میں ہوتا ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ دونوں حالتیں اس کے لیے بھلائی کا سبب بنتی ہیں۔“

(مسلم شریف)

کپڑے جھاڑ کر پہننا

بچوں کو بچپن سے ہی اس بات کی عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ جب بھی کوئی کپڑا پہنیں تو پہننے سے قبل اسے جھاڑ لیا کریں اس کی اہمیت وافادیت بچوں پر اس واقعہ کے ذریعہ واضح کریں کہ ایک روز حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وضو فرمانے لگے تو اپنے موزے مبارک پاؤں اطہر سے اتارے وضو فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موزہ پہنا دوسرا پہننے کے لیے دست مبارک بڑھایا ہی تھا کہ فضا سے ایک پرندہ اُڑتا ہوا آیا اور موزہ چھین کر اُڑ گیا۔

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پرندے کو حکم دیا کہ وہ میرے سامنے حاضر ہو کر اس حرکت کی وجہ بیان کرے کہ اس نے بغیر میری اجازت کے کیوں میرے موزے کو اُٹھایا۔ وہ پرندہ حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے موزہ مبارک کے اندر سانپ نظر آ گیا تھا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد | صائمہ اکرام | عُشنا کوثر سردار | اشفاق احمد
نمرہ احمد | سعدیہ عابد | نبیلہ عزیز | نسیم حجازی
فرحت اشتیاق | عفت سحر طاہر | فائزہ افتخار | عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو | تنزیلہ ریاض | نبیلہ ابر راجہ | ہاشم ندیم
نگہت سیما | فائزہ افتخار | آمنہ ریاض | مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ | سباس گُل | عنیزہ سید | مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ | رُخسانہ نگار عدنان | اقراء صغیر احمد | علیمُ الحق
رفعت سراج | اُمِ مریم | نایاب جیلانی | ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس طرف توجہ نہ فرمائیں اور موزہ مبارک پہن لیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سانپ کوئی ایذا پہنچا دے اس لیے میں نے خطرے پیش نظر یہ تدبیر کی کہ جلدی سے موزہ اُٹھا کر فضا میں چلا گیا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' سانپ تو موزے کے اندر تھا اور تو فضا میں تجھے اتنی دور سے موزے کے اندر سانپ کس طرح نظر آ گیا پرندے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جب میں مسجد نبوی کے اوپر سے گزر رہا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر پُر انوار سے ایک نورانی شعاع پھوٹ رہی تھی جو سیدھی آسمان کی طرف جا رہی تھی اس نورانی شعاع کی روشنی مجھے موزے کے اندر سانپ دکھائی دے گیا۔

اس دن سے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرما دیا کہ موزہ پہننے سے پہلے جھاڑ لیا کرو۔ (منتخب حکایات مثنوی شریف)

اس واقعہ کو سنانے کے بعد بچوں کو سمجھائیں کہ موزے یا کپڑے یعنی لباس اور جوتے وغیرہ جب بھی پہنے جائیں تو ان کو پہننے سے قبل جھاڑ لینا چاہیے تا کہ اگر اس میں کوئی کیڑا یا موذی چیز وغیرہ ہو تو وہ جھاڑنے سے نیچے گر جائے اور انسان کو کسی طرح کی ایذا نہ پہنچائے۔

اسی طرح کے بے شمار قصے احادیث مبارکہ میں بیان ہوئے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم' تابعین' تبع تابعین اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلچسپ اور سبق آموز قصوں میں سے کوئی نہ کوئی قصہ موقع کی مناسبت سے بچوں کو سناتے ہوئے ان کی اچھی تربیت کرنے کا فریضہ ادا کرنا ہر باپ کو اپنی عادت کا حصہ بنا لینا چاہیے اس سے بچوں کی اخلاقی تربیت بھی ہوتی ہے اور ان کو اپنے اسلاف کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں علاوہ ازیں زندگی گزارنے کے ڈھنگ کا بھی انہیں پتہ چلتا ہے۔ جب بچے اس عمر کو پہنچ جائیں کہ وہ خود مطالعہ کر سکتے ہوں تو ان کو اچھے اور دلچسپ اسلامی واقعات

سے مزین کتب پڑھنے کے لیے دیں تا کہ وہ بجائے فضول کاموں میں وقت ضائع کرنے سے ان واقعات کو پڑھ کر اپنے اخلاق و کردار کی تعمیر بہتر طور سے کر سکیں۔

وصیت کرنا

بلاشبہ ہر مسلمان مرد و عورت کو اپنی زندگی میں ہی وصیت لکھ کر رکھ لینی چاہیے اور اولاد کی بہتری اور بھلائی کی خاطر کبھی کبھار اپنے بچوں کو اپنے پاس بٹھا کر ایسی باتیں کرنا چاہئیں جن کا تعلق اخلاقی اقدار سے ہو۔ یہ سب سے بڑی حقیقت ہے کہ جو اس دنیا میں آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن ضرور اس دنیا کو چھوڑ کر جانا ہے دنیائے فانی سے دنیائے باقی کی طرف کوچ کرنا ہے اور پھر یہ بھی سب پر عیاں ہے کہ ہر ایک کی موت کا وقت معین ہے مگر اس کا علم صرف اللہ رب العزت کو ہے۔ پتہ نہیں کب کس کی موت کا وقت آ جائے اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو جائے اس لیے چاہیے کہ اس دنیا کی زندگی کو اپنے لیے غنیمت سمجھے اور موت کے اچانک آ جانے سے پہلے پہلے جو نیک کام کرنا چاہتا ہے کر لے آج کا کام کل پر نہ ڈالے اس لیے کہ کل کبھی نہیں آتی انہی نیک کاموں میں وصیت لکھنا بھی ہے کہ اس بات کا ہر ایک کو یقین ہے کہ اسے بالآخر مرنا ہے مگر غور کیجئے کتنے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں ہی وصیت لکھ کر رکھی ہے ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ زندگی اور دنیا کی رنگا رنگی میں کوئی بھی اس بات کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ اسے اچانک اس دنیا سے چلے جانا ہے جوان سمجھتا ہے کہ ابھی بہت عمر پڑی ہے جبکہ بوڑھا بھی یہ خیال کرتا ہے کہ ابھی اتنی عمر کہاں ہوئی ہے مجھ سے زیادہ عمر رسیدہ لوگ ابھی زندہ ہیں۔ اس طرح کے خیالات بہت سے نیکی کے کاموں کے روکنے کا باعث بنتے ہیں اور یہ سب شیطانوں کے وسوسے ہوتے ہیں شیطان انسان کا دشمن ہے اور وہ ہر نیکی کو روکنے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے یہ

فرمایا کہ تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ اپنی جوانی کو انتہائی بڑھاپا آنے سے پہلے اور اپنی صحت کو بیماری سے پہلے اور اپنی خوشحالی کو اپنی محتاجی سے پہلے اور اپنی فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔" (مشکوۃ شریف)

یعنی جوانی میں خوب عمل کرلو کیونکہ سخت بڑھاپے کی حالت میں باجود خواہش کے کچھ نہیں کر پاؤ گے اور اپنی تندرستی کو آخرت کی تیاری میں لگاؤ ہوسکتا ہے کہ بیمار پڑ جاؤ اور کچھ نہ کرسکو اور جب اللہ تعالیٰ خوشحالی دے تو اس سے آخرت کا کام لو۔ ہوسکتا ہے کہ تم غریب ومفلس ہو جاؤ اور پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا موقعہ ہی نہ رہے غرض یہ کہ اس پوری زندگی کو غنیمت جانو اور اس کو اللہ تعالیٰ کے کام میں لگاؤ ورنہ موت آ کر عمل کے سارے امکانات ختم کردے گی۔

یاد رکھیے موت تو اچانک آ جائے گی ایسا نہ ہو کہ آپ کے ذمے کسی کا قرض ہو یا کوئی ایسا حق ہو جو آپ نے ادا کرنا ہے اور موت آ گئی آپ نے کوئی وصیت نہیں کی اور نہ ہی اولاد کو آپ کے لین دین کے معاملات کے بارے میں پتہ ہے۔ موت کے بعد اولاد کے لیے بہت سے مسائل پیدا ہو جانے کا خدشہ ہوگا اس لیے ضروری ہے کہ پہلے سے ہی وصیت کردی جائے۔ وصیت کرنے کی فضیلت کے ضمن میں ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

"جو شخص وصیت کر کے دنیا سے گیا وہ سیدھے راستے پر اور سنت والے راستہ پر دنیا سے گیا اور تقویٰ اور شہادت پر مرا اور مغفرت کی حالت میں دنیا سے گیا۔" (مشکوۃ شریف)

جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے کہ ہر مسلمان مرد وعورت کو اپنی زندگی میں ہی وصیت تحریر کر کے رکھ لینی چاہیے یا زبانی طور پر اپنے اہل وعیال کو اس سے آگاہ کردینا چاہیے اس حوالے سے ایک باپ کی حیثیت سے ہر مسلمان مرد کو ضرور یہ نیک کام کرنا چاہیے نیک

اولاد تو باپ کی وصیت کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتی ہی ہے لیکن بعض اوقات نافرمان اولاد بھی باپ کے انتقال کا اثر لیتی ہے اور باپ کی وصیت پر عمل کرتی ہے لہٰذا باپ کو اپنی اولاد کی بہتری کی خاطر وصیت کرنے سے غفلت نہیں کرنی چاہیے اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ مال و دولت اور جائیداد وغیرہ موجود ہو تو تبھی وصیت کرنی چاہیے ایسا ہرگز نہیں اگر کچھ بھی پاس نہ ہو تو تب بھی اچھی اور نیک تمناؤں کا اظہار وصیت میں کرنے سے اولاد کی بہتری ہو جاتی ہے۔ ذیل میں اسی حوالے سے چند وصیتیں تحریر کی جاتی ہیں جو نیک باپ نے اپنی اولاد کو کیں ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو اس طرح کی وصیتیں اپنی زندگی میں کرلے۔

حضرت عقبہ بن نافع قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی شہادت افریقہ میں ہوئی انہوں نے آخری وقت میں اپنے بیٹوں کو تین باتوں کی وصیت فرمائی تھی۔

1۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث صرف ثقہ آدمی سے قبول کرو۔
2۔ قرض نہ لینا اگرچہ کمبل پوشی کرنی پڑے۔
3۔ تم میں سے کوئی اشعار نہ لکھے جو قرآن کریم سے غافل کردیں۔

(خیر القرون کی درس گاہیں ص 233)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت جب نزدیک آن پہنچا تو اس وقت آپ کا ایک قریبی عزیز مسلمہ بن عبدالملک پاس بیٹھا ہوا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا وصیت نامہ لکھوایا۔ وصیت نامہ لکھوا کر فارغ ہوئے تو مسلمہ بن عبدالملک نے آپ سے آپ کے اہل وعیال کے بارے میں سوال کیا کہ اے امیر المومنین! آپ نے اپنی اولاد کا منہ ہمیشہ اس مال سے خشک رکھا یہی وجہ ہے کہ آپ ان کو اس حالت میں چھوڑ کر جا رہے ہیں کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں کاش آپ مجھے یا اپنے خاندان کے کسی اور فرد کو ان کے بارے میں کچھ وصیت کر جاتے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مجھے ٹیک لگا کر بٹھا دو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا کہ میں نے ان کے منہ کو مال سے خشک رکھا تو اللہ کی قسم! میں نے کبھی ان کا حق تلف نہیں کیا اور جس چیز پر ان کا حق نہیں تھا میں نے وہ چیز کبھی ان کو نہیں دی، تمہارا یہ کہنا کہ میں تمہیں یا خاندان کے کسی فرد کو ان کے بارے میں وصیت کروں تو ان کے معاملہ میں میرا وصی اور ولی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی صالحین کا ولی ہوتا ہے، میرے بیٹے اگر اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی سبب پیدا فرما دے گا اور اگر وہ گناہوں میں مبتلا ہوں گے تو میں ان کو معصیت کے لیے طاقتور نہیں بناؤں گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور پرنم آنکھوں سے ان کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا،

"میری جان ان نوجوانوں پر قربان جن کو میں نے مفلس و نادار چھوڑا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے ان کو اچھی حالت میں چھوڑا۔ اے میرے بیٹو! تم کسی عرب یا ذمی سے نہ ملو گے جس پر تمہارا حق نہ ہوگا۔ بیٹو! تمہارے والد کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار تھا وہ یہ کہ تم لوگ دولت مند ہو جاؤ اور دوزخ میں داخل ہو جاؤ یا تم لوگ محتاج رہو اور جنت میں جاؤ۔ مگر یہ بات کہ تم محتاج رہو اور جنت میں جاؤ اس کو زیادہ محبوب تھی بہ نسبت اس کے کہ تم دولت مند بن کر آگ میں جاؤ، اٹھو! اللہ تعالیٰ تم کو محفوظ رکھے۔" (قصص الاولیاء)

ایک بزرگ کی اپنے بیٹے کو وصیت

ایک بزرگ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا،

اے میرے بیٹے! میری وصیت کو یاد رکھنا سعادت مندانہ زندگی پائے گا اور شہادت کی موت نصیب ہوگی۔ اے بیٹے! جو شخص اپنے مقدر پر قناعت کرتا ہے وہ بے نیاز رہتا ہے اور جو دوسروں کی ملکیت کی طرف نگاہ اُٹھاتا ہے وہ حالتِ فقر میں مرتا ہے اور جو اس چیز پر راضی نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے تو گویا وہ قضاء الٰہی کو متہم کرتا ہے اور جو شخص اپنے قصور کو کم سمجھتا ہے اس کو دوسروں کے قصور بڑے نظر آتے ہیں اور جو شخص اپنے قصور کو بڑا سمجھا کرتا ہے اس کو غیروں کے قصور معمولی دکھائی دیتے ہیں۔ جو شخص دوسروں کی پردہ داری کرتا ہے اس کے گھر کے پردے کھل جاتے ہیں اور جو شخص بغاوت کی تلوار سونتتا ہے وہ اسی تلوار سے قتل ہوتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ جو شخص بے وقوفوں سے ملتا ہے وہ بے وقعت ہو جاتا ہے اور جو اہل حق علماء کی صحبت میں رہتا ہے وہ باوقعت ہو جاتا ہے۔ جو شخص برائی کے مواقع پر جاتا ہے وہ متہم ہو جاتا ہے۔ اے میرے پیارے بیٹے! ہمیشہ حق کہو خواہ تمہارے موافق ہو یا مخالف۔ اپنے کو چغل خوری سے دور رکھو اس لیے کہ چغل خوری لوگوں کے دلوں میں بغض وعداوت پیدا کرتی ہے۔

ناجائز وصیت نہیں کرنی چاہیے

وصیت کے ذریعے کسی کو اس کے حق سے محروم کرنے کی زیادتی نہیں کرنی چاہیے شریعت مطہرہ نے جس کا جو حق مقرر کیا ہے اس کی ادائیگی میں انصاف سے کام لینا چاہیے بعض والدین اپنے بچوں میں سے کسی پر خفا ہوتے ہیں اور وہ جان بوجھ کر وصیت میں اسے

اس کے حق سے محروم کر دیتے ہیں ایسا کرنے کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا اس ضمن میں حدیث پاک میں آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'

"کوئی مرد اور اسی طرح کوئی عورت ساٹھ برس تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارتے ہیں پھر ان کے مرنے کا وقت آتا ہے تو وصیت کے ذریعہ ورثاء کو نقصان پہنچا دیتے ہیں تو ان دونوں کے لیے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔اس کے بعد حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث مبارکہ کے مضمون کی تائید میں یہ آیت پڑھی۔

"من بعد وصیة سے لے کر ذالکَ الفوزُ العظیم تک"

(مسند احمد)

بعض اوقات نیک آدمی بھی اپنے عزیزوں' اہل وعیال سے خفا ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے ترکہ میں سے انہیں کچھ نہ ملے تو مرتے وقت اپنے سارے مال کے بارے میں ایسی وصیت کر جاتا ہے جس سے یہ ایک دانشت یا تمام ورثاء محروم ہو جاتے ہیں۔حالانکہ اللہ رب العزت کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریحات کی رو سے اسے حصہ ملنا چاہیے ایسے مرد اور عورت کے بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ساٹھ برس تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے باوجود آخر میں دوزخ کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث مبارکہ کے مضمون کی تائید میں جو آیت پڑھی وہ قرآن حکیم کی سورۂ نساء کے دوسرے رکوع میں ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ نے

حصہ داروں کا حصہ مقرر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حصے میت کی وصیت کو اور قرضہ کو ادا کرنے کے بعد ورثاء میں تقسیم ہوں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا خبردار! وصیت کے ذریعہ ورثاء کو نقصان مت پہنچانا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا تاکیدی فرمان ہے اور اللہ تعالیٰ علم اور حکمت والا ہے۔

وصیت کرنے کا طریقہ

ہر مسلمان کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ وصیت کس طرح کرنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ کسی کے ساتھ زیادتی ہو جائے اولاد کا جو حق بنتا ہے اس سے وہ محروم ہو جائے ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تو نے وصیت کی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کتنے کی وصیت کی ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی راہ میں میں نے اپنے پورے مال کی وصیت کی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپھر اپنے بچوں کے لیے کیا چھوڑا؟ میں نے کہا وہ مالدار ہیں اچھی حالت میں ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! بلکہ اللہ کی راہ میں اپنے مال کے دسویں حصے کی وصیت کرو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں برابر کہتا رہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ تو بہت کم ہے کچھ اور بڑھائیے بالآخر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اپنے مال کے تہائی کی وصیت کرو اور یہ بہت ہے۔ (ترمذی شریف)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والا اپنے مال کے صرف ایک تہائی میں وصیت کر سکتا ہے اس میں اس کو اختیار ہے کہ چاہے کسی مدرسہ یا مسجد کے لیے وقف کرے یا کسی بھی ضرورت مند مسلمان کے حق میں وصیت کرے اس کو آزادی ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ وہ پہلے یہ دیکھے کہ عزیزوں رشتہ داروں میں سے کس کو حصہ نہیں ملا ہے اور

اس کی حالت کیسی ہے اگر کوئی ایسا ہے جس کو قانون کی رو سے وراثت میں حصہ نہیں ملا اور بال بچوں والا ہے اور مالی حالت اچھی نہیں ہے تو اس کے حق میں وصیت کرنا زیادہ باعث ثواب ہوگا۔

ہر مسلمان والد کو چاہیے کہ وہ جہاں اس بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ اس کی اولاد اس کی تابعداری کرے شریعت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے دین ودنیا کی برکات حاصل کرے اللہ رب العزت اپنا فضل وکرم ان پر نازل فرمائے اور ان کو خوشیاں اور راحتیں میسر آئیں تو اسے خود بھی اپنے کسی قول وفعل سے کسی کی حق تلفی نہیں کرنی چاہیے اور ایک مثالی مسلمان باپ کی حیثیت سے ہر معاملے میں انصاف پسندی سے کام لینا چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اولاد اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے حق میں دعاؤں سے اپنی محبت اور تابعداری کے نذرانے پیش کرتی رہے گی اور آخرت میں اس کے لیے نفع کا باعث ہوگی۔ وہ جو بھی نیک کام کرے گی اس کا ثواب انشاء اللہ تعالیٰ اسے بھی ضرور حاصل ہوگا۔

مسلمان باپ کے توجہ کے لیے

1۔ بچے کی تعلیم کا سب سے پہلا سبق یہ ہے کہ اسے ضدی اور خود غرض نہ بننے دیں اس کی بے جا ضد کو کبھی پورا نہ کریں اس کی خوشنودی مزاج کا ہرگز لحاظ نہ رکھیں اس میں فرمانبرداری کی عادت پیدا کریں تو سمجھو کہ آپ نے اسے آفاتِ زمانہ سے بچالیا۔

2۔ اگر خودرو پودوں کی طرح بچے کو بغیر تعلیم وتربیت کے بڑھنے دیا جائے گا تو ان میں باقاعدہ نشوونما پانے اور اس باغیچہ میں داخل ہونے کی طاقت معدوم ہوجائے گی جس سے انسان وحیوان کے حالات واسباب کی تمیز وتفریق کی جاتی ہے۔

3۔ گھر اگرچہ ننھے بچوں کی بازی گاہ ہے مگر فی الحقیقت دنیا میں کوئی ایسا کالج نہیں

جس میں انسانیت کی تعلیم اس سے بڑھ کر ہوتی ہو آدمی میں آدمیت گھر ہی پیدا کرتا ہے لہٰذا اپنے بچوں کو گھر کا اچھا ماحول دو۔

4۔ جس چھڑی کو سیدھی کرنا چاہیں اس کو مخالف جانب موڑ دیں جس سے وہ سیدھی ہو جائے گی مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مخالف جانب غلط نہ ہو ورنہ چھڑی ٹوٹ جائے گی اسی طرح بچوں کے طبائع کو درست کیا جاسکتا ہے تشدد اور مار پیٹ کی زیادتی ذریعہ تادیب نہیں ہے سخت کلمات کی نسبت نرم کلمات زیادہ مؤثر ہوتے ہیں۔

5۔ بچے کے دل میں ہر وقت اپنا رعب اور خوف ہی پیدا نہ کرتے رہیں اس لیے کہ چھوٹے بچے کے دل میں رعب اور خوف کا سمانا ایسا ہی برا ہے جیسا کہ نرم و نازک پودے پر بادِ صرصر کا تند جھونکا یا پھولوں پر لو کا چلنا۔

6۔ غصے اور طیش میں آکر بچوں کو کبھی بھی سزا مت دو کیونکہ کوئی غصے میں بھرا ہوا حکم مریض کے مرض کا خاتمہ نہیں کرسکتا۔

7۔ جب آپ سخت گیری کے عادی ہیں تو ظاہر ہے کہ آپ کا دل آپ کے بس میں نہیں لہٰذا جو آپ اپنے بس میں نہیں وہ دوسروں کو کیسے بس میں کرسکتا ہے۔

8۔ علم کے سمندر میں تیرنے والے بچوں کو کشتی مت بناؤ کہ وہ آپ کے دھکیلنے سے ہی چلیں بلکہ انہیں اپنی ہی ذاتی طاقت سے تیرنا سکھائیں۔

9۔ جس بچے کو اچھی بات بتائی جائے' وہ خود اپنی اور دوسروں کی رہنمائی کرسکتا ہے

10۔ جس بچے پر اعتماد نہیں کیا جاتا' وہ دھوکہ دینا سیکھتا ہے۔

11۔ جس بچے سے شفقت برتی جائے' وہ محبت کرنا سیکھتا ہے۔

12۔ جس بچے پر ہر وقت غصہ اتارا جاتا ہے' وہ چڑچڑا ہوجاتا ہے۔

13۔ جس بچے پر توجہ نہ دی جائے' وہ احساس کمتری کا شکار ہوجاتا ہے۔

14۔ جس بچے کا کوئی دوست نہ ہو' وہ کسی کا دوست نہیں ہوتا۔

15۔ جس بچے پر توجہ نہ دی جائے تو وہ بگڑ سکتا ہے۔

16۔ بیٹے کی تادیب سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے چھڑی مارنے سے وہ مر نہیں جائے گا لیکن آپ جہنم سے اس کی جان بچالیں گے۔

17۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد محترم نے تین بہترین ادب کی باتیں سکھائیں اور فرمایا اے بیٹے! جو بروں کی صحبت اختیار کرتا ہے سلامت نہیں رہتا جو بری جگہ جاتا ہے متہم ہوتا ہے اور جو اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتا شرمندگی اٹھاتا ہے۔

18۔ یاد رکھیے لڑکی نیکی ہے اور لڑکا نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہر نیکی پر ثواب دیتا ہے اور ہر نعمت پر سوال ہے۔

19۔ یقین کرلو کہ اگر آپ خود ہی لوگوں سے بدسلوکی کرو گے تو لوگ خواہ وہ آپ کے والدین یا اولاد ہی کیوں نہ ہو آپ کے مخالف بن جائیں گے اور جب آپ حسن سلوک سے پیش آئیں گے تو وہ خواہ آپ کے اقربا نہ بھی ہوں آپ کو ماں باپ کی سی شفقت اور بچوں جیسی محبت دیں گے۔

20۔ بچوں پر پیار آنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔

21۔ اہل خانہ آپ کی رعیت ہیں اور آپ سے ان کی نسبت روز محشر پوچھ ہوگی۔

22۔ سب سے بہتر وراثت جو آئندہ نسلوں کے لیے چھوڑی جاسکتی ہے وہ اچھا چال چلن اور بلند کردار ہے۔

23۔ وہ شخص قابل تعریف ہے جس نے اولاد کے لیے حلال مال و دولت چھوڑا لیکن اس سے زیادہ قابل تعریف وہ ہے جس نے اپنی اولاد کو حلال کمانے اور بچانے کی تعلیم دی۔

24۔ اپنی اولاد کو ایمانداری کا پہلا درس دینا ہی اس کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہے۔

25۔ زیور ادب سے آراستہ بچہ اپنے والدین کی خوش سلیقگی کا بہترین اشتہار ہے۔